

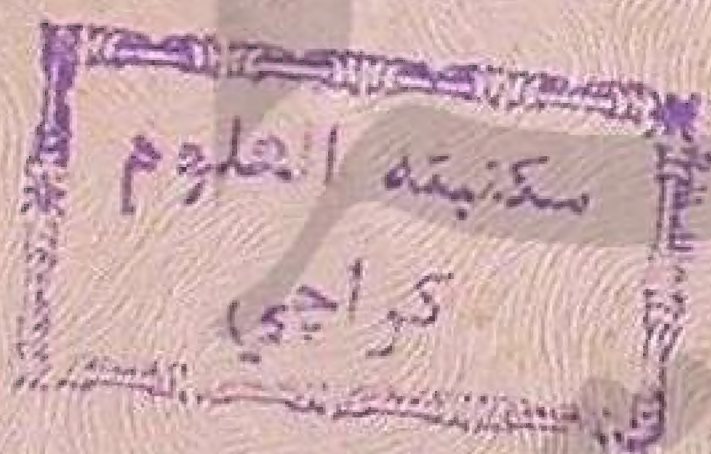
نشرات (۱) کار النشر للمعارف الاسلاميه

السید محمد جوی



وقف

منها



سید محمد حسن الہندی  
عضو مکتبہ النشر (نخست شرف)  
کارمند انجمن تبلیغات اسلامی (طهران)  
ممبر اساتک سید محمد الہوسی (بمبئی)  
ناظم دار النشر للمعارف الاسلاميه (کراچی)



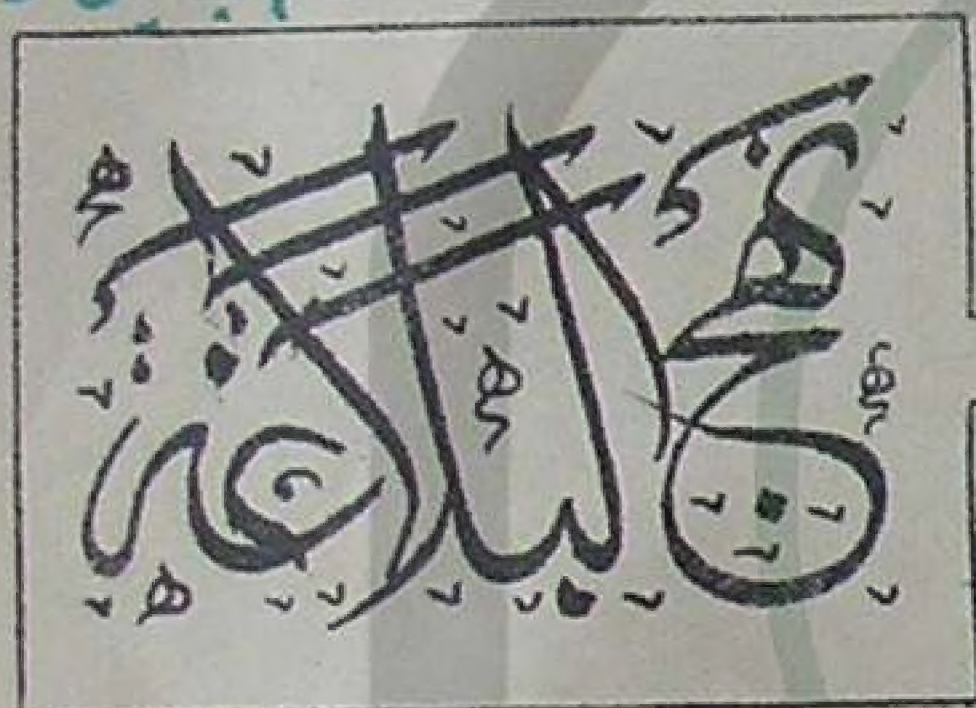


# انتشارات (۱) دار النشر للمعارف الإسلامية

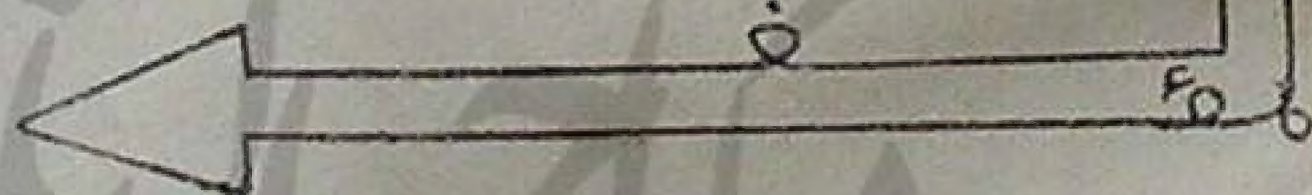
— سرانے لائبریری —

مکتبہ صباب مولانا سید محمد صاب سید دہلوی

سید محمد رفوی  
تعلیم پر بس لایا



مکتبہ صباب



سید محمد حسن الہندی  
عضو منشی النشر (مکتبہ نشر)  
کارمند انجمن تبلیغات اسلامی (طهران)  
ممبر اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن (ممبئی)  
ناظم دار النشر للمعارف الاسلامیہ (کھنؤ)

مرتبہ و تصدیق  
رضا علی ریشتر لکھنؤ



سید محمد امجد  
**فہرست مضامین**  
**مَنْہاجِ مَسْجِدِ اَلْمَدِیْنَةِ**

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۱۲	خود علی کے مساعری کا ان کی عظمت علمی کا اعتراف	۱	مولف کا مسلک اور عصر حاضر کا تقاضہ
۱۳	ایک نئی عالم کی علی کے متعلق گواہی	۱	اہل بیت حامل علوم لدنیہ ہیں
۱۴	علی کے متعلق ایک مستشرق کی گواہی	۲	قریش ا فصیح العصر ہیں
۱۵	علی نے رسول اللہ کی تحریک علمی کو آگے بڑھایا	۲	شعر عربی کا کلام قریش کو ملنا کہ قبل عام کی سند حاصل کرتے تھے
۱۵	عربی زبان کو علی نے زندگی بخشی اور اس کو علمی مرتبہ دیا	۲	اور اعلان عام کے لیے اس کو خانہ کعبہ پر آویزاں کر دیتے تھے
۱۵	غیر عربی الفاظ استعمال کرنے میں علی کا رجحان	۲	قبیلہ قریش کے ممتاز فصحاء وبلغار
۱۵	علی کی تحریک علمی اور اس کے موانع	۲	باہم و عید المطلب کے زمانے سے عربی شاعری میں تصانیف کا رواج ہوا
۱۴/۱۵	خلفاء کے عہد میں تعصب قومی و طبقات کا دور دورہ ہوا	۲	سولہ پیغمبر کے اولاد عید المطلب میں عورت مرد سب کے سب شاعر تھے
۱۴	غیر عرب جموں کو میراث سے محروم کیا گیا	۳	ابوطالب با کمال شاعر تھے
۱۶	خلفاء کے عہد میں تقسیم اموال میں استیسا	۳	ابوطالب کا مرتبہ شاعری
۱۷	علی کی نسبت کو بلند کرنا چاہتے تھے اور ہر چھوٹا بڑا آپ کی سکا ہونے کی تلاش	۳	اشعار ابوطالب کی تحسین کا حکم
۱۸	خلفاء کے عہد میں غیر عرب کی حالت زار	۳	رسول اللہ فصیح اللسان تھے
۱۸	علی کا ساویانہ برتاؤ	۴	رسول اللہ کے فصیح ہونے کی ترجمہ جو اذہان نے کی ہے
۱۹	علی کو دو جنگیں سر کرنی تھیں	۴	رسول اللہ کا عالم عربیت ہونے کے متعلق حضرت علی کا ارشاد
۱۹	علی مخالف دور میں اثناعت علم کرتے رہے	۴	بعد رسول علی ابن ابی طالب ا فصیح الناس ہیں
۱۹	علی اپنے مقصد کی کامیابی کے لیے ایک جدید شہر چاہتے تھے	۴	حضرت علی امام خطباء و خطبہ المسلمین و امام المنشیین ہیں
۱۹	سرزمین عراق کی خصوصیات	۴	تفسیر لایمہ رسول بن عادی کا موضوع ہوتا
۲۰/۱۹	مرقیونی، دہلیانی، مانی، مزدکی، زنادیہ سمیہ آزاد و رجحانات	۵	حضرت علی کے خطبہ ادبیات عرب میں مجد و مجاز ہیں
۲۰	عراقی دیرو گوہے اور عیسائی مذہب کا رواج	۵	حضرت کا کمال خطیب ہونے کے ماوی اباب، آج کے آباؤ اجداد کو خطبا
۲۱	مزار انبیاء و مشہد اور	۶/۵	حضرت علی کی زندگی کے مختلف دور اور ہر دور کے مختلف خصوصیات
۲۱	عراق میں مختلف ممالک کے نتائج آتے رہتے تھے	۷	حضرت علی اور رسول اللہ کے درمیان رابطہ باہمی
۲۱	کوئٹہ برونی بیو پاروں کا سنڈھی تھا	۷	رسول اللہ کے ساتھ علی کس طرح رہے
۲۱	علی نے کوئٹہ کو دارا عسلم بنایا	۸	رسول اللہ نے علی کی تربیت کیونکر کی
۲۲	کوئٹہ مرکز علم ہو گیا جہاں سے علوم کا انتشار ہوا	۸	علی کو رسول اپنا بیٹا سمجھتے تھے
۲۲	علی ہر وقت و ہر حالت میں تعلیم و ہدایت کے لیے متوجہ رہتے تھے	۸	رسول اللہ کا سب سے پیارا بیٹا علی
۲۲	حالت جنگ میں اہلبیت کے مسائل حل کرنا	۹	علی رسول اللہ کے سب سے زیادہ مطیع و فرمان بردار تھے
۲۳	عقل و مناسبت کے اعتبار سے مسائل علمیہ کا جواب	۹	رسول اللہ نے صرف علی ہی کو اپنے علوم کے لیے منتخب کیا تھا
۲۳	ایسے خطبے جو پنج البلاغ میں نہیں بلکہ کتب اہلسنت میں موجود ہیں	۱۰	علی میں اخذ علوم کی فطری صلاحیت تھی
۲۴	ایک یہودی عالم کی گواہی	۱۰	رسول اللہ ہمیشہ تنہائی میں علی کو اپنے علوم و معارف سپرد فرماتے تھے
۲۵	دہری، اذنیق اور یونانی فلسفی کا حضرت سے مسائل علمیہ پر گفتگو	۱۲/۱۱	علی کے علم کے متعلق رسول اللہ کی شہادت



صفحہ	مضمون
۲۵	عبدالمجید انطاکیہ کی مدیر الشوریہ والعران کا اعتراف
۲۵	سید بن سید سلیمان کی بیرونی کا اعتراف
۲۵	علی کے خطبوں کی تعداد اور شاہ خطبہ واد بار کا آن سے
۲۶	مستفید ہونے کا اقرار
۲۶	مشہور ادیب عبد الحمید کاتب الاموی کا اعتراف
۲۶	مشہور خطیب ابن نباتہ کا اعتراف
۲۶	خطیب ابن نباتہ امیر المؤمنین کے خطبوں کے مقابل میں بہت کم
۲۶	دوسری صدی ہجری کے ابتدائیں علی کے خطبوں کی تعلیم و تدیس
۲۶	امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام کے عہد میں حضرت کے خطبوں کی قرات و سماعت
۲۶	عہد جاحظ سے پہلے امیر المؤمنین کے خطبے ادا کے نقصان میں تھے
۲۶	ابن نباتہ کے عہد میں حضرت کے خطبے مواعظ مدون تھے
۲۶	امیر المؤمنین کے خطبے کو حفظ کرنے کی وجہ سے ابن المقفع کو
۲۶	کمالی ادب حاصل ہوا
۲۶	ابن المقفع کا اقرار
۲۸	علی کے بعض کلام دوسرے ادا کی طرف غلط منسوب کیا گیا
۲۸	علی کے کلام سے ابن المقفع کا سرفہ
۲۸	صدر اول میں علی کا کلام مدون تھا
۲۸	عہد سابق میں مدون علوم و کتابت کی جو مخالفت تھی وہ علی کے عہد میں نہ تھی
۲۸	علی نے اپنے اصحاب میں مستغنیین و رفیقین کو پیدا کیا اسی میں
۲۸	میں آپ کے خطبے مدون ہوئے
۲۹	علی کے عہد کے مؤلفین
۲۹	سیرت، سیرت پال کا اقرار
۲۹	علی کے اصحاب آپ کے خطبے کو کچھ لیتے تھے
۲۹	حادثہ میں عبداللہ بن عمر البہدانی نے حضرت کے آثار علم و ادب کو
۲۹	بہت زیادہ محفوظ کیا تھا
۲۹	وہ آثار علم و کجارت نے محفوظ کیا تھا وہ ایک اونٹ انا تھا
۲۹	اصحاب آپ کی خدمت میں سامان نوشتہ لکھ حاضر ہوتے تاکہ آپ کے
۲۹	تلفیحات کو محفوظ کر لیں
۲۹	مختلف اصحاب علی نے آپ کے آثار علم کو مدون فرمایا
۲۹	ایک مرتبہ میں حضرت علی سے سامان نوشتہ لکھ حاضر ہوتے تاکہ آپ کے
۲۹	تلفیحات کو محفوظ کر لیں
۳۰	عبداللہ بن عباس نے آپ کے خطبے کو جمع کیا
۳۰	ابن نباتہ نے بھی آپ کے آثار کو جمع کیا
۳۰	سید بن سید سلیمان نے بھی آپ کے آثار کو جمع کیا

صفحہ	مضمون
۱۰۸	کمال بن زیاد بنی نے آپ کی تعلیم کردہ و عا کو محفوظ کیا
۱۰۹	زید بن وہب نے آپ کے خطبوں کو جمع کیا
۱۱۰	نخبات صحابہ و تدایہ مؤلفین جنہوں نے آپ کے خطبے آثار کو جمع کیا
۱۱۱	سید رضی سے قبل کے وہ علماء اسلام جنہوں نے آپ کے خطبے کلام کو اپنے
۱۱۲	مصنفات میں جمع دی
۱۱۳	سید رضی نے دراصل کتب تدایہ سے انتخاب فرمایا
۱۱۴	انداز تالیف کی وجہ سے نبی البلاغہ کی اہمیت
۱۱۵	نبی البلاغہ کو فوق کلام مخلوق و دون کلام خالق سمجھا گیا
۱۱۶	شیعہ، فرقہ زیدیہ اور اکثر اہلسنت کا اس پر اجتماع ہے کہ نبی البلاغہ
۱۱۶	حضرت علی کا کلام ہے
۱۱۸	نبی البلاغہ کا شمار اہل بیت میں ہے
۱۱۹	ابن الطقطعی کا بیان کہ ابتداء تدوین ہی سے فریقین نبی البلاغہ
۱۲۰	کی طرف متوجہ ہو گئے
۱۲۱	نبی البلاغہ کی تالیف کے بعد کلام امیر المؤمنین کے دوسرے مجموعے
۱۲۲	و مولفات
۱۲۲	عزراکم، نثر اللانی، نثر الادب، نثر الادب، دستور عالم
۱۲۳	سبط ابن الجوزی نے اپنے اسناد سے حضرت کے اقوال و خطبے کو
۱۲۳	تذکرہ میں وارد کیا
۱۲۵	الفرائد و القلائد، عیون الحکم، النبی القویم، فی کلام امیر المؤمنین
۱۲۶	زبدۃ العقائد، صحیفۃ علویہ، بحار جلیلہ، عین الیقین، مجموعۃ اقوال
۱۲۶	شائع کردہ لوہیں شیخ، مجموعۃ خطبہ، مواعظ شائع کردہ شیخ
۱۲۶	احمد حبیب علی، مسدود، نبی البلاغہ کا شغف الغطا و مسدود
۱۲۸	نبی البلاغہ بنی احمد حنفی راہبوری
۱۲۹	علی کے آثار علم و ادب کا اعتراف ایک مستشرق کی ذہنی
۱۳۰	گاہرین انگریزی مستشرق کا خیال کہ علی ایک مکتب خیال کے واقع ہیں
۱۳۱	علی اپنے عہد حکومت میں قاضیوں کی کانفرنس منعقد فرماتے تھے
۱۳۲	اہلسنت کا اعتراف و شامین نبی البلاغہ
۱۳۳	بعض جلیلہ علماء اہلسنت کی عبارات و اعتراف
۱۳۳	علامہ محمد بن طلحہ قرطبی، علامہ تفتازانی، علامہ قزوینی کی عبارتیں
۱۳۳	احمد بن منصور کا زہنی، علامہ یعقوب لاہوری، علامہ طاسکری
۱۳۵	ابن خلکان کی عبارتیں
۱۳۶	علامہ باغی، صدیق حسن خاں، ابن اثیر، زری کا عنوان
۱۳۶	علامہ ابن سکرم صاحب لسان العرب، احمد طاسکری
۱۳۷	عنوان اعتراف، ابن ابی اکیلیہ کی عبارتیں، اعتراف اور حضرت
۱۳۸	کے کلام کو فوق کلام مخلوق و تحت کلام خالق سمجھا
۱۳۹	عورت کی کرداری اور علی کے کلام کا صحیح نمود

صفحہ	مضمون
۱۳۰	شرح ابن ابی احمد کی اہمیت
۱۳۰	مفتی محمد عبدہ کے اعترافی مقدمہ کی اہمیت
۱۳۰	محمد عبدہ کی عبارت سے نبی البلاغہ کی اہمیت کا ثبوت
۱۳۰	علامہ نائل حنفی کی عبارت اعتراف
۱۳۱	ادبی و معنوی خوبیوں کے اعتبار سے نبی البلاغہ ایک شاہکار ہے
۱۳۲	محمد زہری غزالی کا اعتراف
۱۳۲	محمد بنی الدین عبد الحمید صری کا اعتراف
۱۳۲	شیخ مسطیٰ غزالی کا اعتراف
۱۳۳	عمر ابو النصر صری کا اعتراف
۱۳۳	شیخ عبداللہ الطالعی کا اعتراف
۱۳۳	امام محمودی کا نبی البلاغہ سے استناد کرنا
۱۳۳	قاضی شوقانی کا اپنے اسناد معتبرہ سے نبی البلاغہ کا روایت کرنا
۱۳۴	قاضی شوقانی کا اعتراف کہ نبی البلاغہ امیر المؤمنین کے کلام کا مجموعہ
۱۳۵	۲۵۵ و مطلق سے جس کے رجال اسناد کے ثقافت اہلسنت ہیں
۱۳۶	قاضی شوقانی نبی البلاغہ کو روایت کرتے ہیں
۱۳۶	کبھی کبھی یہ صری بھی مرتضیٰ کے نام سے ملقب کیے گئے ہیں
۱۳۶	سید علی واد با کا اعتراف
۱۳۶	عبدالمجید انطاکیہ کی عبارت
۱۳۷	خدا افراہم ابستانی کا اعتراف کہ علی سے پہلے فکر اسلام ہیں
۱۳۷	اور نبی البلاغہ آپ کا کلام ہے
۱۳۷	بولس سلام کا اعتراف
۱۳۷	جبران خلیل جبران لبنانی کا ساثر
۱۳۷	مشکرین و معتزضین نبی البلاغہ
۱۳۷	مشکرین کا پہلا گروہ خلافت دین و دشمن اسلام
۱۳۷	مشکرین کا دوسرا گروہ انوی و نہایت رکھنے والا
۱۳۷	دوسری کو بھی نہ معلوم ہو سکا کہ جاح نبی البلاغہ کون ہے
۱۳۷	سید رضی کے جاح نبی البلاغہ ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں
۱۳۷	ذہبی نے نبی البلاغہ کے کلام امیر ہونے سے کیوں انکار کیا
۱۳۷	پروفیسر خلوصی کے اعتراضات و انکار
۱۳۷	خلوصی کے اعتراضات مشکوک ہو کر وہ مشکرین کے شہادت و
۱۳۸	شکوک کا مجموعہ ہے
۱۳۸	علی کے کلام کی غلط توجیہ اور خلوصی کی چالاک
۱۳۸	علی کے کلام کو غلط طریقہ سے پیش کر کے خلوصی عورت کو جاذبات
۱۳۸	سے کھینچے ہیں
۱۳۹	عورت کی کرداری اور علی کے کلام کا صحیح نمود
۱۳۹	عورت کے نقصان عقل، نقصان ایمان، نقصان جملہ طوطے پر
۱۳۹	قرآن و سنت کی روشنی میں تمام ائمہ اسلام کا اتفاق
۱۳۹	حکم قرآن کی بنا پر مرد و عورت پر فوقیت رکھنا ہے
۱۳۹	عورت کی اطاعت کسی حالت میں مشروع نہیں
۱۳۹	علی کے کلام کو غلط طریقہ سے پیش کر کے کا خلوصی کو کیا حق ہے
۱۳۹	اسلام میں ایک بہت بڑا فتنہ عورت کی غلط اطاعت کی وجہ سے
۱۳۹	رود نما ہوا، یہ تقریر اسی سے متعلق ہے
۱۳۹	خلوصی یورپ کی عورتوں کو اسلام کے خلاف ابھار رہے ہیں
۱۳۹	خلوصی نے وہی انداز اختیار کیا جو "انتم سیکاری، کو ظنوناً
۱۳۹	کر کے" ولا تقربوا الصلوۃ کو پیش کرتے ہیں
۱۳۹	"ان کیدکن عظیمہ" کو بھی پیش کیجئے
۱۳۹	جس طرح "ان کیدکن عظیمہ" کو پیش کرنا صحیح نہیں اسی طرح علی کے
۱۳۹	تقریر اہلسنت کی بنا پر "ان کیدکن عظیمہ" عورتی حیثیت رکھتا ہے
۱۳۹	خلوصی صاحب کو اپنی تقریر کی روشنی میں "ان کیدکن عظیمہ" کو
۱۴۰	یورپ کی عورتوں کے سامنے پیش کرنا چاہیے
۱۴۰	اسلام و پیغمبر اسلام کا شرور سامنے مقابلہ
۱۴۱	دشمن اسلام عورتیں
۱۴۲	رسول کے راز کو فاش کرنے والی عورت
۱۴۳	بعض ازواج رسول خود رسول کی مخالفت میں
۱۴۳	بعض عورتیں آپ کی رحمت و کلفت کا بے ہوش ہو کر پٹائی بنا چاہتے تھے
۱۴۵	صاحب یوسف
۱۴۶	عورت کی درپردہ سازش علی کو بعد رسول ظاہری حکمت نہ مل سکی
۱۴۷	عورت نے او عار نبوت کو کے اسلام کو نقصان پہنچایا
۱۴۸	بی بی عائشہ کی کینہ سطلی کی تباہ کاریاں
۱۴۹	ایک جہتہ عورت نے حق عثمان کا فتویٰ دیا
۱۴۹	بی بی عائشہ نے بغاوت کرنے میں اپنی کینہ سطلی کی تباہ کاریاں
۱۴۹	عورتوں کی ذہنی اندازی نے جدید اسلامی مہاسمی کو بری طرح متاثر کیا
۱۴۹	علی نے عورت کی فطری کمزوری کو کون حالات میں ظاہر کیا
۱۴۹	علی کے قتل میں عورت کا ہاتھ
۱۴۹	احادیث صحاح سے دوسرے کتب احادیث اہلسنت میں عورتوں
۱۴۹	کی مذمت جن کی تعداد ۳۳ ہے
۱۴۹	یورپ کی عورتیں اپنے عیوب سننے کی عادی ہیں
۱۴۹	عورت کے متعلق علماء یورپ کے اقوال
۱۴۹	یورپ کا مشہور ماہر نفسیات فریڈ کاہر فیصلہ کہ عورت میں عقل نقصان



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۵	کی کمی ہے اور تک و حد بہت زیادہ ہے، ان پر اپنی نظری	۲۳۹	خلیفہ اول کو بھی ملکہ اتر چلا نہ تھا
۱۹۶	صلاحیت کو بہتر بنانے کی استعداد بہت کم ہے اور مردوں کے	۲۳۹	دو مولیٰ بھیری کی تجارت کرتے اور اپنے معاملہ کو چھوڑ دیا
۱۹۷	مقابلہ میں ان کے جہالت اور سماجی حقوق کمزور ہیں	۲۳۹	دوم کی نشوونما استقامت اقوام میں ہوئی
۱۹۸	سر فرماؤ میں تو یہ کہ پہنچا ہے اس کو تیرہ سو برس پہلے حضرت علی	۲۳۹	عمر دلائی کرتے تھے
۱۹۹	نے ظاہر فرمادیا تھا	۲۳۹	خلفاء کے ماننے والوں نے ان کی طرف علیؑ کی حکیمانہ کلام کو
۲۰۰	شیخ ابلاغہ کے متعلق خصوصی کے شکوک وایراد	۲۳۹	منسوب کرنا چاہا
۲۰۱	پہلے شبہ کا جواب	۲۳۹	علیؑ کے مقابلے میں خلفاء کے جلی فضائل منازق کا یہ دیکھنا
۲۰۲	حضرت علیؑ ہی کے زمانے سے آپ کے کلام کی جمع و تدوین کی	۲۳۹	دو حیران توحیدی نے شیخین کے لیے کلام فصیح و ضعیف کیا
۲۰۳	ابتدا ہوئی	۲۳۹	ابن ابی الحدید کا فیصلہ کہ حدیث حقیقہ کا وضع توحیدی ہے
۲۰۴	صحابہ ائمہ نے جمع کیا، تقریباً ۵۰ سال پہلے ایڈیشن نکلے	۲۳۹	استاذ احمد زکی صفورت کا فیصلہ کہ حدیث حقیقہ توحیدی ہے
۲۰۵	علماء متقدمین نے جمع کیا	۲۳۹	دکتر زکی مبارک استاذ حوزہ انجمن علمی ہندوستان تلمذات ہیں
۲۰۶	پہلے جامع سید رضی نہیں بنے اور اس کے وضع ہیں	۲۳۹	دکتر احمد فرید زکامی نے بھی اس کے متعلق ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے
۲۰۷	دکتر زکی مبارک مصری ان خیال کی رو کرتے ہیں کہ سید رضی وضع	۲۳۹	مکمل ہے کہ بعد تحقیق حدیث خطبات جو خلفاء کی طرف منسوب
۲۰۸	نسخ ابلاغہ میں	۲۳۹	ہیں ان کی نسبت بھی غلط ثابت ہو
۲۰۹	سید و دیگر مفسرین مشرق کے خیال کی تردید	۲۳۹	شیخ ابلاغہ نے کلام اور ادب علیؑ کا بہترین سرمایہ ہے
۲۱۰	سید رضی پر اہتمام وضع نہیں وارد ہو سکتا	۲۳۹	علیؑ نے اولین معلم اسلام کی حیثیت سے اشاعت علوم کے لیے
۲۱۱	سید رضی نے اسی کلام کو نسخ ابلاغہ میں جمع فرمایا جس کی	۲۳۹	سچی فرمائی
۲۱۲	صحت میں کوئی کلام ہی نہیں ہو سکتا تھا	۲۳۹	علیؑ نے خطبہ نسخ ابلاغہ کے ذریعہ صحیح تعلیم اسلام کو پیش فرمایا
۲۱۳	حضرت علیؑ کے ایک خطبہ کا معاویہ کی طرف غلط انتساب	۲۳۹	شیخ عبد اللہ العلائی کے نزدیک نسخ ابلاغہ کے خطبہ خود اس
۲۱۴	علامہ جاحظ اس انتساب کو غلط بتلاتے ہیں	۲۳۹	کا ثبوت ہیں کہ وہ علیؑ کا کلام ہے
۲۱۵	سید رضی موشح اختلاف میں اپنی تحقیق کو ظاہر کر دیتے ہیں	۲۳۹	علیؑ کا کلام سرمایہ علم و ادب ہے
۲۱۶	سید رضی نے کہاں پر اخذ و تفسیر کا حوالہ دینا ضروری سمجھا	۲۳۹	جواب شدہ دوم
۲۱۷	معاویہ و اخذ نسخ ابلاغہ میں کا ذکر سید رضی نے کیا ہے	۲۳۹	فضائل قوم کو بیان کرنے کے لیے رسول اللہؐ نے حسان شاعر کو فرمایا
۲۱۸	کتب مصادر نسخ ابلاغہ کہاں جمع تھے	۲۳۹	فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ معاتب قوم کو معلوم کرو
۲۱۹	شیعی و اسلامی خزائن کتب کی کتابی	۲۳۹	حسان کے اشعار بجمہ
۲۲۰	ہائے خزانہ کتب کا احیاء کر کے اس میں اخذ نسخ ابلاغہ کو تلاش کرو	۲۳۹	ابو سعیدان کی جو فضیلت
۲۲۱	قدما و مفسرین مصنفین کی کتابیں موجود ہیں ان میں مندرجات	۲۳۹	ہند ماور معاویہ کی فضیلت
۲۲۲	نسخ ابلاغہ کا پتہ چلتا ہے	۲۳۹	عمر بن عاص کی فضیلت
۲۲۳	ان کتابوں میں ایسے خطبے بھی ملتے ہیں جو نسخ ابلاغہ میں نہیں ہیں	۲۳۹	قرآن میں معائب و خائب کا بیان
۲۲۴	ملاوی صاحب نے ابو الفرج اسی کی کتاب میں خطبہ لکھا ہے	۲۳۹	قرآن میں سب
۲۲۵	ملاوی صاحب نے ابو الفرج اسی کی کتاب میں خطبہ لکھا ہے	۲۳۹	احمد زکی صفورت کے نزدیک فضیلت قوم کرنے میں میر المؤمنین
۲۲۶	ابو الفرج اسی کی کتاب میں خطبہ لکھا ہے	۲۳۹	حق بجانب ہیں
۲۲۷	نشیخ دینی و اشعریہ میں فرق	۲۳۹	قرآن نے ظالم کی برائیاں کرنے کی اجازت دی ہے
۲۲۸	کتب قدما و مفسرین مندرجات نسخ ابلاغہ کا ذکر کیا ہے	۲۳۹	خطبہ متفقہ تعلیم کے دل کی بھرپور ہے
۲۲۹	دوسرے مشابہ کا جواب	۲۳۹	معاویہ کا اقرار کہ شیخین نے علیؑ پر ظلم کیا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۵۸	وہ کتب اہلسنت جن میں بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کا ذکر ہے	۲۵۸	۴۱
۲۵۹	علیؑ سے جبریت سمیت لینے کے سلسلے میں جو ظلم کیے گئے	۲۵۹	۴۱
۲۶۰	خود خلیفہ عمر کا اقرار کہ علیؑ پر ظلم کیا گیا	۲۶۰	۴۱
۲۶۱	خلیفہ دوم کا اقرار کہ علیؑ پر ظلم کیا گیا	۲۶۱	۴۱
۲۶۲	خطبہ متفقہ کو تحقیق اہلسنت قبول کرتے ہیں	۲۶۲	۴۱
۲۶۳	ابن خشاب کا اعتراف	۲۶۳	۴۱
۲۶۴	سید رضی کی ولادت سے دو سو برس قبل کے مصنفات میں	۲۶۴	۴۱
۲۶۵	اس کا وجود ہے	۲۶۵	۴۱
۲۶۶	شیخ ابوالقاسم لکھی کے مصنفات میں خطبہ متفقہ کا وجود	۲۶۶	۴۱
۲۶۷	ابو جعفر ثقبہ کے مصنفات میں وجود	۲۶۷	۴۱
۲۶۸	کتب قدما میں خطبہ متفقہ کا وجود	۲۶۸	۴۱
۲۶۹	مصنفات ابن بابویہ میں خطبہ متفقہ کا وجود	۲۶۹	۴۱
۲۷۰	کتاب الفارقات تفسیری میں وجود	۲۷۰	۴۱
۲۷۱	کتاب اعظ و زواہر ابو بلال عسکری میں وجود	۲۷۱	۴۱
۲۷۲	قاضی عبد الجبار صاحب المغنی نے قبول کر کے سنوں میں تاویل کیا	۲۷۲	۴۱
۲۷۳	ابو سعید منصور نے اپنی کتاب میں وار کیا	۲۷۳	۴۱
۲۷۴	علامہ سیدانی نے مجمع الامثال میں اس کا اعتراف کیا	۲۷۴	۴۱
۲۷۵	ابن اثیر جزیری نے اعتراف کیا	۲۷۵	۴۱
۲۷۶	علامہ سبط بن ابوزری نے اپنے اسناد سے کتاب کو رو کیا	۲۷۶	۴۱
۲۷۷	علامہ والدہ السمرانی نے اعتراف کیا	۲۷۷	۴۱
۲۷۸	عبد الدین فیروز آبادی نے اعتراف کیا	۲۷۸	۴۱
۲۷۹	محمد طاهر مجرانی نے اعتراف کیا	۲۷۹	۴۱
۲۸۰	شہاب الدین خفاجی کا اعتراف	۲۸۰	۴۱
۲۸۱	تمام شراحین اہلسنت قبول کرتے ہیں کسی نے انکار نہیں کیا	۲۸۱	۴۱
۲۸۲	چوتھا شبہ	۲۸۲	۴۱
۲۸۳	اسلام نے دعوت فکر دی ہے	۲۸۳	۴۱
۲۸۴	فلسفہ فطرت انسانی میں داخل ہے	۲۸۴	۴۱
۲۸۵	اسلام کے پہلے مفکر علیؑ ہیں	۲۸۵	۴۱
۲۸۶	حیران خلیل کی رائے	۲۸۶	۴۱
۲۸۷	اسلام کے سب سے پہلے مفکر علیؑ نے استدلال عقلی سے کام لیا	۲۸۷	۴۱
۲۸۸	بعض مشرقیوں کا وہ کہ علم کلام عربوں کی زبان میں نہیں	۲۸۸	۴۱
۲۸۹	علم کلام خالص اسلامی ہے جس کی ابتداء رسول کے ہاتھ ہوئی	۲۸۹	۴۱
۲۹۰	نسخ ابلاغہ کا پہلا خطبہ تنزیہ باری کے متعلق ہے وہ حضرت	۲۹۰	۴۱
	علیؑ ہی کا ہے جس کا اقرار و توثیق عمر فروغ کرتے ہیں		۴۱
	علیؑ بالاطع منطقی تھے اس طرح کی منطق کے محتاج نہ تھے		۴۱



صفحہ	مضمون	صفحہ
۲۹۱	سید علی علیہ السلام نے مسائل تجدد کو علی انداز میں بیان فرمایا	۲۹۱
۲۹۲	خلفائے مطہرین قرآن پر نوؤں کے رو کا جو قرآن کے مطالب	۲۹۲
۲۹۳	کو چھنا چاہتا تھا اس کو سزا دی جاتی	۲۹۳
۲۹۴	عربی قرآن پر چھنے پر سزا	۲۹۴
۲۹۵	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۲۹۵
۲۹۶	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۲۹۶
۲۹۷	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۲۹۷
۲۹۸	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۲۹۸
۲۹۹	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۲۹۹
۳۰۰	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۰۰
۳۰۱	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۰۱
۳۰۲	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۰۲
۳۰۳	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۰۳
۳۰۴	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۰۴
۳۰۵	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۰۵
۳۰۶	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۰۶
۳۰۷	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۰۷
۳۰۸	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۰۸
۳۰۹	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۰۹
۳۱۰	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۱۰
۳۱۱	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۱۱
۳۱۲	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۱۲
۳۱۳	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۱۳
۳۱۴	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۱۴
۳۱۵	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۱۵
۳۱۶	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۱۶
۳۱۷	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۱۷
۳۱۸	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۱۸
۳۱۹	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۱۹
۳۲۰	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۲۰
۳۲۱	عربی قرآن کو چھنے کی کوشش نہ کرو	۳۲۱

صفحہ	مضمون	صفحہ
۳۲۲	دیر الطواریس	۳۲۲
۳۲۳	طویل خطبے بھی ہوا کرتے تھے	۳۲۳
۳۲۴	رسول صلوات اللہ علیہ نے طوالتی خطبے بھی ارشاد کیے	۳۲۴
۳۲۵	صحابہ کرام طویل خطبے دینے میں مشہور تھے	۳۲۵
۳۲۶	عمر کے طویل خطبے	۳۲۶
۳۲۷	علی طوالتی خطبے ارشاد کرنے میں شہرت رکھتے تھے	۳۲۷
۳۲۸	مقتضائے حال کی بنا پر حضرت علی کے خطبے رسالت طویل مختصر ہونے پر کوئی راز کی مبارک کایاں	۳۲۸
۳۲۹	عہد نامہ مالک شہر بھی مقتضائے حال کی بنا پر طویل ہے	۳۲۹
۳۳۰	عہد نامہ سید رضی کے عہد سے پہلے کے مصنفات میں موجود ہے	۳۳۰
۳۳۱	عہد نامہ کے مصنفین علی کے زمانے سے ارفع و بلند ہیں ؟	۳۳۱
۳۳۲	اس اعتراض کا شیخ عبد اللہ جلالی کی طرف سے جواب	۳۳۲
۳۳۳	خلفاء و تلامذہ کے دور میں امور سلطنت کی کامل نظم نہیں ہو سکی	۳۳۳
۳۳۴	علی نے مختلف انداز کی حکومتوں کو دیکھا اور اس کی خامیوں اور خرابیوں پر مطلع ہوئے	۳۳۴
۳۳۵	عہد حضرت کے سطح فکری سے بلند ہونے کا اعتراف صحیح نہیں	۳۳۵
۳۳۶	علی محتاج تعلیم نہیں آپ میں خدا داد وہی صلاحیت انتظام سلطنت کی تھی	۳۳۶
۳۳۷	علاء الاسلام نے آپ کے قصا یا کو جمع کیا ہے	۳۳۷
۳۳۸	آپ گذشتہ حکومتوں خرابیوں سے اچھی طرح واقف تھے	۳۳۸
۳۳۹	پیشو اسلام شائع اسلام میں اور علی اولیٰ مقتضی اسلام میں	۳۳۹
۳۴۰	عہد نامہ مالک شہر میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں ہے	۳۴۰
۳۴۱	عہد نامہ کی ربک تحریر علی ہی کے اسلوب و طرز پر ہے	۳۴۱
۳۴۲	طرز تحریر و انداز بیان خود بخود بتاتا ہے کہ یہ علی کا کلام ہے	۳۴۲
۳۴۳	صاحب حجة الاسلام علامہ مصطفیٰ بک نجیب حنفی مصری اس عہد نامہ کو حضرت ہی کا کلام سمجھتے ہیں	۳۴۳
۳۴۴	علی کا پیام و کلام مسلمانوں کو ابوح کمال تک پہنچا سکتا ہے	۳۴۴
۳۴۵	یہ عہد نامہ عالم اسلام میں سب سے پہلا دستور و قانون ہے	۳۴۵
۳۴۶	استاد عبد المنصور اور استاد احمد الزیات کے نزدیک آپ کا کلام اور عہد نامہ سچہ ہیں	۳۴۶
۳۴۷	علامہ احمد ہاشمی مصری عہد نامہ کو قبول کرتے ہیں	۳۴۷
۳۴۸	سبھی اہل علم بھی عہد نامہ کا اعتراف کرتے ہیں	۳۴۸
۳۴۹	عبد المسیح الفلکی کا اعتراف	۳۴۹
۳۵۰	علامہ ابن کثیر نے عہد نامہ کی مستقل شرح کی	۳۵۰
۳۵۱	تیسرے ملک و سیاست کے متعلق حضرت کی دوسری تحریریں	۳۵۱

صفحہ	مضمون	صفحہ
۳۵۲	عہد نامہ مالک شہر کا طبع حضرت نے ایک تحریر محمد بن ابی بکر کے لیے بھی تحریر فرمائی	۳۵۲
۳۵۳	عہد محمد بن ابی بکر کو معاویہ نے حاصل کر لیا تھا	۳۵۳
۳۵۴	معاویہ نے امیر المؤمنین کے حکیمانہ کلام کو ابوبکر کی طرف منسوب کرنا چاہا	۳۵۴
۳۵۵	رسالہ المقتطف کا قریب ۵۵۵ھ کے عہد عہد نامہ مالک شہر میں اضافہ ہوا	۳۵۵
۳۵۶	سلطان بایزید ثانی نے تقریباً سارے چار سو برس پہلے نئے المثل کی تدوین ہوئی جس کے تمام نسخوں میں عہد نامہ موجود ہے	۳۵۶
۳۵۷	۵۵۵ھ کا محفوظ نسخہ	۳۵۷
۳۵۸	شہر مصر میں باقوت مستصحب کا لکھا ہوا نسخہ ابلاغہ جس کی کتابت ۵۵۵ھ کے بعد کی ہے	۳۵۸
۳۵۹	کتب خانہ ناصر الملک میں ۵۵۵ھ کا محفوظ نسخہ	۳۵۹
۳۶۰	کتب خانہ حمزا زاعلمین میں ۵۵۵ھ کا محفوظ نسخہ	۳۶۰
۳۶۱	لش لابری میں تقریباً ۵۵۵ھ کا محفوظ نسخہ	۳۶۱
۳۶۲	طهران میں ۵۵۵ھ کا محفوظ نسخہ	۳۶۲
۳۶۳	علامہ ابو یوسف یعقوب کے اشعار متضمن برجیج اسبلانہ	۳۶۳
۳۶۴	ابیات استاد ابو بکر حسن بن یعقوب متضمن برجیج اسبلانہ	۳۶۴
۳۶۵	۵۵۵ھ سے پہلے کی جو تحریریں ہیں ان میں عہد نامہ شہر موجود ہے	۳۶۵
۳۶۶	سید رضی سے پہلے کے مصنفات میں عہد نامہ کا وجود	۳۶۶
۳۶۷	سلطان بایزید دوم کا نسخہ عہد نامہ اصل عہد نامہ کا خلاصہ ہے	۳۶۷
۳۶۸	جس کو کسی صوفی نے کیا ہے	۳۶۸
۳۶۹	سلطان بایزید ایک مشہور صوفی کا مدد تھا	۳۶۹
۳۷۰	نسخہ سلطان ان کے پر کا عطیہ تھا	۳۷۰
۳۷۱	خاصی صاحب کو ایک شہرہ	۳۷۱
۳۷۲	موجودہ مصحف اور چند قدیمی اور اق قرآن کے مندرجات میں مثلاً	۳۷۲
۳۷۳	خدا بخش لائبریری کے خطوط قرآن میں دو سورتوں کا اضافہ	۳۷۳
۳۷۴	خاصی صاحب کا ایک ضمنی نسخہ کہ علی کے عہد میں کاغذ کا وجود نہ تھا	۳۷۴
۳۷۵	اس نسخہ کا جواب	۳۷۵
۳۷۶	نزول قرآن کے وقت ایسی چیزیں موجود تھیں جس پر لکھا کرتے تھے	۳۷۶
۳۷۷	قرطاس کا وجود قرآن سے ثابت ہے	۳۷۷
۳۷۸	قرطاس کس کو کہتے ہیں ؟	۳۷۸
۳۷۹	ایسی مختلف چیزیں جو لکھنے کے کام میں آتی تھیں، عسب، خنجر، اکتھ، ارق، مہرق،	۳۷۹
۳۸۰	رق کس کو کہتے تھے	۳۸۰
۳۸۱	اہم تحریریں اور دستاویزاتی پر لکھی جاتی تھیں	۳۸۱
۳۸۲	ہرق کو کہتے تھے	۳۸۲
۳۸۳	قرطاس کو رسول صلوات اللہ علیہ نے مرض الموت میں طلب فرمایا تھا	۳۸۳
۳۸۴	حدیث قرطاس	۳۸۴
۳۸۵	قرطاس یا کاغذ عرب میں عموماً پایا جاتا تھا	۳۸۵
۳۸۶	تھانیدہ لکھے گئے	۳۸۶
۳۸۷	حضرت عبد المطلب کی تحریر	۳۸۷
۳۸۸	صحیفہ ملعونہ و معاویہ مشہور	۳۸۸
۳۸۹	صحیفہ معاویہ	۳۸۹
۳۹۰	رسول اللہ کے خطوط و معاویہ	۳۹۰
۳۹۱	کتابت قرآن بہند ابو بکر	۳۹۱
۳۹۲	حضرت علی نے رسول اللہ کے عہد میں ایک کتابت قرآن فرمائی	۳۹۲
۳۹۳	خلفائے ثلاثہ کے عہد میں بکثرت صحابہ پیغمبر نے کتابت قرآن کی	۳۹۳
۳۹۴	مصحف عثمانی کی سات نقلیں تھیں	۳۹۴
۳۹۵	جنگ صفین میں باقی سو کی تعداد میں قرآن نیز پڑھا دیا گیا	۳۹۵
۳۹۶	بلند کیے گئے	۳۹۶
۳۹۷	کوفہ میں دنیا جہاں کی چیزیں آتی تھیں اور وہ مرکز تجارت تھا	۳۹۷
۳۹۸	مصاحف عثمانی جو امام کہلاتے ہیں ان کا تذکرہ	۳۹۸
۳۹۹	کوفہ کے قریب حیرہ میں جہین و ہندوستان کے جہاز لنگر لگاتے تھے	۳۹۹
۴۰۰	علی کے عہد میں کاغذ کا قحط نہ تھا	۴۰۰
۴۰۱	دیوان کی تاسیس جو خلیفہ دوم نے کی تھی اس کے لیے کاغذ لکھا گیا	۴۰۱
۴۰۲	کاغذ کم خرچ کرنے کے لیے امیر المؤمنین کا ایک اقتصادی حکم	۴۰۲
۴۰۳	کتابت قرآن کے متعلق علی کا ایک خاص حکم	۴۰۳
۴۰۴	پانچواں نسخہ اور اس کا جواب	۴۰۴
۴۰۵	نصوف فلسفہ نہیں ہے	۴۰۵
۴۰۶	حقیقت نصوف	۴۰۶
۴۰۷	نصوف کی تعریف جنید بغدادی کی زبانی	۴۰۷
۴۰۸	جنید بغدادی کے نزدیک نصوف کی حقیقت	۴۰۸
۴۰۹	ابوبکر ثنی نصوف کے کہتے ہیں	۴۰۹
۴۱۰	ثنی و ذوالنون عسری کے نزدیک صوفی کی تعریف	۴۱۰
۴۱۱	امام جعفر صادق علیہ السلام کس کو صوفی بتلاتے ہیں	۴۱۱
۴۱۲	تمام صوفیا حضرت علی کو اپنا مرشد اول سمجھتے ہیں	۴۱۲
۴۱۳	مصاد و نصوف خالص اسلامی ہے	۴۱۳
۴۱۴	توحید اور علی	۴۱۴



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۳	علی کا تعلق ذات خدا سے	۲۴۵	جن کو بھیج پر قدرت نہ تھی اس کو برا کہنے لگے
۱۱۴	علی کی ذات سے عنا دین تصوف کی تطبیق	۲۴۶	اگر مذہب ہوتا تو قرآن کے سورسے مجموع نہ ہوتے
۱۱۵	اعمال قلب یا جمال باطن کا تعلق علی کی ذات سے	۲۴۷	احادیث نبوی میں صحیح
۱۱۶	طبقات صوفیہ میں علی کا مرتبہ	۲۴۸	مطلق صحیح کی مذمت نہیں ہے
۱۱۷	علی اور اولاد علی نے مسائل تصوف پر گفتگو فرمائی ہے	۲۴۹	آنحضرت نے صحیح کی پابندی کے لیے لفظ کو بدل دیا
۱۱۸	تصوف و شریعت اختلاف کے علوم میں حضرت علی صابر الہ ہیں	۲۵۰	حدیث پیغمبر میں حکم کا ہن کی مذمت ہے نہ کہ صحیح کی
۱۱۹	علی کو اس تصوف سے لگا دہ نہیں جس کو صوفیان شوم نے ظاہر کیا	۲۵۱	صحیح سے نہیں روکا گیا بلکہ حکم کا ہن بدل کرنے سے منع کیا گیا
۱۲۰	پیچ الہا خدا اور اجزاء غیبیہ	۲۵۲	قرآن عیسے پاک ہے اور اس میں صحیح ہے
۱۲۱	قرآن کی گواہی کہ خدا نے اپنے رسول کو غیب پر مطلع کیا	۲۵۳	صحیح تکلف و تصنع کی دلیل نہیں ہے
۱۲۲	رسول اسلام نے قیامت تک کی ہونے والی تمام باتوں کی خبر دی	۲۵۴	رسول اللہ نے صحیح کے لیے الفاظ تک بدل دیا
۱۲۳	رسول کے بتائے ہوئے اخبار غیب کو صحاب نے بھلا دیا	۲۵۵	خلیفہ سوم کے بھی صحیح خطبے ملتے ہیں
۱۲۴	لیکن بعض نے یاد رکھا	۲۵۶	ساتواں شبہہ اور اس کا جواب
۱۲۵	صحاب رسول میں علم وہ ہے جس نے اخبار غیب کو یاد رکھا	۲۵۷	اصطلاحات کے واضح خود امیر المومنین ہیں
۱۲۶	ایک سوستر احادیث رسول ایسی ہیں جن میں فنون و ملائم و	۲۵۸	علم نحو، نقطو، اعراب، علم توحید و کلام، فقہ اسلامی کی ایجاد
۱۲۷	آپ قیامت کی پیشین گوئیاں ہیں	۲۵۹	ناسیب امیر المومنین نے فرمائی
۱۲۸	قیامت تک ہونے والے فنون کا علم خلیفہ کو تھا	۲۶۰	نقطہ حروف کا وجود پہلے سے تھا
۱۲۹	اہمیت رسول و امیر المومنین علی کو علم لڑتی تھی	۲۶۱	وضع اصطلاحات کا مقابلہ علم نحو کی ایجاد سے
۱۳۰	علی قلب زمانہ تھے آپ پر عالم غیب کا انکشاف تھا اور	۲۶۲	آپ نے ابو الاسود کو علم نحو کی تعلیم دی
۱۳۱	علوم باطن پر قدرت تھی	۲۶۳	ابو الاسود کلام عرب کے سمجھنے میں علم ناس ہیں
۱۳۲	علی قائل ملوثی تھے	۲۶۴	ایجاد علم نحو کی اہمیت
۱۳۳	علمائے اہلسنت کا اقرار کہ علی نے غیب کی خبر دی	۲۶۵	عربی ادبیات میں علمی اسلوب کو آپ نے پیدا کیا
۱۳۴	ابن خلدون مغربی کا اقرار کہ اہلسنت صاحب کشف و کرامت ہیں	۲۶۶	آپ نے علم ناس کے لیے خاص کلیات استعمال فرمائے
۱۳۵	اہلسنت علم غیب ہیں	۲۶۷	مولد کی تعلیم
۱۳۶	امت محمدیہ میں صاحب کشف و الہام ہونا	۲۶۸	صحیح ابلاغہ کی روایت ائمہ لغات عرب نے کی
۱۳۷	تذکرہ کائنات رسول میں ہونا	۲۶۹	لغت و الفاظ کی جمع و التبع حضرت کی مختار ہے
۱۳۸	چھٹا شبہہ	۲۷۰	امیر المومنین کا استعمال اصعبی پر حجت ہے
۱۳۹	جواب مشہد ششم	۲۷۱	علی کا کلام حجت ہے
۱۴۰	محاسن لفظی و طبع کا وجود قرآن میں	۲۷۲	عدم علم کی وجہ سے کوئی لفظ ٹھکانا باہر نہیں کیا جاسکتا
۱۴۱	قبل زمانہ دین کے محاسن لفظی کا وجود تھا	۲۷۳	ناس کا لفظ کلام جاہلیت میں مستعمل نہیں حالانکہ عربی لفظ ہے
۱۴۲	جاہلیت و صدر اول کے کلام میں محاسن کلام و بیج کا وجود	۲۷۴	مغنیین نے لفظ ازل کو کتب لغت میں ضبط کیا ہے
۱۴۳	زمانہ جاہلیت کے اکثر خطبے سیمور ہیں	۲۷۵	ازل و اصحاب جو ہری میں موجود ہے
۱۴۴	بعض بلاغت جاہلیت کی نظرت میں ہے	۲۷۶	جو ہری اور اس کے لغت کی اہمیت
۱۴۵	قرآن میں بھی کا ہونا	۲۷۷	صحاب جو ہری صحیح بخاری کی مثل ہے
۱۴۶	احادیث پیغمبر میں صحیح کا ہونا	۲۷۸	صحاب جو ہری علی اعتماد سے
۱۴۷	خلفاء کے کلام میں صحیح کا ہونا	۲۷۹	مختار الصحاح الرازی اللغوی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۵	بخاری نے عمر کے اس استعمال کو دوسری جگہ پھر نقل فرمایا	۲۸۰	قاموس فیروز آبادی
۱۳۶	بخاری میں دوسری جگہ استعمال	۲۸۱	لسان العرب ابن منظور و رفیقی
۱۳۷	جو بھی جگہ استعمال	۲۸۲	کلیات ابوالفکا اللفوی
۱۳۸	بخاری میں پانچویں جگہ استعمال	۲۸۳	ابن فارس لغوی کے نزدیک لفظ ازل زیادہ مشہور نہیں
۱۳۹	جمع بخارا لافوار	۲۸۴	لفظ کیفیہ و کیفیہ بھی کتب لغات میں موجود ہے
۱۴۰	صحیح بخاری کی تائید میں بخاری کے اختلاف نسخ کی مثال	۲۸۵	مصباح المنیر اللفوی و قاموس فیروز آبادی
۱۴۱	بخاری میں چھٹی جگہ استعمال	۲۸۶	لسان العرب
۱۴۲	صحیح مسلم میں متعدد جگہ استعمال	۲۸۷	استاد محمد عبیدہ مصری الفاظ صحیح البلاغہ کو کتب لغت کے
۱۴۳	شرح صحیح مسلم علامہ نووی کا اقرار کہ کاد کے ساتھ ان کا استعمال	۲۸۸	مقابلہ میں حجت قرار دیتے ہیں
۱۴۴	جائز ہے	۲۸۹	صحیح بخاری میں لفظ معلول کا استعمال لغوی اعتبار سے صحیح
۱۴۵	شرح مسلم علامہ نووی کا اقرار کہ کاد کے ساتھ ان کا استعمال	۲۹۰	بول ہے
۱۴۶	استعمال جائز ہے	۲۹۱	بطور مجاز لفظ علت سبب کے معنوں میں
۱۴۷	مشکوۃ المصابیح میں استعمال	۲۹۲	علت بمعنی سبب حقیقی معنوں میں
۱۴۸	مشکوۃ کی دوسری مثال	۲۹۳	علامہ قرانی و علامہ ابن منظور صاحب لسان العرب علت کو
۱۴۹	جمع بخارا لافوار میں متعدد جگہ استعمال	۲۹۴	بمعنی سبب بتلاتے ہیں
۱۵۰	کتاب النہایہ ابن اثیر میں متعدد جگہ استعمال	۲۹۵	حدیث عائشہ میں علت بمعنی سبب
۱۵۱	قول ابن حنفیہ	۲۹۶	فرضی ادبی اعلاط کا دعویٰ
۱۵۲	کتاب دین الیوم میں کاد کے ساتھ ان کا استعمال	۲۹۷	اعتراف اول اور اس کا جواب
۱۵۳	شرح درو الخواص ختاجی میں ابن عجاج شاعر کا سوال	۲۹۸	اس ایراد کے سلسلہ میں خلاصہ کی پہلی غلطی
۱۵۴	پیغمبر نے استعمال کیا	۲۹۹	اختلاف نسخ
۱۵۵	ذی الرمد شاعر مشہور نے استعمال کیا	۳۰۰	اس محل پر کاد کا استعمال بعض نسخوں میں بغیر ان کے ہے
۱۵۶	جواب الادب خلیفہ معتمد عباسی کا استعمال کرنا	۳۰۱	نویسین نے نزدیک کاد کی خبر پر ان کا استعمال جائز ہے
۱۵۷	کتاب الامانہ والیات میں ابن قتیبہ نے استعمال کیا	۳۰۲	شرح مانہ عامل عبد القادر جرجانی
۱۵۸	کتاب الشفایں حکیم بوعلی سینا نے استعمال کیا	۳۰۳	استشہاد از شعر عرب
۱۵۹	اعتراف دوم و جواب	۳۰۴	شرح العقیقہ و دیگر کتب نحویہ
۱۶۰	ضائر کے ساتھ حرف جر کا استعمال جائز ہے	۳۰۵	دوسری مثال از شعر عرب
۱۶۱	دوسری کے ساتھ حرف جر کا استعمال	۳۰۶	حدائق اللہ یہ صدرالدین مبنی
۱۶۲	”و ب“ کے ساتھ استعمال	۳۰۷	شرح ابن عقیل تیسری مثال از شعر عرب
۱۶۳	”و کاف“ کے ساتھ استعمال	۳۰۸	کافیہ ابن حاجب انھو میر
۱۶۴	ضمیر مخاطب کے ساتھ حرف جر کا استعمال جائز ہے	۳۰۹	جس میں طریقہ سے قواعد نحویر کے ماتحت کاد کا استعمال
۱۶۵	علامہ سخو ”و کانت“ کو صحیح بتلاتے ہیں	۳۱۰	صحیح ہے حضرت نے استعمال فرمایا
۱۶۶	”ما انا کانت“ و ”لست کانت“ استعمال ضمیر مخاطب	۳۱۱	کلام رسول و کتب احادیث اہلسنت میں استعمال
۱۶۷	باصرف جر کے محاذ سے یکساں ہیں	۳۱۲	حدیث رسول میں کاد کے ساتھ ان کا استعمال
۱۶۸	اعتراف سوم و جواب	۳۱۳	کنوز اللغائی مذاوی
۱۶۹	حرف جر کا استعمال ”اللفی“ کے ساتھ صحیح ہے	۳۱۴	صحیح بخاری کے رو سے عمر کے قول میں استعمال



صفحہ	مضمون	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵۶	ابن ابی احمد یہود امیر المومنین، اور دوسرے ادبائے صابی وغیرہ کے کلام کو پرکھنے کا ایک معیار بتلاتے ہیں	۶۱۰	احمد زکی صفوت کا بیان کہ سید رضی کی طرف اتحال کی نسبت دینا انتہا مہ ہے	۱۵۵
۱۵۷	امیر المومنین کا کلام اُن عہد سے پاک ہے جو طبقہ اول کے ادب اور شعر و ادب میں پائے جاتے ہیں	۶۱۱	سید رضی کی ذات اس سے بلند ہے کہ اُن کی طرف وضع کی نسبت دی جاوے	۱۵۵
۱۵۷	علی کا انداز بیان اور طرز و اسلوب قرآن کے لگ بھگ ہے	۶۱۲	سید رضی اگر نبی البلاغہ کو غلط منسوب کرتے تو حکومت کی طرف سے مستوجب عقاب ہوتے لیکن ابو جعفر طوسی سے باز پرس ہوئی	۱۵۵
۱۵۸	علامہ محمد محی الدین عبد الحمید ازہری اور استاد فواد افراہم یثربی مشککین کے شبہات کو دہرے ہیں	۶۱۳	فاطمین مصر کی مدح کرنے پر سید رضی کو سزا ملی	۱۵۵
۱۵۹	پہلے شبہ کا جواب	۶۱۴	نبی البلاغہ اگر رضی کا جہن ہوتا تو ان کو سزا ملتی	۱۵۵
۱۶۰	دوسرے تیسرے، چوتھے شبہات کا جواب	۶۱۵	ابو اسحق الصابی و نبی البلاغہ	۱۵۶
۱۶۱	استاد فواد افراہم بتائی سچی کی مدلل تقریر اس امر کے ثبوت میں کہ نبی البلاغہ حضرت علی کا کلام ہے	۶۱۶	نبی البلاغہ تالی قرآن ہے	۱۵۶
۱۶۲			ابو اسحق تنصیب صابی المذہب تھا	۱۵۶
			صابی کے تعلقات رضی خلفائے بہت گہرے تھے	۱۵۶
			صابی کا کلام نبی البلاغہ کے مقابل میں بہت ہے	۱۵۶

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۰	اعتراف چہارم وجواب	۵۴۱	اگر اس خطبہ کو بعد مراجعت صفین سے بھی تعلق کیا جاوے تو
۱۴۰	مستحکف کے معنوں میں مذہبی مفہوم کا پایا جانا ضروری نہیں ہے	۵۴۲	معنوں میں کوئی خرابی نہ ہوگی
۱۴۱	مستحکف و عاکف کے معنی لغوی	۵۴۳	اعتراف دوم وجواب
۱۴۱	صحیح جوہری، مصباح سنیر، اسان البلاغہ، قاموس	۵۴۳	خلوصی کی عیاری
۱۴۱	لغات حدیث میں مستحکف و عاکف کے معنی	۵۴۴	وہ خطبہ جس میں لفظ "انا" کی تکرار ہے وہ بیخ اشکال نہیں ہے
۱۴۲	سفروا راعب	۵۴۵	اس خطبہ کو اجلہ علماء اہل سنت نے نقل کیا ہے
۱۴۲	عاکف و مستحکف شرعی معنوں کے اعتبار سے دونوں یکساں ہیں	۵۴۶	یہ خطبہ کتب معتبرہ شیعہ میں نہیں پایا جاتا
۱۴۲	ہمایہ ابن اشیر	۵۴۷	علیؑ نے آئندہ ہونے والی باتوں کو بتلایا ہے
۱۴۲	احکامات و مستحکف شرعی معنوں سے بہت کر لغوی معنوں	۵۴۸	مسلمانوں کا خدا خود اپنی حمد و ثناء بہت کرتا ہے
۱۴۲	یہ سب متماں ہو سکتا ہے	۵۴۹	کتور زکی مبارک یہ الزام نہیں دیتے کہ علیؑ خود دشمنی کرتے ہیں
۱۴۲	کلام بغیر میں ایسا استعمال موجود ہے	۵۵۰	علیؑ نے بضرورت اپنے فضائل ارشاد کیے
۱۴۲	دوسری مثال	۵۵۱	ہشتمان علیؑ نے اس کے خلاف اتہانی دلیل پر دہکینہ کیا تھا
۱۴۲	قرآن میں مستحکف نہیں بلکہ عاکف کا لفظ موجود ہے	۵۵۲	اعتراف یازدہم وجواب
۱۴۳	احادیث میں مستحکف استعمال ہوا ہے	۵۵۳	خلوصی کی ایک اور عیاری
۱۴۳	عاکف و مستحکف مراد لغوی و مصطلح شرع ہونے کے	۵۵۴	الفاظ احادیث صحاح میں اختلاف ہے لیکن وہ قانع نہیں
۱۴۳	یا وجود مفہوم شرع سے بہت کر کبھی متعلق ہوا ہے	۵۵۵	خلوصی کا ایراد اس خطبہ پر ہے جو بغیر الف کے ہے اور بیخ اشکال
۱۴۳	اعتراف سیم وجواب	۵۵۶	میں وہ نہیں ہے
۱۴۳	تلاشی کا ایک متماں لغوی اعتبار سے صحیح ہے	۵۵۷	جلسی نے اسی خطبے کے اختلاف الفاظ کا ذکر کیا ہے
۱۴۳	تلاشی کا لفظ صحیح ہے اور محاورات عرب میں موجود ہے	۵۵۸	ابن ابی احمید نے میں بیخ البلاغہ میں ہذا فرمایا نہیں کیا
۱۴۳	علیؑ نے اپنے اس کلام میں علم برقی کی جدید تحقیقات پر روشنی	۵۵۸	ابن ابی احمید نے بہت سے تاریخی و ادبی امور کو اپنی شرح میں
۱۴۴	ڈالی ہے	۵۵۹	درج کیا ہے بخلاف ان کے حضرت کا بغیر الف والا خطبہ بھی ہے
۱۴۴	اعتراف ششم وجواب	۵۶۰	بغیر الف کے خطبہ کو اجلہ علماء اہل سنت نے نقل کیا ہے
۱۴۴	بزرگوار کے معنوں میں بل بوتے کے نزدیک صحیح ہے	۵۶۰	اعتراف دوازدہم وجواب
۱۴۴	اعتراف ہفتم وجواب	۵۶۱	خلوصی کے دروغ بے فروغ کی حقیقت
۱۴۴	خلوصی کی کچھ کاجیمیر	۵۶۲	بکدشی ایلدیش میں صحیح کتاب جی الدین خیاط کی غلط بیانی
۱۴۵	بہر یہ لغت عرب میں کبر کے معنوں میں ہے	۵۶۳	یہ الزام صریح بہتان و کذب محض ہے
۱۴۵	اعتراف ہشتم وجواب	۵۶۴	شرح ابن ابی احمید میں یہ سب خطبے بغیر کسی کی دہش کے
۱۴۵	امیر المؤمنینؑ نے "خیر دار" سے مراد کہہ دی گویا ہے اور	۵۶۵	موجود ہیں
۱۴۵	"شوراء" سے ال کہہ کر	۵۶۵	شرح ابن مثم اور حمله غلطیات بیخ میں موجود ہیں
۱۴۶	وصی و بی کے حالات میں یکسانیت	۵۶۶	اعتراف سیزدہم، خلوصی کے مفادات کا نتیجہ اور اس کا جواب
۱۴۶	اقوال شارحین	۵۶۷	بیخ البلاغہ کا ایک مخصوص اسلوب طرز ہے جو سب کے الگ ہے
۱۴۶	اعتراف نهم وجواب	۵۶۸	ابن خشاب عالم اہل سنت کا اقرار کہ سید رضی کے کلام کو بیخ البلاغہ
۱۴۷	راویوں نے جس میں روایت کی سید رضی نے اس طرح نقل کیا	۵۶۹	کے کلام سے کیا نسبت
۱۴۷	ابن ابی احمید نے قول کے معنی عاکف کے معنی سے الگ کرنا	۵۷۰	علامہ ابن ابی احمید کی مدلل و سبب سے تقریران لوگوں کی رو میں
۱۴۸	اور سید نے راوی کے معنی اس طرح نقل کیا	۵۷۱	جو بیخ البلاغہ کو سید رضی یا کسی غیر کا کلام سمجھتے ہیں



# فہرست کتب جن کا حوالہ اس کتاب میں دیا گیا ہے

نام کتاب	نام مولف	نام کتاب	نام مولف
ابجد الشیخ (ج ۱)	سلیم بن قیس البہالی	الشیخ	عباس بن محمد العقاد
ابجد العلوم	قواب صدیق حسن خان	الشیخ	شیخ حر علی
ابن الرومی	دکتر عسکری	ابہات المؤمنین اخوات الشہداء	داؤد کسکینی
انجات الکابر باناء الدفاتر	قاضی محمد علی شاکانی	انوار النعمانیۃ	نعمت اللہ جزائری
انکشاف فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی	اوضح المسالک الی الفیہ ابن مالک	جلال الدین سیوطی
اسرار الشیخ	عبد العزیز جوہری	بحار الانوار	محمد باقر مجلسی
اشبات الوصیۃ	علی بن حسین سعودی	بہجۃ الرضیۃ شرح الفیۃ	جلال الدین سیوطی
اخبار الکما	علی بن یوسف تقطی	بیان والتیین	ابو عثمان عسکری جاسط
اخبار الطوال	احمد بن داؤد ابو حنیفہ دیوری	تلخیص الاصول فی احادیث الرسول	مصور علی ناصف
ادب البحار	حسن مندونی	تاریخ ابن خلدون	عبد الرحمن بن محمد حفصی مغربی
ادب الصغیر	ابن مقفع	تاریخ ابن الماسی	علی بن نجیب ابن ساعی بغدادی
ادب الکتاب	ابن قتیبہ دیوری	تاریخ التمدن الاسلامی	جرجی زیدان مصری
ارشاد القاصد	محمد بن ابراہیم بن ساعد سجاری	تاریخ جوہر الصقلی	علی ابراہیم حسن
الرجح الزہر	شیخ مصطفیٰ غلامی	تاریخ احسن نقد و تحمیل	شیخ عبد اللہ علائی
ازادہ اشفا	شہ ولی اللہ دہلوی	تاریخ خلفاء	جلال الدین سیوطی
اساس البلاغہ	حارث اللہ زعفرانی	تاریخ الادب العربی	احمد حسن زیات
اسرار آت اسلام	سرایر علی لکنی	تاریخ الادب اللغۃ العربیہ	جرجی زیدان
استیعاب فی معرفۃ الاصحاب	یوسف ابن عبد البر قرطبی	تاریخ ادبیات ایران (تاریخ ہندی)	برونیسر براؤن انگریزی
استغاثہ	علی بن احمد علوی کوئی	تاریخ دمشق	علی بن حسن ابن عسکری دمشق
اسد الغابہ	علی بن محمد ابن اثیر جزیری	تاریخ الرسل والملوک	محمد بن جریر الطبری
اسلامک دیوینہ جلد ۳۸		تاریخ الفخری	محمد بن علی طباطبائی طحطاقی
اسنی الطالب فی نجات الی طالب	احمد زینی دحلان	تاریخ الکامل	علی بن محمد ابن اثیر جزیری
اشترک المذہبات	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	تاریخ یعقوبی	ابن واضح یعقوبی
اصحابی معرفۃ الصحابہ	احمد بن علی ابن محمد عسقلانی	تجارب الامم	احمد بن محمد ابن سکویہ
الاعجاز والایجاز	عبد الملک نعالمی	تجلیات روح ایرانی	کاظم زادہ ایران شہر
الاعلام	خیر الدین زکری	تحف العقول عن آل الرسول	حسن بن علی ابن شعبہ حلبی
امیان البیان	حسن مندونی	تدریب الراوی	جلال الدین سیوطی
امیان الشیخ	حسن الامین عالی	تذکرۃ الخفا	محمد بن احمد ذہبی
اقرب المراد		تذکرۃ خواص الامم	یوسف بن قزغلی سبط ابن جوزی
الفتاویٰ کلمات امیر المؤمنین	عبد القادر ابن ابی احمد	ترجمہ علی ابن ابی طالب	احمد زکی صفوت

نام کتاب	نام مولف	نام کتاب	نام مولف
ترجمہ و شرح پنج مسیلا	علی نقی فیض الاسلام مہمانی	دائرة المعارف الاسلامیہ	دائرة المعارف لقرن الرابع عشر
التصنیف فی الاسلام	دکتر عسکری	دائرة المعارف لقرن الرابع عشر	فرید و جیدی
تفسیر ابن سعید	ابو سعید بن محمد عسکری	دائرة المعارف لقرن الرابع عشر	جلال الدین سیوطی
تفسیر ابن کثیر	علاء الدین علی بن محمد خازن	دائرة المعارف لقرن الرابع عشر	محمد بن طلحہ قرشی شافعی
تفسیر خازن	فخر الدین رازی	دائرة المعارف لقرن الرابع عشر	عبد اللہ بن المقفع
تفسیر کبیر	محمد بن عسکری جارا اللہ زعفرانی	دائرة المعارف لقرن الرابع عشر	محمد بن سار قطعی شافعی
تفسیر کثات	احمد بن علی ابن جبر عسقلانی	دائرة المعارف لقرن الرابع عشر	احمد بن عبد اللہ حبیب طبری
تقریب التہذیب	علی بن حسین سعودی	ذخیرۃ المال فی شرح عقد جواہر اللال	شہاب الدین احمد حنفی جیلی
تبیینہ والاشرات	شہاب الدین احمد	ذیل المذیل فی تاریخ الصحابہ والتابعین	محمد بن جریر طبری
توفیق الدلائل علی ترجیح الفضائل	عبد الرؤف منادی	الرأی والرعیۃ	توفیق الفکیکی
تیسیر الوصول شرح جامع الصغیر	یوسف بن عبد البر قرطبی	رسالة العقلیۃ	محمد غزالی
جامع بیان العلم	محمد بن اسماعیل بخاری	رسالة الغفران	ابو العلاء المعری
جامع الصغیر	محمد بن عیسیٰ حکیم ترمذی	رسائل شری	شبلی نعمانی
جامع الصغیر	ابو داؤد سجستانی	رضی شرح کافیہ	محمد بن حسن استرآبادی
جامع الصغیر	سلم بن حجاج قشیری	روضات الجنات	محمد باقر خوانساری
جامع الصغیر	جلال الدین سیوطی	ریاض النضر فی فضائل العشرہ	احمد بن عبد اللہ حبیب طبری
جامع الجوامع	احمد بن ابی بک	زبدۃ الحقائق	مولی میر تقی جیلانی
جواہر الادب	علی بن احمد سمودی	زندگانی علی ابن ابی طالب (ترجمہ)	ابونصر
جواہر العقیدین	شیخ محمد حنفی	زین الفقی شرح سورہ ہل ائی	احمد بن محمد عاصمی
حاشیہ شرح العزیزی	علامہ قرانی	سفینۃ البحار	شیخ عباس قمی
حاشیہ قاسوس	قطب الدین کبیری	سنن الکبیر	ابو یوسف احمد یحییٰ
حدائق الحقائق	صدر الدین مدنی	سیرت ابن ہشام	عبد الملک ابن ہشام
حدائق الندریہ شرح فوائد صمدیہ	ابو حیان توحیدی	سیرت عمر بن الخطاب	ابوالفرج عبد الرحمن ابن جوزی
حدیث المیقۃ	حافظ ابو نعیم مہمانی	شرح ابن عقیل علی لافہ ابن مالک	ابن عقیل
حلیۃ الاولیاء	مصطفیٰ بک نجیب	شرح تخرید	علاء الدین علی قوشچی
حماۃ الاسلام	محمد صادق صدر	شرح تہذیب الکلام	علاء الدین یعقوب لاہوری
حیات امیر المؤمنین	عمر ابو النصر	شرح جامع الصغیر	شیخ محمد حنفی
حیات علی ابن ابی طالب	کمال الدین محمد دیمیری	شرح درۃ الخواص فی ادبام الخواص	شہاب الدین احمد خضابی
حیوۃ النبیون	عباس بن محمد عقاد	شرح دیوان امیر المؤمنین	ملاحسن دیمیری
خدا (ترجمہ "اللہ")	نقی الدین ابن جتہ حوی	شرح دیوان حسان بن ثابت انصاری	محمد عنانی
خزانۃ الادب	علی بن محمد مدائنی	شرح صحیح مسلم	محمد بن محمد نووی
خطب النبی	عبد العزیز جلودی	شرح قصائد عشر	ابو ذکریا نجیبی خطیب تبریزی
خطب النبی	جعفر بن محمد مستنصری	شرح مائۃ عامل	عبد القادر جرجانی
خطب النبی	ابو العباس اخضر ابن شافعی	شرح مقاصد	سعود بن محمد نقاش زانی
خطب النبی		شرح نوح البلاغہ	عبد الحمید ابن ابی احمد مدائنی







نام کتاب	نام مؤلف	نام مکتب	نام مؤلف	نام کتاب	نام مؤلف
مرآۃ النجیۃ	شیخ ہادی کاشف الغطا	عراق	مرآۃ النجیۃ	شیخ ہادی کاشف الغطا	عراق
مرآۃ النجیۃ	ابو الطیب لغوی	مصر	مرآۃ النجیۃ	ابو الطیب لغوی	مصر
مرآۃ النجیۃ	عبد اللہ یاقوت	مصر	مرآۃ النجیۃ	عبد اللہ یاقوت	مصر
مرآۃ النجیۃ	ابو نعیم رافعت	مصر	مرآۃ النجیۃ	ابو نعیم رافعت	مصر
مرآۃ النجیۃ	محمد کمال الدین ادبی	مصر	مرآۃ النجیۃ	محمد کمال الدین ادبی	مصر
مرآۃ النجیۃ	لا علی قاری	مصر	مرآۃ النجیۃ	لا علی قاری	مصر
مرآۃ النجیۃ	علی بن حسین سودی	مصر	مرآۃ النجیۃ	علی بن حسین سودی	مصر
مرآۃ النجیۃ	جلال الدین سیوطی	مصر	مرآۃ النجیۃ	جلال الدین سیوطی	مصر
مرآۃ النجیۃ	ابن فضل اللہ عمری	مصر	مرآۃ النجیۃ	ابن فضل اللہ عمری	مصر
مرآۃ النجیۃ	عبد الرحیم صفی پوری	مصر	مرآۃ النجیۃ	عبد الرحیم صفی پوری	مصر
مرآۃ النجیۃ	ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ اکاکم	عراق	مرآۃ النجیۃ	ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ اکاکم	عراق
مرآۃ النجیۃ	شیخ ہادی کاشف الغطا	عراق	مرآۃ النجیۃ	شیخ ہادی کاشف الغطا	عراق
مرآۃ النجیۃ	شہاب الدین احمد الشاہی	مصر	مرآۃ النجیۃ	شہاب الدین احمد الشاہی	مصر
مرآۃ النجیۃ	شیخ رجب برسی	مصر	مرآۃ النجیۃ	شیخ رجب برسی	مصر
مرآۃ النجیۃ	محمد بن عبد اللہ عمری	مصر	مرآۃ النجیۃ	محمد بن عبد اللہ عمری	مصر
مرآۃ النجیۃ	حسین بن مسعود لغوی	مصر	مرآۃ النجیۃ	حسین بن مسعود لغوی	مصر
مرآۃ النجیۃ	احمد بن محمد مقرئ	مصر	مرآۃ النجیۃ	احمد بن محمد مقرئ	مصر
مرآۃ النجیۃ	محمد بن طلحہ قرطبی	مصر	مرآۃ النجیۃ	محمد بن طلحہ قرطبی	مصر
مرآۃ النجیۃ	جے جے پال	مصر	مرآۃ النجیۃ	جے جے پال	مصر
مرآۃ النجیۃ	حسین بن مسعود لغوی	مصر	مرآۃ النجیۃ	حسین بن مسعود لغوی	مصر
مرآۃ النجیۃ	ابن بابویہ قمی	مصر	مرآۃ النجیۃ	ابن بابویہ قمی	مصر
مرآۃ النجیۃ	یا قوت حموی	مصر	مرآۃ النجیۃ	یا قوت حموی	مصر
مرآۃ النجیۃ	یا قوت حموی	مصر	مرآۃ النجیۃ	یا قوت حموی	مصر
مرآۃ النجیۃ	جمال الدین بن ابی ہریرہ	مصر	مرآۃ النجیۃ	جمال الدین بن ابی ہریرہ	مصر
مرآۃ النجیۃ	محمد بن احمد الخوارزمی	مصر	مرآۃ النجیۃ	محمد بن احمد الخوارزمی	مصر
مرآۃ النجیۃ	احمد بن منصور کازرونی	مصر	مرآۃ النجیۃ	احمد بن منصور کازرونی	مصر
مرآۃ النجیۃ	ابو القاسم حسن بن محمد راغب صفہانی	مصر	مرآۃ النجیۃ	ابو القاسم حسن بن محمد راغب صفہانی	مصر
مرآۃ النجیۃ	ابو الفرج اموی	عراق	مرآۃ النجیۃ	ابو الفرج اموی	عراق
مرآۃ النجیۃ	محمد خبہ	مصر	مرآۃ النجیۃ	محمد خبہ	مصر
مرآۃ النجیۃ	دکتور احمد فرید دھامی	مصر	مرآۃ النجیۃ	دکتور احمد فرید دھامی	مصر
مرآۃ النجیۃ	عبد الرحمن بن محمد خضری	مصر	مرآۃ النجیۃ	عبد الرحمن بن محمد خضری	مصر
مرآۃ النجیۃ	محمد بن عبد اللہ	مصر	مرآۃ النجیۃ	محمد بن عبد اللہ	مصر
مرآۃ النجیۃ	حسن ندوی	مصر	مرآۃ النجیۃ	حسن ندوی	مصر

۳۳۳ کتابوں کے حوالہ اس کتاب میں دیے گئے ہیں

# میش گفت

الحمد لله الذي هدانا لهذا الذي كنا لنهتدي لولا فضل الله العظيم

تالیف کتاب کا اصل سبب اس کے بعد کہ بات ہو کہ ڈاکٹر زبید احمد پروفیسر الدہلوی نے اپنی تالیف "ادب العرب" دیکھنے کے لیے مجھے دی، میں نے اس کتاب کو دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے سید رضی علیہ الرحمہ کو بجائے جامع بیچ البلاغہ کے اس کتاب کا واضع و مصنف کر کے دکھایا ہے اور یہ ظاہر کیا ہے کہ حضرت علی کی طرف سے اس کتاب کی نسبت غلط ہے، میں نے ڈاکٹر صاحب کے اس موضوع پر تبادلہ خیال کیا اور بعض شواہد ان کے سامنے پیش کیے کہ بیچ البلاغہ امیر المؤمنین علیہ السلام ہی کا کلام بلاغت نظام ہے، یہ کتاب اس زمانے میں امتحان عالم (الآباد) کے تصانیف میں داخل تھی اور اس زمانے میں تصانیف خارج کر دی گئی، یہ سب کچھ ہوا لیکن دل یہ چاہتا تھا کہ اس موضوع پر کوئی کتاب لکھی جائے جس میں بیچ البلاغہ کے کلام امیر المؤمنین ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا جائے، اگرچہ میں اپنے اس کمالی نہیں سمجھتا تھا کہ اس پر کچھ سکون لیکن جب یہ دیکھا کہ کوئی اس طرف متوجہ نہیں ہے تو کچھ زچہ لکھنے کے لیے طے کر لیا۔

سمندر کو اک اور تازہ ہوا میرا یہ ارادہ ابھی عمل کی صورت نہیں چھتیار کرنے پایا تھا کہ کچھ ایسے حالات ہوئے کہ الہ آباد کو کچھ خیر باد چھڑا اور مختلف مقامات میں سرگرداں رہا اور کچھ دنوں بعد ریاست محمد آباد کے متوسلین میں میرا اشار ہو گیا، الہ آباد کا مذکورہ واقعہ بھی بھول گیا، اور یہ بھی یاد نہ رہا کہ میں کیا کرنا چاہتا تھا کہ دفعہ میری نگاہ کے سامنے ڈاکٹر ایس نے خلاصہ عانی لیا، ایچ ڈی کچھ لندن یونیورسٹی کا مضمون "The Authenticity of Nahj Al Balaghah" آیا، جو اسلامک ریویو ماہ اکتوبر ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا تھا، اس مضمون کو دیکھ کر میرے تحت الثبور میں جو بحث کا نتیجہ ہوا کہ بہت جلد میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہو گیا۔

تالیف کتاب کے بعد شاعری کی فکر تالیف کے بعد جب کون کے لحاظ نصیب ہوئے تو میں نے اپنے احباب سے اس کا ذکر کیا اور بعض علماء و افاضل کو مختلف مقامات سے منایا، سنا کہ مقصد یہ تھا کہ شاید کوئی متوجہ ہو جائے اور اپنے اثرات کے طبع کر کے کا انتظام کرے، احباب کو میرے مقصد کو سمجھنے میں اس لیے دشواری تھی کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ میں دینی محمود آباد کے سرانے سے بآسانی شائع کر سکتا ہوں، لیکن میرے لیے جو شرائط حاصل تھیں وہ کسی کے پیش نظر نہیں، اتفاق سے جناب مستطاب معلی القاب کمن الارکان وعین الاعیان ہمارا بھائی محمد امیر حیدر خان ہمارا القابینہ خصوصی کے مضمون کا تذکرہ فرمایا، عرض کیا کہ اس کا جواب بہت ہی تفصیل کے ساتھ میں نے لکھا ہے، بعد میں بعض مقامات کو حضور مدوح کو سنا، اسے بہت خوش ہوئے اور فرمائے کہ میں انگریزی ترجمہ کر کے اس کو شائع کروں گا، ترجمے کے لیے آپ اس کو میرے پاس چھوڑ دیجیے، میں نے عرض کیا کہ مناسب یہ ہوگا کہ اصل کتاب پہلے شائع ہو جائے اس کے بعد انگریزی میں ترجمہ شائع ہو، کیونکہ ترجمہ ہونا اور پھر طبع ہونا اس کے لیے کافی وقت چاہیے علاوہ ازیں میرے پیش نظر یہ بھی تھا کہ خلاصہ کے مضمون کی شاعری پاکستان میں خاص طور سے ہوتی ہے اور اردو میں اس کا ترجمہ بھی وہاں کے بعض رسائل میں شائع ہو چکا ہے، جبکہ اثر یہ ہوا کہ شعی دل و دماغ بھی اس سے متاثر ہوئے اور لکھنے کے قومی اخبار "سرفراز" میں خلاصہ کی تائید ان الفاظ کے ذریعہ سے ہوئی:۔

"البتہ بیچ البلاغہ کے بارے میں فیصلہ موصوت (مؤلف ادب العرب) کی رائے صحیح ہے کہ بعض منسوبات بھی شامل ہیں جس کو الگ کرنے کی ضرورت ہے لیکن عثمانی نقطہ نظر سے نہیں بلکہ ایمانداری سے"

(اخبار سرفراز مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۹ء نمبر ۴۹ صفحہ ۲۱ کالم ۲)



بہر حال سرکار ہمارا جکار کو میری رائے پسند آئی اور فرمایا کہ اصل کتاب کو درستہ اور عظیم سے شائع کرنے کا انتظام کر دیا جاوے گا، سید عظیم کے منصرم مطبع سے طباعت و کتابت کا تحفہ بھی کرایا گیا، اور کافد کی فراہمی کا زبانی حکم بھی دیا گیا، میں سمجھتا تھا کہ اب کتاب جلد شائع ہو جائے گی لیکن تعویذ ہی ہوتی رہی، اسی دوران میں خصوصی کے مضمون کی رد میں ایک غیر مکمل اور تشبیہ مضمون پاکستان سے آیا، اس مضمون کے کچھ دلائل مشہور مولف و دسح النظر نزدیک جناب آغا محمد سلطان میرزا ایشاؤر ڈسپشن نج مولف کتاب "البلاغ المبین" تھے جس کو سرکار ہمارا جکار ہمارا القاب نے اپنے اس وقت کے ساتھ مسلم دیو میں شائع فرمایا۔

"... And we deem it necessary to consider his arguments. But this cannot be done in the present article. One of our scholars, the Fazil-e-Hansavi has written a complete book on the subject, and shall publish its abridgement in English as soon as we can have it translated."

(ترجمہ) ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک ایک کر کے ڈاکٹر خصوصی کی بحث و دلائل کو دیکھیں، اور ان کے فریب مغالطہ کو ظاہر کریں، لیکن اس مضمون میں ایسا نہ ہو سکا، لیکن ہمارے انہن میں سے جنہوں نے اس مضمون پر ایک پوری کتاب لکھی ہے اور ہم اس کتاب کے ضروری مباحث کو خلاصہ کر کے انگریزی میں جیسے ہی اس کا ترجمہ ہو جائے گا شائع کریں گے۔

(مسلم دیو، ماہ مئی و جون ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۵)

میرزا ازغیب بڑا آدمی و کلمے بکند بعض حالات کی بنا پر جب درستہ اور عظیم سے اصل کتاب کے شائع ہونے سے میں بائوس ہو گیا تو میں امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ سے متوسل ہوا، جس کا اثر یہ ہوا کہ برٹش ازغیب سے ایک جلیل القدر عالم دین حفظہ اللہ (جن کے نام کو ظاہر کرنے سے مجھے روکا گیا) کا کتب گراہی بعض علماء کھنڈ کے پاس آیا کہ "خاصی کے جواب کی سخت ضرورت ہے اور اگر ہوسکے تو فاضل ہنسوی سے اس کا جواب لکھا جائے"۔ موصوف کو اس کی اطلاع دی گئی کہ جواب لکھا جائے گا، لیکن ابھی تک طباعت کا انتظام نہ ہو سکا، اس کا جواب آیا کہ برٹش ازغیب سے ایک فیاض مروجہ من اس کے اخراجات کو برداشت کرنے کے لیے آمادہ ہیں، نظامی پریس کو طبع ہونے کے لیے کتاب دے دی جائے تاکہ طباعت و کتابت و یہ ترتیب ہو، اور ساتھ ہی ساتھ روپیہ بھی اس شرط سے آگیا کہ اس کتاب کو فروخت کر کے جو سرمایہ جمع ہو اس سے دوسرے تالیفات کو شائع کیا جاوے انوں کتاب تک میں اپنے ان بلاد و بی کے نام سے واقف نہ ہو سکا، خداوند عالم ان کے برکات و فیوض کو جاری رکھے اور جزلہ خیر کر امت فرمائے۔

دارالنشر للعارف الاسلامیہ چنانچہ اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر "دارالنشر للعارف الاسلامیہ" کی تائیس ہوئی اور اس کتاب کو دارالنشر کی پہلی خدمت کی حیثیت سے طبع ہونے کے لیے جناب محترم مرزا محمد جواد صاحب نے ادجودہ مالک نظامی پریس کے سپرد کر دیا گیا، نظامی پریس میں طبع ہونا کتابت و طباعت کے لیے ایک بڑی ضمانت ہے، اس سے تو مطمئن تھا ہی لیکن اس پر بھی یہ ارادہ تھا کہ دوران کتابت و طباعت میں کچھ نہ ہو کہ حسب نشار کتابت کو اونگھا اور بدوت کی تصحیح خود کروں گا، لیکن بے با آرزو کہ خاک شدہ!

صحبت کتابت و طباعت | "عرفت ربی بفضیلتی العارث" مولائے کائنات کا ارشاد ہے، خاتمہ زمینداری کی وجہ سے اب میں اس قابی نہ تھا کہ کچھ میں کچھ دنوں قیام کر سکتا اور اپنے حسب منشاء کتاب لکھو آنا اور چھپانا، پہلے جناب مرزا صاحب نے کسی اچھے کاتب کو متعین فرمایا، مگر معلوم کیا آفت ناگہانی آئی، کاتب صاحب نہ کچھ کے اور سودہ ان سے لے کر ایک دوسرے کاتب صاحب کے سپرد کیا گیا، موجودہ کاتب صاحب نے باوجود حالات بقدر اپنی استطاعت و ہمت کے کتابت فرمائی، خدا ان کو صحیح و سندرست رکھے، میں خود کتابت و بدوت کی تصحیح نہ کر سکا، جناب مرزا صاحب نے جناب مولانا حکیم سید رفیع حسین صاحب ربالا فاضل افسر اعلیٰ کو اس امر کے لیے زحمت دی اور مولانا نے موصوف اس امر میں ہائے یمن ہو گئے، یقیناً جناب مولانا نے اپنی مصروفیتوں کے باوجود وقت نکال کر بڑی عزت سے اس خدمت کو انجام دیا، فحشاء اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ میں مولانا کا انتہائی شکر گزار ہوں، میرا یہ ادعا نہیں ہے کہ ان سب کوششوں کے بعد زیر نظر کتاب کتابت و طباعت کی غلطیوں سے پاک ہے، یقیناً اس میں غلطیاں ہیں اور صحت نامر لگا دینے کے بعد بھی دوسری غلطیوں کو بتلایا جا سکتا ہے، درہل کسی کتاب کو کتابت و طباعت کی غلطیوں سے پاک ہونا بڑی بات ہے اور ایک طبع سے یہ فرق عادی ہے، اس لیے یہ بات کسی کتاب کو بڑی شکل سے صحت نامی ہو

ہندوستان کے مشہور مولف و صاحب تصانیف مولوی شبلی نعمانی کو لے لیجیے، کتنی کتابیں لکھیں، دیکھیں، تجربہ کافی تھا، مگر ذرا ان کی منظور نظر کتاب "الفاروق" طبع اول کو اٹھا کر دیکھیے کہ کتنی غلطیاں موجود ہیں، یہاں تک کہ خود شبلی کو ان الفاظ میں اعتراض کرنا پڑا کہ "اس کتاب کی صحت طبع میں اگرچہ کچھ کم کوشش نہیں کی گئی، کاپیاں میں نے خود دیکھیں اور بنا میں، لیکن متواتر تجربوں کے بعد مجھ کو اس بات کا اعتراض کرنا پڑتا ہے کہ میں اس وادی کا مرد میدان نہیں، کاپیوں کے دیکھنے میں جیشہ سبزی نگاہ سے غلطیاں رہ جاتی ہیں اور میں اس کی کوئی تدبیر نہیں کر سکتا، لیکن اس جرم کا میں تنہا مجرم نہیں بلکہ کچھ اور لوگ بھی شریک ہیں"۔

(دیباچہ الفاروق صفحہ ۲ مطبوعہ قومی پریس دہلی ششدر) بہر حال جیسی کتابت و طباعت مطلوب تھی وہ نہ ہو سکی جس کا مجھے اعتراض ہے۔ اعتراض قصور اور کتاب کی خصوصیت | یہ تو کتابت و طباعت کی غلطیوں کا تذکرہ تھا، ہو سکتا ہے کہ اس میں معنوی اغلاط بھی ہوں جن کا مجھ اپنے آنچھل، خطا کار انسان سے سرزد ہونا کچھ بعید نہیں ہے، ایسی غلطیاں بالمدہ نہ ہو سکتی تھیں، ہرالت و نادانی، سہو و سیان کا نتیجہ ہو سکتا ہے، اس لیے صاحبان بصیرت سے عرض ہے کہ منظر شائع ملاحظہ فرمائیں، اور ناچیز کو آگاہ کریں تاکہ آئندہ ادب میں یہ کتاب عیسے پاک رہے، یہ تو معلوم ہی ہے "من صنف فقد استحدث" جو تالیف و تصنیف کرتا ہے وہ صحیح یا غلط فشاء ملامت بنتا ہے، یہ بھی عرض کروں کہ اس کتاب کو جن حالات میں تالیف کیا ہے وہ میرے موافق نہ تھے، دل و دماغ کو مطلق سکون نہ تھا، "حلال" بہت ہی تکلیف دہ اور مستقبل انتہائی ہولناک تھا، اس لیے غلطی کا ہو جانا کچھ بعید نہیں ہے، اگرچہ جیسی الوح ابی کوشش ہی رہی کہ اس قسم کی کوئی غلطی نہ ہونے پائے۔ بہر حال تاہم ابھی شامل حال تھی اس لیے اس کتاب کی تالیف پر متوقف ہوا، جامعیت مضامین کے لحاظ سے اردو میں یہ پہلی کتاب ہے اور عربی و فارسی میں بھی اس موضوع کے متعلق ایک جگہ پر اتنا مواد کسی کتاب میں بھی آپ کو نہ ملے گا، میں نے اس کتاب میں عربی و فارسی انگریزی کی تقریباً ۳۶۳ مطبوعہ و مخطوطہ کتابوں کا حوالہ دیا ہے جس کا اندازہ ناظرین کو مطالعہ کے دوران میں ہو جائے گا، زبان کے متعلق بھی عرض کروں کہ میں دیہات کا رہنے والا ہوں نصیحا کی زبان پر اقتدار نہیں ہے، اصل موضوع سے مطلب لکھتا ہوں اس لیے میری کسی تالیف کو محاورات و زبان کے عہتبار سے جانچنے کی بیکار کوشش نہ کرنا چاہیے۔ خدا کرے اس میں کوئی ایسی غلطی نہ ہو جو مجھ کو نہ کرنی چاہیے اعاذنا اللہ من الخطاء و المزلل

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ

خادم العلم والعلماء  
سید سبط الحسن ہنسوی





مولف کتاب: — سید سبط الحسن الفاضل الہندوی

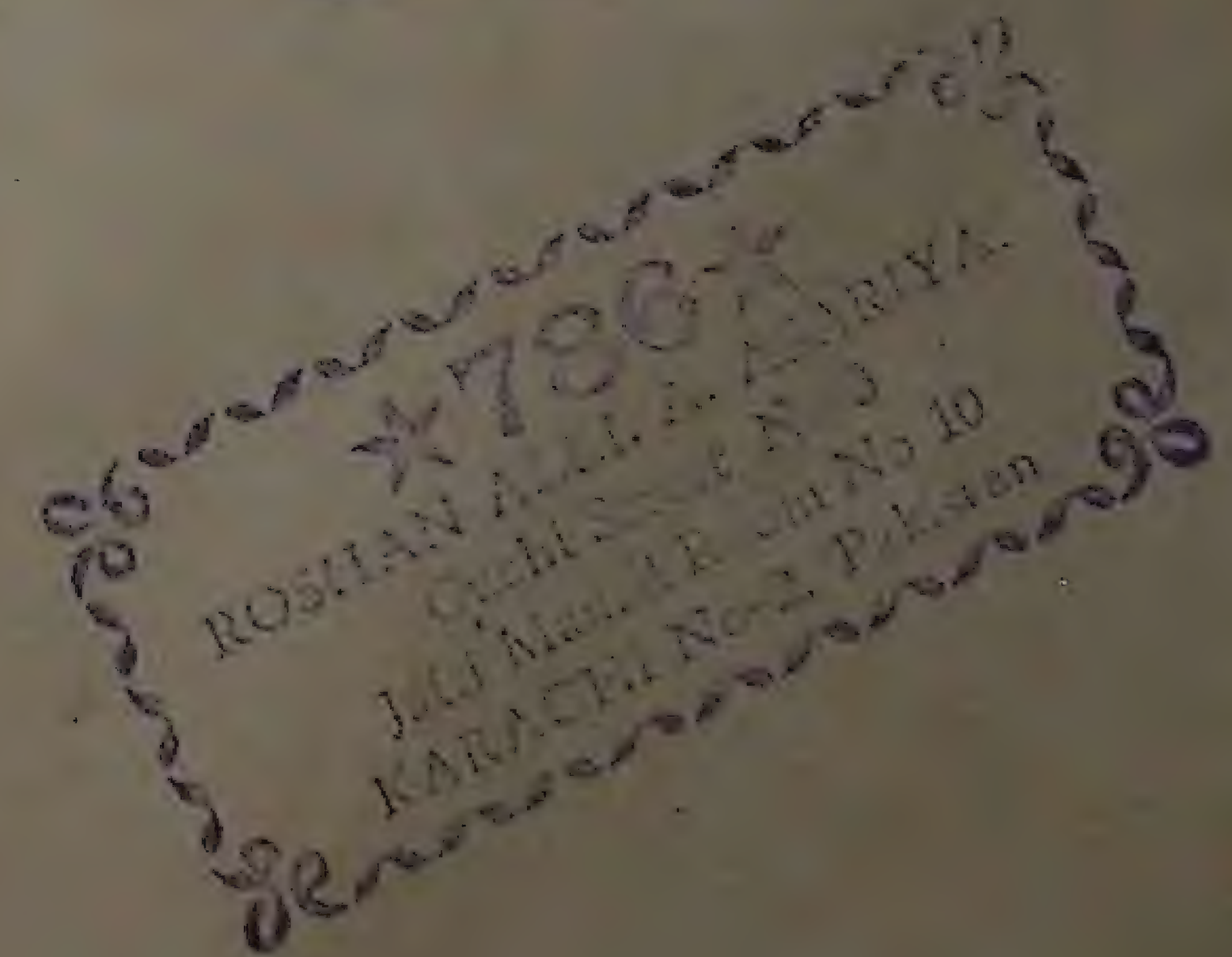
## تہدیہ

انتہائی خلوص کے ساتھ میں اپنی اس کوشش کے  
اجرو ثواب کو حضرت سید رضی رضوان اللہ علیہ کی  
”روح پرفنوح“ کو ہدیہ کرتا ہوں، جس نے ہج البلاغہ کو ہمارے  
سامنے پیش کیا — اللہ تقبّل منّا !

سبط الحسن

دار النشر للعارف الاسلامیہ

maablib.org





## باسمہ سبحانہ و بتقین وصلی علی محمد و آلہ

مولف کا مسلک اور عصر حاضر کا تقاضہ اس سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عصر حاضر کا انسان روحانیت کی منزل سے آزاد و رنجور ہو چکا ہے کہ اسب وہ مادیات سے الگ ہو کر کچھ نہیں سمجھتا چاہتا بلکہ روحانی و مادی الطبیعیاتی مسائل پر بھی اس کی نگاہ غلط مادی و طبیعتی حیثیت سے پڑنے کی عادی ہو گئی ہے ایسے وقت میں موجود دنیا کا نقطہ نظر بدلنا ہو معلوم ہوتا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ دہریہ کا سیلاب موجودہ دنیا کو بہا رہا ہے لیکن جہاں ہے آج یورپ کے خود ساختہ نظریات و غلط رجحانات کو حقائق کا درجہ دے دیا گیا ہے اور جو حقائق و اشیائے حقہ ان کو خلاف قیاس و عقل تسلیم کرنا پڑیں گی وہ ان کی روایات بتلایا جاتا ہے اسی وجہ سے ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان بھی قرآن و حدیث کا مطالعہ ایمان و یقین کی نگاہوں سے نہیں بلکہ مادیات کی عینک لگا کر کرتا ہے اور اپنے عقائد و مسلمات سے دور ہوتا چلا جاتا ہے یہیں اس کی طبیعتی مثالیں و ذرائع ملتی ہیں لیکن تازہ ترین مثال یہ ہے کہ کفار و مشرکوں سے ایک نئی مسلمان ڈاکٹر خلوصی کی طرح ڈی جی بوسرائی عرب میں اور لندن یونیورسٹی میں عربی ادب کے علمبردار ہیں وہ شیخ ابلاذخ کو یورپی انداز پر تاریخی تحلیل و تقریر سے جانچنے کی سعی نامشکور فرماتے ہیں اور اس کے بعد یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مذہبیات شیخ ابلاذخ کا اکثر حصہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ کا نہیں ہو سکتا بلکہ دوسرے اسلام اشخاص کا کلام ہے خلوصی کے انکار کی بنیاد صرف اس پر ہے کہ اسے زمانہ میں جب کہ عربی تمدن میں ارتقائی علوم و فنون کا نام و نشان نہ تھا امیر المؤمنین کیونکر اس پر قادر ہو سکے کہ منہائے فصاحت و بلاغت کے ساتھ حکیمانہ خطبہ و اقوال کو عربوں کے سامنے پیش فرمایا، حالانکہ مسلمانوں کے مسلمات عقائد میں سے ہے کہ "محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین علوم لدنیہ رکھتے تھے وہ محتاج درس و تدریس نہ تھے یہ عقیدہ صرف شیعوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ صحیح العقیدہ حضرات اہلسنت کا بھی یہی مسلک ہے جس کی ایک فرخندہ ڈاکٹر خلوصی بھی ہیں جیسا کہ علامہ شہاب الدین احمد بن عبد القادر اعظمی اجمیلی الشافعی اور علامہ شیخ عبد اللہ بن محمد بن عالم الشیرازی شافعی تحریر کرتے ہیں :-

الہی بیتان  
علوم لدنیہ  
ہیں

ان ال بیت حازوا الفضائل کلہا علیہا و حلما و فصحا  
و صباحة و ذکاء و بدیہة وجود او شجاعة، فغلوہم  
لا تتوقف علی تکرار درس و لا یزید یومہم فیہا علی  
ما کان بالاحسن بل ہی مواہب من مولاہم  
من انکروہا و اراد سترہا کان کمن اراد ستر وجہ الشمس  
فاسألہم فی العلوم مستفید و وقفوا، ولا جری معہم  
مضار الفضل قوم الاحقر و ادخلوہم و کمر عانیوا فی  
الحلاد و الحبدال امور افتلحوا بالصبر الجمیل و ما  
استکانوا و ما ضعفوا تفر السفاشی اذا هدرت شفا  
شقمہم و تصنع الا ساء اذا قال قائلہم و نطق بالحقہم  
سجایا خصہم بہا خالقہم، (خیرۃ الدال فی شرح عقیدہ  
الاکال میں صفحہ ۵۵۵ م کما لا کان یلک الشرائع شریعتی صفحہ ۱۹ طبع مصر)  
نطق ہوا تو دنیا کے کان ان کے آواز نہ سنے میں جو ہو گئے یہی وہ تمام عقیدے ہیں جس کے ساتھ ان کے خالق نے ان کو مخصوص کیا ہے

لیکن چونکہ زمانہ کا مزاج بدل رہا ہے اور زمانہ ہم سے سائنسیطک مطالعہ کا مطالبہ کرتا ہے اس لیے میرے لیے ضرور ہو جاتا ہے کہ ہم سکون و اطمینان کیساتھ



اس حیثیت سے جس کا مطالبہ مخاطب نے کیا ہے، اس بلاغت کی صحت نسبت کے متعلق بحث و نظر کریں اور تاریخی تحلیل و تجزیہ کے بعد اس امر کو ثابت کریں کہ  
نسخ البلاغہ کے کلام امیر المومنین مونس میں شک کی کسی حیثیت سے بھی گنجائش نہیں ہے۔

قریش اصح العرب میں ادنیٰ کوفوں میں صرف عرب ہی ایک ایسی قوم ہے جو فصاحت و بلاغت، اطلاقات و خطابت میں اپنے مقابل میں کسی دوسرے کو نہیں  
سمجھتی تھی، اسی بنا پر وہ اپنے کو "عرب" فصاحت کے ساتھ کلام کرنے والے اور دوسری قوموں کو "عجم" گونا گوتے تھے، اور تمام قبائل عرب میں سب  
سے زیادہ فصیح "قریش" تھے جو "اصح العرب" کہلاتے تھے، علامہ جلال الدین اسطی اہنی کتاب "المزہر فی علوم اللغة" میں لکھتے ہیں،

اجمع علماء و نابلاء العرب والرواة لا شعاعهم والعلماء  
بلغاتهم وایامهم ومجاہداتهم قریشاً اصح العرب  
السنة واصفاهم لغة وذلک ان الله تعالى اختارهم  
من جمیع العرب واختار منهم محمداً صلی الله علیہ وسلم  
فجعل قریشاً قطان حرمه وولایة بنیہ فکانت ذرود العرب  
من حجاجها وغیرہم یفدون الی مکة للہجۃ بیتا کمون  
الی قریش وکانت قریش مع فصاحتها وحسن لغاتها و  
السنہا اذا اشہد الذرود من العرب غیر وامن کلامهم و  
واشعارهم احسن لغاتهم وحقی کلامهم فاجتمع ما یجوز  
من تلك اللغات الی سلاطینهم لقی طبعوا علیہا فصا وادب الالک  
وقال ابو نصر الفارابی فی اول کتابہ المنسی بالانفاظ  
والحروف وکانت قریش اجد العرب امتقاد اللانقص من  
الانفاظ واسهلها علی اللسان عند النطق واحسنها مستویاً  
وایبها ابانہ عما فی النفس والذین عنہم نقلت اللغة العربیة  
وبہر اقتدری وعدہ اخذ اللسان العربی من بین قبائل العرب  
کتابہم علیہم ایچ اول صفحہ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳ ۱۵۶۴ ۱۵۶۵ ۱۵۶۶ ۱۵۶۷ ۱۵۶۸ ۱۵۶۹ ۱۵۷۰ ۱۵۷۱ ۱۵۷۲ ۱۵۷۳ ۱۵۷۴ ۱۵۷۵ ۱۵۷۶ ۱۵۷۷ ۱۵۷۸ ۱۵۷۹ ۱۵۸۰ ۱۵۸۱ ۱۵۸۲ ۱۵۸۳ ۱۵۸۴ ۱۵۸۵ ۱۵۸۶ ۱۵۸۷ ۱۵۸۸ ۱۵۸۹ ۱۵۹۰ ۱۵۹۱ ۱۵۹۲ ۱۵۹۳ ۱۵۹۴ ۱۵۹۵ ۱۵۹۶ ۱۵۹۷ ۱۵۹۸ ۱۵۹۹ ۱۶۰۰







سبع سنین وادریک الاسلام حبیباً انشأ فیہ وکان انصافاً بالنبی فی طفولتہ ونبیاً مصلحاً لہذا الروح القوی الخلو الذی جندہ کلما قرأنا شیعاً من کلامہ وکانت حیاتہ کلہا خلیقۃ ان تجعل منہ رجالاً قوی النفس شدید الباس ذکی القلب اکثر العلم مستعداً کل الاستعداد للفتوح والنبوغ فقل شریک مع النبی فی حلوائیات وشرھا وکان ابن عمہ وصہرہ ثم حیل بینہ و بین الخلافۃ بعد وفات النبی فصر نعفسہ علی ما لم یحب راضیاً علی ما کرہت واخلص فی النعم من سہقہ من الخلافۃ حتی اذا کانت الفتنة وقتل عثمان ونقض بالامرتفرق المسلمون من حولہ فانکرتہ عائشہ ام المومنین ومعها طلحة والزبیر وانکرہ معاویہ بن ابی سفیان ومعہ اهل الشام ثم انکرہ بعد ذلک جماعة من اصحابہ خرجوا علیہ حین قبل ما عرض معاویہ من التحکیم واضطروا ان ینفق اخر ايامہ فی حرب منکرہ مؤسستہ الفزیرۃ فیھا شرعا العوذ فیھا شرا یقرب حتی قتله احد الحواریہ خلیفۃ سۃ نع لیلہ جرحہ فانت تری ان حیاتہ ايام النبی کانت حیات جہاد کلہ اصل وان حیاتہ ايام الخلفاء الثلاث کانت حیاتہ اذعان ورضا بقضاء اللہ فی نعمہ واخلص للخلفاء وان حیاتہ فی اخر ايامہ کانت حیاتہ جہاد وحرث وبأس فقد عرف علی بالشجاعة والبأس ايام النبی وعرف بالعلم وجودة الرائی ايام الخلفاء الثلاثة وعرف بالخطابة فی ايام خلافتہ العسیرۃ والاعرابۃ فی هذا فقد کانت حیاتہ کلھا تعد لہذہ الایام الاخیرۃ التي ولی فیھا السلطان وظهرت حیلہ واحتاج الی القول فقال واجاد

حالات میں ایک خارجی (مہدی الزمان بن عمر) نے دھوکے سے آپ کو (سمات نامی) سنگسار میں قتل کر دیا اس بنا پر علی کی زندگی کے مختلف دور پر اگر نظر کر دے تو دیکھ کر حیات رسول میں حضرت کی زندگی جہاد اور آدہ امید سے بھری ہوئی تھی اور خلفائے ثلاثہ کے دور میں حضرت کی زندگی نیست انعام الہی کے ساتھ تسلیم و رضا اور وفادار عامہ کے لیے خلفاء کے ساتھ نسیعت و صلاح کیلئے ساتھ پیش آنا تھی اور آخری دور زندگی کا یاد کرنے عزت و فخر اور خیریت سے مقابلہ کرنے کا تھا مختصر یہ کہ پیغمبر کے زمانہ میں علی شجاعت و شہادت سے پہچانے جاتے تھے اور خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں علم و جودت اللہ و فہم و بردہ و فہم میں آپ شہور ہوئے اور اپنی خلافت کے مختصر زمانہ میں ملاقات و ملائمت و خطابت میں شہرت پزیر ہوئے حضرت کی زندگی میں ان مختلف حالات میں اہمیت کو کوئی دخل نہیں ہے اس لیے کہ آپ کی ابتدائی ادوار حیات آپ کو اس قری زندگی کے بے شک و شبہ کی حالت میں پہچان دیتے تھے اور آپ کے زمانہ میں خلافت کے غا پر کرنے کا موقع ملا بلکہ آپ نے خوب خوب ان قریب فرمائیں۔

نہر و اسلام سے سات سال قبل آپ کی ولادت ہوئی اور بچپن ہی میں آپ کو شریعت اسلام حاصل ہوا اور آغوش اسلام ہی میں آپ پائے گئے پچھلے اور جوانی میں برابر آپ کا رسول اللہ کے ساتھ پیوستہ رہا آپ میں بلاغت خطابت کی اس قوی روح کے پیدا ہونے کا باعث ہوا جو ہم آپ کے کلام میں پاتے ہیں آپ کی بزرگی زندگی اس کی سزاوار ہے کہ آپ کے قوی انفس شدید الباس ذکی القلب اکثر العلم بنائے آپ میں تمام خوبیوں میں سے آگے بڑھنے کی فطری صلاحیت و استعداد مکمل طور سے پائی جاتی تھی جس کی وجہ سے آپ کو ہر کام میں تقویٰ و نبوغ حاصل ہوا بحقیقت ابن عمر و امام کے آپ کے پیغمبر کو اور و ناخوش گوار زندگی کے برابر کے شریک رہے (اور پیغمبر کی جانشینی کا استحقاق آپ پر پیدا کر لیا لیکن باوجود احمق باخلافہ ہونے کے) پیغمبر کی وفات کے بعد آپ کے اختلافات کے درمیان لوگ (زیر قی) حاصل ہو گئے اور آپ کو اس ناخوش گوار امر پر چاروں اچھا صبر کرنا پڑا اور جس امر کو آپ ثابت کرتے تھے اس پر بادل غمناک آدہ ہوا پڑا لیکن اس کے باوجود اسلام اور وفاداری کی خاطر نہایت ہی خلوص سے اس میں خلفاء کو نیک صلاح و مشورہ (مشاورہ کے معنی پر) دیتے رہے یہاں تک کہ پیغمبر کے شاگرد کے ہر ایک فتنہ کھڑا ہو گیا اور وقت قتل ہو گئے اور لوگوں نے آپ کی خلافت پر بیعت کر کے امر حکومت آپ کے سپرد کر دیا لیکن بہت جلد لوگوں نے عہد شکنی کر کے آپ کی بیعت کو توڑ دیا اور عائشہ و طلحہ و زبیر و معاویہ و اخیان شام آپ سے لڑنے کے لیے میدان جنگ میں آ گئے اور علی و عقیل کی لڑائیاں آپ کو سر کرنے پڑیں اس جنگ میں عقیل کا انجام جب تکیم ہوا تو آپ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں نے بغاوت کی اور آپ پر ان لوگوں نے خروج کیا۔ زندگی کے آخری دور میں آپ کو ان خوارج سے سخت جنگ کرنی پڑی جس میں ناکامیاب ہوا شریعتی لیکن کامیاب ہوا بھی لوگوں کے لیے ایں سبب شہرہ کہ اس عرصہ میں معاویہ اپنے کو قریب کے حال پھیلا چکا تھا اور اپنی طاقت کو مضبوط بنا چکا تھا کوئی معاویہ کے قریب میں مبتلا ہو گئے تھے جس کے نتیجہ میں یہ لوگ جنگ کٹارہ کش ہونا چاہتے تھے اور ان میں شدید فحشلال اور انتشار رونما ہو چکا تھا انھیں

حالات میں ایک خارجی (مہدی الزمان بن عمر) نے دھوکے سے آپ کو (سمات نامی) سنگسار میں قتل کر دیا اس بنا پر علی کی زندگی کے مختلف دور پر اگر نظر کر دے تو دیکھ کر حیات رسول میں حضرت کی زندگی جہاد اور آدہ امید سے بھری ہوئی تھی اور خلفائے ثلاثہ کے دور میں حضرت کی زندگی نیست انعام الہی کے ساتھ تسلیم و رضا اور وفادار عامہ کے لیے خلفاء کے ساتھ نسیعت و صلاح کیلئے ساتھ پیش آنا تھی اور آخری دور زندگی کا یاد کرنے عزت و فخر اور خیریت سے مقابلہ کرنے کا تھا مختصر یہ کہ پیغمبر کے زمانہ میں علی شجاعت و شہادت سے پہچانے جاتے تھے اور خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں علم و جودت اللہ و فہم و بردہ و فہم میں آپ شہور ہوئے اور اپنی خلافت کے مختصر زمانہ میں ملاقات و ملائمت و خطابت میں شہرت پزیر ہوئے حضرت کی زندگی میں ان مختلف حالات میں اہمیت کو کوئی دخل نہیں ہے اس لیے کہ آپ کی ابتدائی ادوار حیات آپ کو اس قری زندگی کے بے شک و شبہ کی حالت میں پہچان دیتے تھے اور آپ کے زمانہ میں خلافت کے غا پر کرنے کا موقع ملا بلکہ آپ نے خوب خوب ان قریب فرمائیں۔

حضرت علی اور رسول اللہ کے درمیان رابطہ باہمی حضرت محمد اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ رہتے تھے اور حضرت علی کی ولادت کے بعد تین سال تک برابر اسی گھر میں رہے علی نے بعد ولادت اپنے چچا زاد بھائی حضرت محمد ہی کی گود میں کھین کھولیں تھیں حضرت محمد اپنے اس بھائی سے بہت زیادہ مانوس تھے جب علی سوتے ہوئے تو یہ گوارہ جنبا فی کرتے اور جب وہ جاگتے رہتے تو ان کو اپنے سینہ سے لگاتے رہتے تھے (احیاء امیر المؤمنین صفحہ ۱۰۰) بیعت بنیاد اثبات الوصیۃ مورخ سعودی ص ۱۱۰ طبع عراق جب حضرت پیغمبر کا عقد جناب خدیجہ سے ہو گیا اور آپ اپنی زوجہ کے ساتھ دوسرے مکان میں منتقل ہو گئے تو آپ اس زمانہ میں بھی اپنے کمن برادر ابن عم علی کی نگہداشت میں ویسے ہی منہمک رہے جس طرح کہ آپ چچا کے مکان میں رہنے کے زمانے میں مشغول تھے بلکہ جوں جوں علی بڑھتے تھے آپ کا انہماک اور زیادہ بڑھتا جاتا تھا حالات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اس کا موقع دیکھتے تھے کہ اپنے کمن بھائی کو ان کے والدین سے لے کر براہ راست اپنی ہی سرپرستی میں لے لیں چنانچہ قدرت کی جانب سے اس کا موقع ملا قریش سخت فحش میں مبتلا ہو گئے اس لیے رسول نے اپنے کثیر لیلیاں چچا سے اجازت لے کر علی کو اپنا پرورش و نگرانی میں لے لیا۔ (تاریخ محمد بن جریر الطبری جلد دوم صفحہ ۵۱۵ طبع قاہرہ) سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۵۶ طبع مصر تاریخ الکامل ابن اثیر جلد دوم صفحہ ۱۱۰ طبع مصر) مورخین کا بیان ہے

وکان ممثلاً لعمہ اللہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ واندہ کان فی ہجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الاسلام سیرت ابن ہشام ص ۱۱۰ طبع مصر تاریخ الطبری جلد ۲ ص ۱۱۰ طبع مصر) مجاہد بن جبر کہتے ہیں۔

کان من نعمۃ اللہ علی بن ابی طالب ومما صنم اللہ لہ وارادہ یدہ من الخیران قریلاً اصابتہم ازمتہ شد یدہ (ابن ہشام صفحہ ۱۵۶ الطبری جلد ۲ ص ۱۱۰)

رسول اللہ کے ہمراہ علی کس طرح رہے اس کو خود علی سے بہتر اور کون بیان کر سکتا ہے، ملاحظہ فرمائیے اور شاد ہوتا ہے، وقد علمتم موصی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقرابۃ القریبۃ والمنزلۃ الخیصۃ وضعفی فی حجرہ وانا ولید یضمنی الی صدرہ ویکنفی الی فراشہ ومیمی حیثہ ویستمنی عرفہ وکان یمضی الشیء ثم یلقمہ و ما وجد لی کذبۃ فی قول ولا خطبۃ فی فعل ولقد قرن اللہ بہ صلی اللہ علیہ والہ من لدن ان کان طفلیاً اعظم ملک من ملائکہ یساک بہ طوبی المکارم ویماسن اخلاق العالم لیلہ ونہارہ ولقد کنت اتبعہ اتباع الغصیل اشراہ یدفع لی فی کل یوم من اخلاقہ علما ویامر فی بالافتداء بہ ولقد کان یجاور فی کل سنۃ بحراء فاراک ولایراہ غیری ولحرجیم بدت و احسد یومئذ فی الاسلام غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ و خدیجۃ وانا فالتھما اری نور الوسی والرسالة واشہد ریح النبوة ولقد

مجھے اپنی منزلت خاصہ اور پیغمبر سے قرابت قریب کی وجہ سے اگر کادرت میں جو علو و مرتبت و مقام بلند حاصل ہے اس سے تم اچھی طرح واقف ہو جین بھی بچہ ہی تھا کہ رسول اللہ نے مجھے گود لے لیا، مجھ کو حضرت نے اپنے سینے سے چٹاتے اور فرشت مبارک پر اپنے پہلو میں لٹاتے اپنے سر منہ کو میرے جسم سے لگاتے اور اپنی خوشبو مجھ کو سونپتے تھے اپنے خود کسی چیز کو چبانے پھر میرے دہن میں دیدیتے تھے حضرت نے میرے گھٹاہ میں کوئی دروغ اور کداری کوئی فساد نہیں پایا، رسول اللہ کی دودھ بڑھائی کے وقت سے خداوند عالم نے اپنے فرشتوں میں سے ایک بزرگ فرشتے کو آپ کا ہم نشین و جلس بنا دیا تھا جس کے ساتھ آپ دن رات کل عالم کے حقائق کو لیکر و محاسن عظیمہ پڑھتے تھے اور میں مجھ حالات میں رسول اللہ کی پیروی اس طرح کرتا تھا جیسے اوت کا بچہ اپنے ماں کی پیروی کرتا ہے حضرت ہر روز اپنے چچا خلاق و عالم حکام کو میرے لیے بلند فرماتے اور مجھے اس کی پیروی کا حکم دیتے ہر سال کوہ حرا میں آپ خیمہ رہتے تھے اس حالت میں حضرت کو صرف میں ہی دیکھتا اور ملتا کوئی دوسرا نہیں دیکھ سکتا تھا یہ وہ وقت

رسول کے ساتھ علی کس طرح رہے



سمعت رتبة الشيطان حين نزل الوحي عليه  
 صلى الله عليه وآله فقلت يا رسول الله ما  
 هذه الرتبة فقال هذا الشيطان انيس من  
 عبادته انك سمع ما اسمع وترى ما ارى  
 الا انك لست بمنبئ ولكنك وزير وانك  
 لعلى خير

عبدت رتبة الشيطان حين نزل الوحي عليه  
 صلى الله عليه وآله فقلت يا رسول الله ما  
 هذه الرتبة فقال هذا الشيطان انيس من  
 عبادته انك سمع ما اسمع وترى ما ارى  
 الا انك لست بمنبئ ولكنك وزير وانك  
 لعلى خير

عبدت رتبة الشيطان حين نزل الوحي عليه  
 صلى الله عليه وآله فقلت يا رسول الله ما  
 هذه الرتبة فقال هذا الشيطان انيس من  
 عبادته انك سمع ما اسمع وترى ما ارى  
 الا انك لست بمنبئ ولكنك وزير وانك  
 لعلى خير

سمعت زيدا بن ابي عبد الله عليه السلام يقول كان  
 رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في مكة  
 متلین یحییٰ صافی ثم علی علیه السلام  
 وهو صغیر فی حجره

سمعت زیدا بن ابي عبد الله عليه السلام يقول كان  
 رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في مكة  
 متلین یحییٰ صافی ثم علی علیه السلام  
 وهو صغیر فی حجره

يقول اسالت ابي عن ولد رسول الله صلى الله  
 عليه وآله كان رسول الله له أشد حبًا  
 فقال علي بن ابي طالب فقلت له سألتك عن  
 بيته فقال انه كان احب عليه من بيته  
 جميعًا وارت ما رأينا زايلا يومنا من الدهر  
 منذ كان طفلًا الا ان سيكون في سفر خديجة  
 وصار أيناك ابا أبا بر بن منة لعلي ولا امتا  
 اطوع لأب من علي له

يقول اسالت ابي عن ولد رسول الله صلى الله  
 عليه وآله كان رسول الله له أشد حبًا  
 فقال علي بن ابي طالب فقلت له سألتك عن  
 بيته فقال انه كان احب عليه من بيته  
 جميعًا وارت ما رأينا زايلا يومنا من الدهر  
 منذ كان طفلًا الا ان سيكون في سفر خديجة  
 وصار أيناك ابا أبا بر بن منة لعلي ولا امتا  
 اطوع لأب من علي له

في بيان حقيقة ترجمان کسی معمولی شخص کا نہیں ہے، یہ عباس عم رسول ہیں جو اپنے بیٹے فضیل سے بتلا رہے  
 اصحاب میں عباس سے بہتر رسول کی بھی زندگی اور خاندانی حالات سے کسی کو واقفیت ہو سکتی ہے، ذرا ہنس و سکون کے  
 سوال جواب پر غصہ کچھ، رسول کی اولاد کے متعلق سوال ہے، عباس جواب دیتے ہیں کہ رسول صلعم کی احب اولاد علی بن  
 علی رسول کے بیٹے تھے، بعد ان قسم تھی، لیکن عباس علی کو رسول کا حقیقی فرزند کی حیثیت سے پیش کر رہے تھے، علی  
 بھی نہیں بلکہ رسول کے فرزندوں میں سب سے زیادہ رسول کے چچے بیٹے علی کو بتلاتے ہیں، یہی وہ منزلت ہے جو  
 علاوہ کسی حاصل نہیں ہے، اس طرف علی نے اپنے کلام میں اشارہ فرمایا ہے جس سے اس زمانہ کی دنیا واقف تھی "و  
 علمتم موضع من رسول الله صلعم بالقرابة القرية والمنزلة الخصيصة"

بے شک رسول اللہ اپنی حقیقی اولاد سے بھی زیادہ علی پر شفیق و مہربان تھے اور "علی" سب سے زیادہ رسول اللہ کے مطہر و فرماں بردار تھے  
 جیسے بن مطہر بن عدی بن نوفل القرشی صحابی رسول کہتے ہیں:-  
 قال ابي مطهر بن عدی لنا ونحن صبيان بمكة

الاحترقون حب هذا الغلام يعني عليا له حبه  
 واتباعه له دون البقية، واللآل والعسرى  
 نودت ان الله ابني بغتبان يعني نوفل جميعا

الاحترقون حب هذا الغلام يعني عليا له حبه  
 واتباعه له دون البقية، واللآل والعسرى  
 نودت ان الله ابني بغتبان يعني نوفل جميعا

بے شک رسول اللہ اپنی اولاد پر علی کو ترجیح دیتے تھے تو علی بھی اپنے والدین پر رسول اللہ کو ترجیح دیتے تھے، علی بن ابی طالب کی  
 رسول کے ساتھ کمال اطاعت و پیروی کا مظاہرہ تھا جس کو دیکھ کر دوسروں کے دل میں ایک نفسیاتی کیفیت متشاکلی صورت  
 میں پیدا ہوتی تھی، یہ تو بچپن کے دور اولیٰ کے حالات ہیں لیکن علی جب اس بن پر پہنچے جب کہ عام طور سے بچوں میں تو انانی  
 اور رشد کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اس وقت کسی پیروی کی اور رسول اللہ نے کیا نوازا، یہ تاریخ اسلام کے روشن واقعات ہیں  
 جن سے تاریخ کا طالب علم واقف ہے، اس سفر و حضر میں اب علی رسول اللہ کے ساتھ ہی رہتے تھے جہاں رسول ٹھہرتے علی بھی قیام  
 کرتے اور جہاں سے رسول کوچ فرماتے علی بھی روانہ ہوتے، "اتباع الفضیل اثر امہ"، جس طرح اولیٰ کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے  
 پیچھے ہوتا ہے، دن رات کسی وقت رسول کا ساتھ نہیں چھوڑتے تھے۔ رسول کے ادب و اخلاق کو اپنے ابتدائی سے مطالعہ  
 فرمایا اور آپ ہی محل اسرار و رموز نبوت ٹھہرے، علوم نبوت، تنزیل و تاویل اور معقول و منقول جمیع علوم و محارف کو پیغمبر نے  
 آپ ہی کو سیر و فرمایا اور یہ ارشاد کیا،

يا علي ان الله أصفى أدنيك وأعلمك لتعني  
 أنزلت هذه الآية وتبعها اذن واعية فانت اذن  
 واعية لعلي

يا علي ان الله أصفى أدنيك وأعلمك لتعني  
 أنزلت هذه الآية وتبعها اذن واعية فانت اذن  
 واعية لعلي

نص قرآن سے علی علم رسول کے لیے "اذن واعية" ہیں جس کی کوئی خود پیغمبر کے رہے ہیں، رسول اللہ نے علی کے ساتھ یہ سب  
 کچھ اذروئے محنت اتفاق یا کسی احسان کے بدل میں نہیں کیا تھا بلکہ خود خداوند عالم نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا، جیسا کہ ارشاد  
 فرمایا ہے: "ان الله اصطفى" صرف یہی نہیں بلکہ حضرت کو اس پر مامور کیا گیا تھا کہ اپنا امتین و وزیر فرزند ان ابو طالب میں علی ہی  
 کو بنائیں، چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید اپنی شرح میں مشہور روایت احمد بن محمد بن علی بن ابی الحدید، اور ابو الفرج علی بن اکین الاموی الاصفہانی  
 کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ پیغمبر نے علی کو اپنی سرپرستی میں لیتے وقت اپنے امام سے ارشاد فرمایا،

اختارت من اختاره الله لي عليا

خداوند عالم نے فرزند ان ابو طالب میں سے علی کو اپنے رسول صلعم کے لیے منتخب کیا تھا تاکہ بعد رسول علی علم رسول و منصب صلعم  
 کے وارث و جانشین ہو سکیں، اولاد ابو طالب میں سوائے علی کے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو علم و حکمت، فصاحت و بلاغت، فہم و فضا اور  
 اور دوسرے کمالات میں رسول کا جانشین ہوتا، دراصل علی میں قدرت کی ایسی ہوتی، ایسی استعداد و صلاحیت تھی کہ سب سراغ نبوت سے  
 استفاضہ فرماتے جیسا کہ خود ہی فرمایا ہے، "انا من احمد كذا الفصوة من الفصوة"، یہی وجہ ہے کہ علم و فضل و حکمت و عدل میں رسول کے  
 کمالات کا اصل کے مطابق آپ بالکل صحیح نمونہ تھے، اسی لیے رسول اللہ اپنے کمالات کا امین و محافظ علی کو بناتے رہے، علی نے ایک  
 سائل کے جواب میں اپنے عزارت علم کا سبب یہ بتلایا ہے،

اني كنت اذا سألته ابنا في دأخه اسكت ابتداء في  
 (صواعق محرقة ابن حجر کی صفت طبع مصر)

علی بن ابی طالب  
 کے ساتھ  
 ہوا اور  
 وہ رسول  
 اللہ کے  
 ساتھ  
 رہے

رسول اللہ  
 نے خود  
 ہی فرمایا  
 ہے کہ میں  
 رسول اللہ  
 کے ساتھ  
 رہتا تھا



مفتی  
مفتی اعظم  
الہ آباد  
سید احمد  
شاہ

مجلس  
مجلس  
مجلس  
مجلس  
مجلس

عمره

القِيَاب

صبری

سید







اشد الناس رأيا واصحهم تدبيرا ولا تقفاه  
 لكان ادعى العرب انما افرغ من كل قلب فهو  
 محبوب الى كل نفس ظهر من حجاب العظمة بمحالية  
 فاستولى الاضطراب على الاذهان والمدا رك  
 وذهب الناس فيه من اهاب خرجت به عن  
 حدود العقل والشرعية اهل الذم تحب  
 والفلاسفة تعظم وملوك الروم تصوف في  
 بيوتها وبيعها وروساء الجيوش تكتب اسماء على  
 سيوفها كأنها هوال الخيز وانية النصر والظفر  
 (تحفة الاسلام جزء اول ص ۹ طبع مصر)

علی کے متعلق ایک مشرق کی گواہی [مستشرق شہیر گابریل انگریزی (Gabriel Enkisi) اپنی قابل قدر کتاب  
 شہسوار اسلام (Chevalier d'islam) میں جو فرانسیسی زبان میں امیر المومنین کے  
 حالات میں اس نے لکھی ہے، لکھتا ہے:۔

"علی کی بلند شخصیت میں دو صفیں "علی حد کمال" ایسی پائی جاتی ہیں کہ جن کا ایک مقام پر جمع ہونا سمجھ سے  
 باہر ہے اور تاریخ عالم میں سوائے علی کے اور کوئی دوسری مثال نہیں ملتی علی ہی کی ذات پر جو تیراں جنگ فاتح اور جنرل ہونے کے  
 ساتھ ہی ساتھ ایک زبردست عالم، فصیح ترین خطیب بھی تھی، کی "روڈنڈ" ROLAND "بایارڈ" BAYARD کے  
 متعلق یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ قرات و انجیل کی قریش و تغیر کر سکتے ہیں اور بالائے ہر فصیح و بلیغ تقریر کے قانون مدنی Caine  
 Procedur Law قانون توہرات Crimina Procedur Law کے عقود کی گرہ کشائی کر  
 سکتے ہیں، یا یہ ممکن ہے کہ مقدس تھامس ڈاکنٹ Saint Thomas d'aquin مقدس جان کریسٹوم  
 Ceint Jean Chrisostome یا شب (اسقف) ایسوپ Bishop Bossuet میدان جنگ میں ایک جا  
 سپاہی کی حیثیت سے شہرکت دشمنوں پر حملہ کرتے اور ان کی صفوں کو خاک خون میں ملاتے نظر آئیں یہ تو صرف علی ہی کی ایک مثال ہے جن کو  
 تاریخ ہمارے سامنے پیش کرتی ہے"

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ علی اپنے ان صفات کے لحاظ سے پیغمبر اسلام کے ایک زندہ معجزہ تھے، یہ شبی رجحان و حقیقت کا مظہر  
 نہیں ہے بلکہ علمائے اہلسنت بھی یہی بتلاتے ہیں چنانچہ علامہ شیخ شہاب الدین احمد الاشعری لکھتے ہیں،

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وکرم  
 اللہ وجہہ الہیہ من ایات اللہ ومعجزہ من معجزات  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو نبی بالانبياء  
 الاطی کا شرف الکروب ومجلیہا و مثبت قواعد  
 الاسلام و مرسیہا (استدلال بلدا اول طبع مصر)

علامہ محمد باقر صاحب دہلوی نے اپنی کتاب "تاریخ اسلام" میں لکھا ہے کہ "علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ الہیہ من ایات اللہ ومعجزہ من معجزات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو نبی بالانبياء الاطی کا شرف الکروب ومجلیہا و مثبت قواعد الاسلام و مرسیہا (استدلال بلدا اول طبع مصر)"

اس طرح علامہ کفای شامی اپنی کتاب طبقات میں لکھتے ہیں کہ "حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ الہیہ من ایات اللہ ومعجزہ من معجزات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو نبی بالانبياء الاطی کا شرف الکروب ومجلیہا و مثبت قواعد الاسلام و مرسیہا (استدلال بلدا اول طبع مصر)"

علی نے رسول اللہ کی تحریک علمی کو آگے بڑھایا [در اصل پیغمبر اسلام کے بعد علی ہی کی تہادہ ذات تھی جس نے رسول اللہ کی تحریک علمی کو  
 آگے بڑھایا اور دنیا سے جمل نادانی کو دور کیا آپ نے علوم و معارف کی اشاعت کی، تغفل و تغفل پر زور دیا، تحقیق و تنقید کے دروازہ  
 کو کھولا، آپ ہی نے عقل کی دہری کے ساتھ شریعت پر عمل پیرا ہونے کی تعلیم دی، آپ کے اقوال و خطبات و رسائل ہمارے اس بیان دلیل  
 ہیں، آپ کی تقریروں و خطبوں سے عربوں میں علمی بیداری پیدا ہوئی، عربوں کی بول چال کو زندہ علمی زبان بنانے کا شرف آپ ہی کو  
 اور آپ ہی نے سب سے پہلے عربی علم کو قواعد زبان کی ایجاد کی اور اس کے اصول و قواعد کو اپنے مشہور شاگرد، ابوالاسود الدلی البصری  
 کو نہ صرف زبانی تعلیم دی بلکہ لکھوا بھی دیا اور اس کے بعد ان کو لسانی تحقیقات کے لیے مقرر فرما کر مستقل ایک کتاب لکھنے پر مامور فرمایا  
 (مراتب المومنین ابو الطیب النعمانی، محاضرات رغبہ منہانی، ترجمہ ابوالاسود الدلی البصری، کتاب الادب، جلد اول، ص ۱۰۰، طبع مصر)

عربی زبان کو علی نے زندگی بخشی اور اس کو علمی مرتبہ دیا [ابو الاسود الدلی کو امیر المومنین سے بہت فیض پہنچا، جس کی وجہ سے،  
 کان اعلم الناس بکلام العرب و ترجموا الفہم یحب  
 فی کل لغة

قواعد عربیہ کی ایجاد سے علی بن ابی طالب نے عربوں اور ان کی زبان کو حیات جاودانی بخشا، اس کا اقرار خود ابوالاسود کو بھی  
 تھا جنہوں نے امیر المومنین سے یہ عرض کیا تھا  
 احببتنا و بقیت فینا ہذا اللغة

حضرت نے زبان عرب میں نہ صرف بہت سے الفاظ و کلمات، تراکیب، محاورات و ضرب الامثال کا اضافہ فرمایا بلکہ غیر زبان  
 کے الفاظ کو بھی عربی میں شامل کرنے کا علمی ثبوت دیا، ایک مرتبہ مشہور قاضی شریح سے حضرت نے کچھ دریافت فرمایا، اتنا ہی نے صحیح جواب  
 دیا، حضرت نے مجھے "اصبت" یا "جئید" ارشاد فرماتے کے اسی کے ہم معنی رومی زبان کے لفظ کو استعمال فرمایا، "قانون"  
 یعنی درست ہے، کتاب المزہر السیوطی جلد اول ص ۱۰۰ طبع مصر، شفاء السبل شہاب الدین الحنفی ص ۱۰۰ طبع مصر، اسی وجہ سے اہل لغت اس لفظ  
 کو ذکر کرنے پر مجبور ہوئے (قاموس جلد رابع) ظاہر ہے کہ قاضی شریح بن حارث بن قیس لکنہی الکوفی خالص عربی تھے اور ان کی زبان بھی  
 عربی تھی ان سے گفتگو کرنے میں امیر المومنین کا غیر عربی رومی لفظ استعمال کرنا اس امر کو صاف ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت کا رجحان غیر عرب  
 الفاظ استعمال کرنے میں کیا تھا اور یہ رجحان حضرت کا کیوں نہ ہوتا جبکہ قرآن حکیم میں، طور، رابینوں، حراط، قطاس، فردوس،  
 مشکاة، اسجل، تنور، سرب، وغیرہ لفظ کے سے غیر عربی الفاظ استعمال ہوئے ہیں،

علی کی تحریک علمی اور اس کے موانع [حضرت عربوں (مسلمانوں) کو ایک جاہل جنگ جو سپاہی نہیں بنانا چاہتے تھے بلکہ آپ کا مسلح نظریہ تھا  
 کہ وہ دولت دین کے مالک ہونے کے ساتھ ہی ساتھ علم و حکمت کے بھی سر پایہ دار بنیں اور اپنے دولت دین و نور علم سے تمام دنیا کو مالا مال و منور کریں  
 اور دنیا کو انوث و مساوات کا سبق پڑھائیں، لیکن امیر المومنین نے جب تمام حکومت کو اپنے ہاتھوں میں لیا ہے اس وقت تعصب قومی و  
 طبقات کا دور دورہ تھا اسلامی مساوات و روا داری کو عربوں نے بھلا دیا تھا، الاستاذ الشیخ عبداللہ العلامی لکھتے ہیں

ان نفس عمار الکبیر لم تکن تفکر الا بالتوسع  
 فهو لم یعد الشعب للاستقرار و انما اجتهد  
 باعدا دہ العرب لبسبیل نشأ المبداء کا  
 سلاھی المجدید فی اکبر رقعۃ من الارض  
 و ہذا الخطة وان لم تکن افادات العرب  
 دولة واسعة الارحاء الا انھا غیر متماسک

غیر عربی الفاظ  
 کو استعمال کرنے  
 میں علی کا  
 رجحان

علی کا  
 علم و  
 حکمت  
 کا  
 مظہر  
 تھا



فیضا و سحران ما انتفعت فیها العصبیة  
 القبیلۃ والعصبیة الشعبیة وعانت  
 الدولة استبد العناء فی رفق الفتوق التي  
 اوقفت کل نشاط متمر ولعل اکبر دلیل علی  
 عدم نظم التعالیم الاسلامیة فی نفوس  
 العرب انهم سمعوا بعنصرهم فوق العناصر  
 حتی لک انهم استقراتیة علی الناس  
 کافة واکسلا لا یعرف استقراتیة الجماعیة  
 الجنس بل حانس بین الشعوب حین  
 خلقهم من ذکروا نثی وجعلهم شعوبا و  
 قبائل لیتعارفوا علی مثل خاصه ومباری  
 فضلی وتعالیم قویة کالتفاضل فیما دون  
 اتباعها ومن هذا الظاهر ان عصبیة العربی  
 کانت تعمل ضد اخیه العربی وضد اخیه  
 المسلم من شائر الشعوب مما استنبهه  
 اعتزاز الشعوبی بقبیلۃ وماضیه ایضا  
 فی معتارف هذه العصبیات القبیلۃ  
 والشعوبیة اخل الرباط الاسلامی الصمیم  
 محرم کما یقال انهم لک برزخیة فی ربه من سلب  
 عن الثقة عنده انه سمع سعید بن المسیب  
 یقول ابی عمر بن الخطاب ان یورث احدنا من  
 الاعاجم الا احد اولد فی العرب  
 قال مالک وان جلت امره فاحمل من  
 ارض العدو فوضعتہ فی ارض العرب فهو  
 ولدها یرثها ان ماتت وترثه ان مات

(الوطاء امام مالک جلد دوم ص ۱۲)

اس عصبیت کے علاوہ ایک اور مشکل تھی جس سے علی کو اپنے دوزان حکومت میں دوچار ہونا پڑا، وہ مشکل تقسیم اموال سے متعلق ہے۔ علامہ غلامی لکھتے ہیں:-

ان سمر راس "وخالفه علی" ان لا یجعل من  
 قاتل رسول الله کمن قاتل معه فنجعل  
 الامتیاز بحسب المساقفة فالذی قاتل یوم  
 بدر یفصل من فی فتوح العراق والشام ومن  
 غنایات التفاوت الملموس فی الاعطیات  
 وتشکل فی طبقات ودرجات فطرافة تاختل  
 خلیفہ کے طریق تقسیم اموال میں حضرت علی کو اختلاف تھا،  
 حضرت عمر کا یہ خیال تھا (جس پر موصوف نے عمل بھی کیا) کہ  
 وہ مسلمان جو (حالت کفر میں) پیغمبر سے جنگ کر چکے ہیں ان کو تقسیم  
 مال میں وہ حصہ نہ ملنا چاہیے جو رسول کے ہمراہ شریک جہاد رہنے  
 والوں کے لیے اس لیے خلیفہ دوم نے اصحاب میں امتیاز پیدا کیا بجائے  
 بدر کو باہر بن موانی و شام پر فضیلت دی اس صورت میں مسلمانوں

خلفہ کے طریق تقسیم اموال میں حضرت علی کو اختلاف تھا،  
 حضرت عمر کا یہ خیال تھا (جس پر موصوف نے عمل بھی کیا) کہ  
 وہ مسلمان جو (حالت کفر میں) پیغمبر سے جنگ کر چکے ہیں ان کو تقسیم  
 مال میں وہ حصہ نہ ملنا چاہیے جو رسول کے ہمراہ شریک جہاد رہنے  
 والوں کے لیے اس لیے خلیفہ دوم نے اصحاب میں امتیاز پیدا کیا بجائے  
 بدر کو باہر بن موانی و شام پر فضیلت دی اس صورت میں مسلمانوں

عطاء کبیرا واخری عطاء متوسطا والاخریة  
 یأخذون عطاء ضعیفا، هذه التقسیم  
 المالی اوجہد تماثرا کبیرا واقام المجتمع العربی  
 علی قاعدة الطبقات بعد ان کانوا سوا فی  
 نظر القانون الثنیة، فخذ اوجہد استقراتیة  
 وشعبا و عامۃ

(تاریخ الحنین نقد و تحلیل ص ۱۷۶ و ۱۷۷ طبع بیروت)

ظہر وقتہ کی انتہا کر دیتا ہے، کچھ لوگ خداوند قدیم ہوجاتے ہیں اور کچھ ان کے غلام و بندے۔  
 علی بیست کو بند کرنا چاہتے تھے اور پھر پوچھا اب علی کو اپنے عہد حکومت میں دو قسم کی جنگیں سر کرنی تھیں، ایک فزونی طاقت و استبداد کو ختم  
 بڑا آپ کی نگاہوں میں یکساں تھا، کرنا جو اسلام کو دوسروں کی دولت و مالک پر قبضہ کرنا اور احاطہ فتوحات کو وسیع بنانے کا ذریعہ  
 سمجھتا تھا، جو زعم استقراتیہ میں ہر قرشی کو اولیٰ بالتصرف سمجھتا تھا اور عربوں کو تعیش و آسودگی کا حق دے کر موالیٰ و عجم کو غلام  
 بنانا تھا

ابوالقاسم علی بن احمد العلوی الکوفی المتوفی ۳۵۲ھ اپنی کتاب الاستغاثہ میں لکھتے ہیں:-  
 فیزہم عمر فاطق ترویم قریش فی سائر  
 العرب والجمہ وتزویم العرب فی سائر الجمہ  
 ومنع العرب من التزویم فی قریش ومنع الجمہ  
 من التزویم فی العرب

(الاستغاثہ ص ۱۷ طبع عراق)

علی اس پالیسی کے بالکل خلاف تھے آپ نے پوچھا کیا "ایجوڑ تزویم الموالیٰ بالعربیات" کیا غیر عرب (موالیٰ) کے ساتھ عربی  
 عورت کا نکاح ہو سکتا ہے، فرمایا "فقال تنکح فاع دما عکہ ولا تنکح فاع ورجلکم" کیوں نہیں ہو سکتا اسلام ان کو زندگی  
 و حیات کے حقوق تو دے اور معاشرت و ازدواج کے حقوق نہ بخشے۔ اس ذہنیت کا آخریہ نتیجہ ہو گیا تھا کہ ایک موالیٰ نے اعراب  
 بنی سلیم کی لڑکی سے نکاح کیا تو والدی وقت نے زن و شو میں جدائی کرادی تھی اور اس بیچاؤ سے کو سو دسے مارے گئے اور  
 سر، ڈاڑھی و دونوں بھوؤں کے بال کو مونڈ دیا گیا (آغا خان جلد ۱۲ ص ۱۵۵ جع مصر) حجاج نے بیچارے بنیظیوں کے ساتھ یہ کیا تھا کہ ان کے  
 ہاتھوں میں شمشیر سے زلت کے گودے اور نشانے لگوا دیے تھے (شرح ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۱۳۳) حجاج جب واسط گیا تو بنیظیوں کو خانہ البلاک  
 دیا تھا اور بصرہ کے ماتحت حاکم کو لکھا کہ ان لوگوں کو تم بھی شہر بدر کرد و حاکم نے تعمیل حکم کے بعد یہ لکھا کہ میں نے سوائے ان بنیظیوں  
 کے جو قاری قرآن اور تفقہ فی الدین رکھتے تھے سب کو نکال باہر کیا اس پر حجاج نے حاکم کو لکھا کہ جب میرا یہ حکم سمجھو تو طیب کو بلو کہ  
 اپنے جسم کی روک کر اس کا معائنہ کراؤ اگر اس میں بظنی لگ ہو تو کوٹاؤ (محاضرات الادب جلد اول ص ۲۱) حجاج کا حکم تھا کہ کو فہ میں سوائے عربی  
 النسل کے کوئی موالیٰ وغیر عرب نماز جماعت نہ پڑھائے (مقد الفریز جلد اول ص ۲۰) اور نہ کوئی موالیٰ قاضی ہو سکتا تھا حالت یہ تھی کہ  
 اگر کوئی عربی بازار سے سامان لا رہا ہے یا بوجھ لے رہا ہے اور راہ میں کوئی غیر عرب و موالیٰ مل گیا تو اس پر لاؤ واد و مہمت کی بگاری  
 سے انکار نہیں کر سکتا تھا اور نہ کہیں کوئی شنوائی تھی، اسی طرح اگر کوئی غیر عرب و موالیٰ سوار ہے تو عرب جو پیدل ہوتا اپنی توپیں  
 سمجھتا اور اس بیچارے کو اتار دیتا (محاضرات الادب جلد اول ص ۲۲)

خلیفہ عباسی مامون رشید کا یہ بیان ہے کہ:-

ان عمر بن الخطاب کان یقول من کان جارا بنظیا  
 واحتاج الی ثمنہ فلیبعہ  
 (عیون الاخبار ابن قتیبة)

حضرت عمر کا یہ قول تھا کہ اگر کسی عرب کے ہمراہ میں کوئی بنظی، ہتیار  
 تو یہ عرب ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے اس کی زائد بنظی کو بیچ  
 کر اپنی حاجت کو پورا کر سکتا ہے۔

غلامی کے  
 عہد میں  
 تقسیم کی  
 طبقات کا  
 دور دورہ  
 ہوا

عمر بن  
 خطاب  
 سے روایت  
 کیا گیا

تقسیم  
 کی

تقسیم  
 کی



ایک مرتبہ بیت المقدس میں عبادہ بن صامت صحابی نے ایک نبی سے کہا کہ ان کے مرکب کو وہ پکڑے رہے، اُس نے انکار کیا اُس پر انھوں نے اُس کو اٹھا مارا کہ اس بیچارے کا سر پھٹ گیا، خلیفہ دوم عمر بن خطاب اس زمانے میں وہیں موجود تھے، اس نے خلیفہ سے فریاد کی، زید بن ثابت نے خلیفہ سے کہا "انقد عبدی من اخیای" کیا آپ غلام کا قصاص اپنے بھائی سے لینگے، یہ سن کر خلیفہ نے عبادہ بن صامت کے قصاص نہیں لیا (سنن البیہقی جلد ۲۲ کنز العمال جلد ۲۲) پھر اجماع بیوطی) وہی ایک مسلمان نے ایک ذمی کو اٹھا مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا، خلیفہ دوم کے سامنے اس کا مقدمہ آیا تو معاذ بن جبل نے فتویٰ دیا کہ ایسے مسلمان سے جس نے کسی ذمی کو زخمی کیا ہو قصاص لینا ناجائز ہے، وہ مسلمان بغیر سزا کے چھوڑ دیا گیا (کنز العمال جلد ۲۲) اسی طرح ایک ذمی کو کسی مسلمان نے بے خطا مار ڈالا، خلیفہ دوم نے بغیر قصاص کے قاتل کو چھوڑ دیا، اس مرتبہ بھی زید بن ثابت نے یہی دلیل خلیفہ کے سامنے پیش کیا تھا "انقد عبدی من اخیای" غلام کا قصاص اپنے بھائی سے کیونکر لے سکے (کنز العمال جلد ۲۲) ایسے ہی ایک واقعہ شام میں پیش آیا کہ ایک ذمی کو مسلمان نے ناحق قتل کر دیا خلیفہ دوم تک اس کا مقدمہ آیا، ابو عبیدہ نے خلیفہ سے کہا "ارایت لو قتل عبدی لکن قاتله بید" کیا یہ مسلمان اگر اپنے غلام کو قتل کر ڈالتا تو اس کے عوض اس کو قتل کرتے یہ سن کر عمر قاتل کو بغیر قصاص کے چھوڑ دیا (سنن البیہقی جلد ۲۲ کنز العمال جلد ۲۲)

ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ غیر عرب مسلمان اور اہل ذمہ کن بدترین حالات میں مبتلا تھے مقدس شہر مکہ اور مدینہ کے لوگوں کے لوگوں سے آباؤ اجداد اور مملکت شام ان لوگوں کی حفاظت گاہ، مصر و عراق ان کی چراگاہ اور رہنما تھا، علیؑ کو انھیں لوگوں سے مقابلہ کرنا تھا اور یہی اصل سبب تھا جس کی بنا پر اشراف عرب و قریش علیؑ کی حکومت کو نہیں پسند کرتے تھے۔

مصر حاضر کا مشہور مورخ لکھتا ہے:-

فقد کان علی ابن ابی طالب لا یفصل شریعتاً علی مشرک ولا عربیاً علی عجمی ولا یصلح الرؤسا و امراء القبائل فکان ھذا اکد الاسباب فی تقاعد العرب عنہ

علی بن ابی طالب شریف کو غیر شریف پر اور عربی کو عجمی پر ذمیت نہیں دیتے تھے اور نہ رؤسا و امراء قبائل سے چاہی کسی کرتے تھے عربوں کا حضرت سے کنارہ کش ہو کر بیٹھ جانے کا یہی اصل سبب ہے (ضعیف الاسلام ہجرت جلد اول ص ۱۷۱ جلد اول ضعیف)

مورال غیر عرب حضرت نے ان دونوں کو مساوی طریقہ سے دراجہم و طعام دیا۔ یہ دیکھ کر ذن عربیہ کہنے لگی میں عرب ہوں اور یہ بھی غیر عرب، آپ نے دونوں کو برابر کر دیا، ارشاد فرمایا "انی والله لا اجد لبنی اسمعیل فی ھذا النبی فضل علی بنی اسمعیل"

اس مال میں میرے نزدیک اولاد اسمعیل کو بھی اتنی ہی فضیلت و شرف نہیں ہے، سب یکساں برابر برابری ہیں گے۔

(ابن ابی الحدید جلد اول ص ۱۷۱ طبع مصر)

مورخ مدنی روایت کرتے:-

ان طائف من اصحاب علی مشوا الیہ فقالوا یا امیر المومنین اعط ھذا الاموال فضل ھو کما الاشراف من العرب و قریش علی المولی و العجم و استحل من تخان خلاف من الناس و فرأوا انما قالوا ھذا لک لما کان معاویہ یضع بالمال فقال لھم اتامرونی ان طلب النصار بالعجم لا والله کا افعل ما طلعت شمس ما لاس فی السماء فجم والله لو کان المال لی لو اسیت بیدھم فکیف و انما ھو المومنین

بعض صحابہ حاضر ہو کر حضرت کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ آپ اموال کو تقسیم کرتے وقت اشراف عرب و قریش کو (بہر مصلحت) مولیٰ و عجموں پر فضیلت دیا کریں، اور انھیں زیادہ عطا فرمائیں اور اس طرح ان لوگوں کی دلجوئی فرمائیں تاکہ یہ خطرہ کہ یہ لوگ آپ کے خلاف ہو کر معاویہ سے مل جائیں، جتا رہے لوگوں نے یہ سترہ اس لیے دیا تھا کہ معاویہ مساوات نہیں کرتا تھا جو کہ جو چاہتا تھا دیا کرتا تھا، یہ سن کر حضرت نے ارشاد فرمایا، کیا تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ غلام جو بے کامیابی حال کروں (خدا کی قسم جب تک اسے آسمان پر چکے ہیں میں بھی ایسا نہ کروں گا، بخدا اگر یہ میرا ذاتی مال ہوتا اس وقت بھی میں

(ابن ابی الحدید جلد اول ص ۱۷۱ طبع مصر)

حضرت قریش کو غیر قریش پر، عرب کو عجم پر، حتیٰ کہ اپنے عزیزوں کو بھی حق کے معاملہ میں کسی طریقہ پر ترجیح دینے کو تیار نہیں تھے، آپ طبقات و امتیازات اور غیر اسلامی نظام سرمایہ داری کو ختم کرنے کے لیے رسول اللہ کی سنت تقسیم بالموہ پر برابر عامل رہے اسی علیؑ دنیائے بھل کو مٹانا چاہتے تھے حضرت کی دوسری جنگ طاعت جہل کے خلاف تھی جس کو مٹانے کے لیے رسول اللہ نے اقدام کیا اور جس کے لیے قرآن دعوت دے رہا تھا پیغمبر کے بعد جہل کو مٹانے کے لیے اب تک حکومت نے کوئی مفید اقدام نہیں کیا تھا بلکہ شروع میں تصنیف و تالیف اور تدبیر و فکر و افہام و تفہیم کے خلاف علیؑ کا رویہ ایسا ہی تھا کہ اس کی گتیں تھیں اور علیؑ نے اس مخالف دودھیں بھی جبکہ آپ ایک معمولی شہری کی حیثیت سے مدینہ میں رہتے تھے اشاعت علم میں آپ مصروف رہے،

رایٹ آئریبل سر تیا امیر علیؑ لکھتے ہیں:-

جس زمانہ میں اسلام دور دورہ ممالک میں پھیل رہا تھا علیؑ مدینہ میں عربوں کی ابھرتی ہوئی قوم کی دماغی قوت کو بڑھا رہے تھے، مدینہ کی جامع مسجد میں علیؑ اور ان کا کم زاد بھائی و شاکر عبداللہ بن عباس ہفتہ وار فلسفہ، منطق، فصاحت و بلاغت، احادیث و فقہ پر لکچر دیا کرتے تھے، یہ ابتداء تھی اس دماغی تحریک کی جس نے بعد میں بہت زور و شور کے ساتھ ہندو میں پھول کر، (SPIRIT OF ISLAM PAGE 47)

علیؑ اپنے مقصد کی کامیابی کے لیے ایک جدید شہر چاہتے تھے، سوم کے بعد اس شہر میں بڑے بڑے سرمایہ دار و جاگیر دار رہتے تھے وہ کیونکر علیؑ کی اس تحریک میں حضرت کے معین و مددگار بن سکتے تھے، ان کے اور علیؑ کے نصب العین اور نظریہ میں بڑا فرق تھا، اس لیے علیؑ نے ایک ایسے شہر کو اپنا مرکز بنایا جہاں آپ بیک وقت ہر دو لڑائیوں کو لڑ سکتے تھے، تبلیغ فکر و دانش اور تعلیم علم و فنون کے لیے بھی دونوں کی ضرورت تھی اور دشمن سے حرب و ضرب کے لیے بھی، چنانچہ حضرت نے ایسے مقام کو تبلیغ فکر و دانش و تعلیم علم و فنون کا مرکز اور اپنا معرکہ (کنوینٹ) قرار دیا جہاں کی اکثریت اقتصاد و معاشرتی حیثیت سے دیکھی اور ثنائی ہوئی ضرور تھی، لیکن وہ سرزمین بابل و بینوی کی قدیم ترین تہذیب کا گوارہ تھی جہاں بادشاہ عرب نعمان بن المنذر نے عربی ادبیات و اشعار کو سرور زمین کے محفوظ کیا تھا (الزہری بیوطی) جہاں ایرانی تہذیب و تمدن کے گہرے نشانات نمایاں تھے اور مولیٰ و عجموں کی نوآبادیات تھیں جہاں کے لوگ مرقیونی، دیلمانی، اور مانی کے فلسفہ و رجحانات سے آشنا تھے، جہاں صابئین، حمزوی، زنادقہ اور سہلیہ پائے جلتے تھے علیؑ

علی مرقیون MARCION دوسری صدی مسیحی کا ایک عیسائی عالم تھا جو اپنے خود اراد خیالات کی وجہ سے چرچ کی جانب سے کافر و مرتد بنا دیا گیا تھا عیسائیت کے الگ ہونے کے بعد اُس نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا تھا جو بحیثیت سے ملّا جلتا تھا اس نے عبد متیق وجہ یدک بعض کتابوں کا کتب آسمانی ہونے سے انکار کیا اور نور و ظلمت دو اصل متضاد کا اس حیثیت سے معتقد تھا کہ چونکہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے ضد ہیں اور بالاحوال آپس میں متضاد و متضاد کا امکان نہیں ہے اس لیے ایک تیسری چیز جو نور سے بہت اور ظلمت سے بالاتر ہے وہ ان دونوں کی آمیزش و اختلاط کا باعث ہو کر وجود عالم کا سبب بنی اس طرح گویا ثنویت و تثلیث ان دونوں کو اس نے سمو یا ہے اس کے علاوہ اور بھی نظریات ہیں اس کے پیرو مرقیونی کہلاتے ہیں اس فرقہ کے لوگ دوم شام ایران و عراق میں منتشر تھے (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو مصلح و الخیال التنہر ستانی، البینہ والاشراف بحار الاولاد)

ابن دیسان BARDASANE (۶۱۵-۶۲۲) یہ شخص مصلح و الخیال التنہر ستانی، البینہ والاشراف بحار الاولاد فرقہ کی رو کیا کرتا تھا لیکن بعد میں اُس نے خود ایک نیا مذہب ایجاد کیا جس کی وجہ سے چرچ نے اُس کے ارتداد و کفر کا فتویٰ دیا، ابن دیسان تمام غری اور مورخ تھا اور ثنویت کا عقیدہ رکھتا تھا اس کا خیال تھا کہ نور ناعل خیر یا اختیار ہے اور ظلمت ناعل شر یا اضطراب ہے، انکی، خیر، نفع، خوشبو نور کی علامت ہیں اور قبح، شر، ضرر، عفت و کفایت نے پیدا کیا ہے، نور اسی عالم، مددک و قادر ہے اور حرکت و زندگی کا وہی باعث ہے اور ظلمت مردہ، جاہل و عاجز و بے شعور و بے حرکت ہے قابل عمل و تیز نہیں ہے ابن دیسان کے پیرو دیلمانی کہلاتے ہیں اس عقیدے کے لوگ خراسان اور فرات کے نشیبی حصہ میں پائے جاتے تھے تیسری صدی مسیحی میں بھی اس عقیدے کے لوگ عراق میں موجود تھے جن میں انشاکر دیلمانی مشہور ہے (ملاحظہ مل داخل شہرستانی کتاب البینہ والاشراف بحار الاولاد جلد دوم) بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰ پر دیکھو

علیؑ کو دہم جگہیں سرکنا تھیں

علیؑ مخالفت دور میں اشراف علم کرتے رہے

شہر کو ذکے خصوصیت

م تہی

دہم







هم اهل البصر والكوفة فقط بين امصار العرب  
واو في حيثيت دي (كتاب المهر جلد اول صفحہ ۱۰۵ طبع مصر)

رحمته ان العلم انتهى الى من ذكرنا من اهل  
المصريين الكوفة والبصرة على الترتيب الذي تنبأ به  
وهو لاد اصحاب الكتب والمجموع اليهم في العرب  
ولا علم في العرب الا في هاتين المدنيتين الكوفة  
وبصرة فاما مدينة الرسول فلا تعلم بها اماما  
في الامة "واما سلكه فكان بها رجل من الموالي  
الشد شيئا من النور وضع كتابا لا يبارى شيئا"

یہی کوڑے جہاں سے اسلامی ثقہ (قانون) کی اشاعت ہوئی، یہیں سب سے پہلے فقہاء متکلمین و فلاسفہ پیدا ہوئے اور انھیں دونوں مقام پر  
اسلامی مفکرین کی ترقی و ترقی ہوئی جنھوں نے ظنیہ طبعیات، الہیات، کیمیا و طبیعت کے مسائل پر روشنی ڈال کر تمام دنیا کے اسلام کے بڑے بڑے  
شعروں میں علوم و فنون کو پھیلایا اور مدارس تعلیم کا بول کا رواج ہوا جہاں ظنیت کہہ یورپ کے تشنگان علوم سیراب ہونے کے لیے آئے تھے، علماء  
ہندو کی مدد سے اس کی وضاحت کی ہے کہ اولین مفکرین اسلام جنھوں نے الہیات کے علوم پر بحث و نظر کی ہے اور توحید و عدل و جبر و  
اختیار و قضا و قدر کے مسائل حل کئے ہیں وہ اس علم میں علی ابن ابی طالب ہی کے شاگرد تھے، اسی طرح فقہائے اسلام اور ائمہ اربعہ و غیرہ  
شافعی، احمد بن حنبل، مالک بن انس ان سب کے معلم اول بھی جن سے علم فقہ ان تک پہنچا، علی ابن ابی طالب ہیں، ایہ مفسرین بھی علی ہی  
کے شاگرد ہیں، انہ صریح علوم شریعت ہی کے اسناد امیر المؤمنین ہیں، باقی علم تصوف، طریقت و حقیقت کا سلسلہ بھی علی ہی پر جا کر ختم ہوتا ہے  
جس کے اقوال مثلاً ابن سیرین، سیر بن سقی، ابو یوسف، سہبائی، معروف کرچی کو ہے، یونہی علوم عربیہ قواعد زبان کے استاد اول حضرت علی ہیں  
(تقریر ابن ابی کثیر جلد اول) "القول فی علیہ" طبع مصر

علی بروقت اور مرحلت میں تعلیم و ہدایت امیر المؤمنین علی کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ تعلیم علوم و ارشاد و ہدایت کے لیے ہر وقت اور ہر حالت میں  
کے لیے توجہ دیتے تھے۔ آگاہ رہتے تھے، صرف یہی نہیں تھا کہ جب آپ مسجد کوفہ کے منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے  
مستول رشتہ و ہدایت ہوں یا اس کے لیے کوئی وقت ہی مخصوص ہو، منبر تو تعلیم و ہدایت کے لیے مخصوص تھا ہی، حضرت اس کے علاوہ  
بھی روز و شب، اس وقت حضور پر موقع پر تشنگان علوم و معرفت کو سیراب فرماتے رہتے تھے، انہاں کے جب تک جمل کے موقع پر جب کہ میدان  
کا زائر تھے، انھیں کشتوں پر بٹھائے کر رہتے تھے اور شریعت شجاعت علی بن ابی طالب ہر حالت غیظ و غضب تلوار کو نیام سے باہر نکالے  
ہوتے و شمشیر کے سامنے کھڑے ہوتے تھے کہ دفعتاً ایک اعرابی حضرت کے قریب آیا اور اس نے پوچھا وہ یا امیر المؤمنین القول  
ان الله واحد "اے امیر المؤمنین ذرا بتلایئے تو آپ خدا کو ایک کہتے ہیں، ایک" کا اطلاق اس پر کیونکر ہے؟

اعرابی کی اس جہالت کو دیکھ کر مجاہدین اسلام اس پر پھر بڑے اور کہنے لگے "یا اعرابی اما تری فیہ امیر المؤمنین من تقسیم قلب  
اے اعرابی کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ امیر المؤمنین اس وقت حالت جنگ میں ہیں، اس کو خاطر کہاں نصیب جو مجھے جواب دیں، یہ دیکھ کر  
حضرت نے اپنے نوٹیوں سے فرمایا "دعوا فان الذی یرید الا عرابی یرید الذی یرید لا من القوم" دور ہٹو  
اس کو چھوڑ دو، اس اعرابی کا وہی مقصد ہے جس مقصد کے لیے ہم اس وقت دشمنوں سے جنگ کر رہے ہیں، حضرت کا مطلب یہ  
تھا کہ تعلیم علوم و معرفت ہمارا اصل مقصد ہے اور یہ لوگ جو ہم سے برسرِ پیکار ہیں وہ ہمارے اصل غایت و غرض کو پورا نہیں ہونے  
دیتا جانتے اسی لیے یہ لوگ بغاوت کر کے جنگ کر رہے ہیں اور تعلیم و تحقیق ہم پر ہر حالت میں لازم ہے اس لیے اس اعرابی کے سوال  
کا جواب دینا اور اس کو مطمئن کرنا ہم پر فرض ہے اس کے بعد اعرابی کی طرف توجہ ہو کر حضرت نے ارشاد فرمایا،

تاک یا اعرابی ان القول ان الله واحد علی البصر  
اے اعرابی یہ قول کہ خدا ایک ہے یہ چار معنوں میں ہو سکتا ہے لیکن  
اشارہ فوجیان منھا لا یجوز علی الله عز وجل  
دو جہان یثبتان فیہ فاما اللذان لا یجوزان  
ان میں سے دو معنی خدا کے لیے درست نہیں ہیں اور دو معنی اس  
کے لیے درست و صحیح ہیں لیکن وہ دو معنی جو خدا کے لیے درست اور

علیہ فقول القائل واحد یقصد به باب  
الاعداد فهدا اما لا یجوز لان مالا ثانی له لا  
یدخل فی باب الاعداد اما تری انه کفر من مال  
ثالث ثلثه، وقول القائل هو واحد من الناس  
یرید به النوع من الجنس فهدا اما لا یجوز  
علیہ لانه تشبیہ وجعل ربنا عن ذلک و  
تعالی اما الوجهان اللذان یثبتان فیہ فقول  
القائل هو واحد لیس له فی الاشیاء شبه  
کن ذلک ربنا وقول القائل انه عز وجل  
احدی المعنی یعنی به انه لا ینقسم فی وجود  
ولا عقل ولا وهم کن ذلک ربنا عز وجل

لیکن اللہ تعالیٰ جو حضرت محمد بن ابی القحطانی سے روایت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا  
ہیں ہو سکتا اور عقل و ہم اس کا درک کر سکتی ہے ہمارا رب ایسا ہی ہے جو خیال و قیاس و گمان و ہم سے بڑے اور اس کے وجود کو اس  
کی ذات سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔  
یہ ہیں الہیات کے دقیق مسائل جن کو میدان جنگ میں باب مذہبیہ علم مختصر الفاظ میں عام فہم و آسان کر کے بیان فرما رہے ہیں اور جس کو بڑے  
بڑے حکماء و فلاسفہ اپنے ضخیم مجلدات میں بھی نہیں صاف کر سکے ہیں۔

امیر المؤمنین اکثر الہیات کے مسائل کو مختصر اور جامع و مانع الفاظ میں اس طرح بیان کر دیتے ہیں کہ دریافت کرنے والا مطمئن  
ہو جایا کرتا تھا، علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ ایک یہودی نے حضرت سے دریافت کیا "صفتی کان ربنا" خدا کا  
بے ہے یہ سن کر حضرت کے چہرے کا رنگ تغیر ہو گیا اور جواب میں ارشاد فرمایا،  
قال لمسکن مکان ولا کینونہ کان بلا کیف کان  
لیس لد قبل ولا غایۃ انقطع الغایات دونہ  
فہو غایۃ کل غایۃ، فاسلم الیہودی

لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ وقت اور اقتضا، محل و سامعین کے لحاظ سے مفصل و طولانی جواب بھی ارشاد فرماتے تھے جیسا کہ حضرت  
ایک روز اپنے مکان میں نشر لیت رکھتے تھے، نوف بن عبد اللہ حضرت کے صحابی نے آکر اطلاع دی کہ حضرت سے ملنے کے لیے  
چالیس یہودی حاضر ہوئے ہیں آپ نے حکم دیا بلاؤ، ان لوگوں کے آنے کے ساتھ ہی قبل اس کے کہ انھیں حضرت سے یوں متفرق  
ہوئے۔  
یا علی صفت لنا ربک ہذا الذی فی السماء کیف  
هو؟ وکیف کان؟ ومتی کان؟ وعلی ای  
شیء هو؟  
فاستری علی جالسا وقال معشۃ الیہود اسمعوا  
معنی ولا تبالوا ان لا تسألوا احد اغیری  
نہیں کیا ہے جو جواب سے عاجز ہو، اچھا سنو! حضرت  
اس کے بعد ایک طولانی تقریر فرماتے ہیں جس کا ابتدائی حصہ یہ ہے،

جائز نہیں ہے، ایسے کہنے والا اگر ایک کہے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ  
وہ اعداد شمار ہیں سے ایک ہے تو یہ خدا کے لیے جائز نہیں ہے اس  
بے کہ جس کا ثانی نہ ہو وہ اعداد میں سے نہیں ہو سکتا کیا نہیں کہتے  
ہو کہ جس نے یہ کہا کہ خدا تین میں کا تیسرا ہے، وہ کافر ہے اسی طرح  
سے اگر کوئی خدا کو ان معنوں میں ایک کہے جیسے کہتے ہیں کہ وہ شخص  
آدمیوں میں سے ایک سے مطلب یہ ہے کہ ایک نوع ہے جس میں  
سے ان معنوں میں بھی خدا کو ایک کہنا درست نہیں کیونکہ اس سے  
تشبیہ لازم آدے گی اور ہمارا پروردگار اس سے پاک ہے یہ دو  
معنی تو ایسے ہیں جو خدا کے لیے درست نہیں ہیں لیکن وہ دو معنی ہیں  
کی بنا پر خدا کو واحد کہنا صحیح ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایسا کہتا ہے کہ  
اشیاء میں اس کے شائبہ کچھ نہیں، اور دوسرے معنی جو اس کے لیے درست  
ہے وہ یہ ہے کہ وہ "احدی المعنی" ہے یعنی وہ وجود میں تقسیم  
نہیں ہو سکتا اور عقل و قیاس و گمان و ہم سے بڑے اور اس کے وجود کو اس  
کی ذات سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

یہ ہیں الہیات کے دقیق مسائل جن کو میدان جنگ میں باب مذہبیہ علم مختصر الفاظ میں عام فہم و آسان کر کے بیان فرما رہے ہیں اور جس کو بڑے  
بڑے حکماء و فلاسفہ اپنے ضخیم مجلدات میں بھی نہیں صاف کر سکے ہیں۔  
امیر المؤمنین اکثر الہیات کے مسائل کو مختصر اور جامع و مانع الفاظ میں اس طرح بیان کر دیتے ہیں کہ دریافت کرنے والا مطمئن  
ہو جایا کرتا تھا، علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ ایک یہودی نے حضرت سے دریافت کیا "صفتی کان ربنا" خدا کا  
بے ہے یہ سن کر حضرت کے چہرے کا رنگ تغیر ہو گیا اور جواب میں ارشاد فرمایا،  
قال لمسکن مکان ولا کینونہ کان بلا کیف کان  
لیس لد قبل ولا غایۃ انقطع الغایات دونہ  
فہو غایۃ کل غایۃ، فاسلم الیہودی

لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ وقت اور اقتضا، محل و سامعین کے لحاظ سے مفصل و طولانی جواب بھی ارشاد فرماتے تھے جیسا کہ حضرت  
ایک روز اپنے مکان میں نشر لیت رکھتے تھے، نوف بن عبد اللہ حضرت کے صحابی نے آکر اطلاع دی کہ حضرت سے ملنے کے لیے  
چالیس یہودی حاضر ہوئے ہیں آپ نے حکم دیا بلاؤ، ان لوگوں کے آنے کے ساتھ ہی قبل اس کے کہ انھیں حضرت سے یوں متفرق  
ہوئے۔  
یا علی صفت لنا ربک ہذا الذی فی السماء کیف  
هو؟ وکیف کان؟ ومتی کان؟ وعلی ای  
شیء هو؟  
فاستری علی جالسا وقال معشۃ الیہود اسمعوا  
معنی ولا تبالوا ان لا تسألوا احد اغیری  
نہیں کیا ہے جو جواب سے عاجز ہو، اچھا سنو! حضرت  
اس کے بعد ایک طولانی تقریر فرماتے ہیں جس کا ابتدائی حصہ یہ ہے،

یا علی جو آپ کا آسمان والا رب ہے، ذرا اس کی صفت تو  
بیان کیجئے، کیا ہے؟ کیسا تھا؟ کب تک رہے گا؟ کس چیز  
پر ہے؟  
یہ سن کر حضرت دو زانو بیٹھ گئے اور فرمایا اے گروہ یہود  
مجھے اس کا جواب تمھیں ملے گا تم نے میرے سوا کسی اور سے سوال

محل و سامعین  
کے اعتبار  
سے معنی  
علی کا جواب



ان ربی عز وجل هو الاول لم یبد مہما، ولا ما نزع مع ما، ولا حال  
وہما، ولا شہبہ یقصر، ولا محجوب فی حوی، ولا کان بعد ان لم یکن فیقال

حادث، بل جل ان یکیف الکیف للامشیاء  
کیف کان بل لم یزل ولا یزول لا اختلاف  
الازمان ولا لتقلب شان بعد شان وکیف  
یوصف بالاشیاء وکیف ینعت بالالاس  
الفصاح من لم یکن فی الامشیاء فیقال بان  
ولم یکن عنہا فیقال کاش بل ہو بلا کیفیة  
وهو اقرب من حبب الوریب وابعث من الشہ  
من کل بعد لا یخفی علیہ من عبادة شخوص  
لخطة ولا کمر ولفظة ولا از دلاف رقة  
ولا انبساط خطوة فی غسق لیل داج ولا  
ادلاج لا یتغشی علیہ القمر المنیر ولا انبساط  
الشمس ذات النور، بضوئہما فی الکروور ولا  
اقبال لیل مقبل ولا ادبار نہار مدبر الا و  
هو محیط بامیرید من تکوینہ فهو العالم بکل  
مکان وکل حین وکل اوان وکل نہایة  
ومدة والامد الی الخلق مضرب والحد  
الی غیرہ منسوب لم یخلق الامشیاء من  
اصول اولیة ولا باوائل کانت قبلہ یدیه

..... الی اخر الخطبة ( یہ خطبہ بہت طولانی ہے )

وخطبہ  
کتب  
الاست  
میں ہے

خالبا جناب سید ضعی اس خطبہ پر نہیں مطلع ہو سکے اس لیے نبی البلاغہ میں نہیں درج فرمایا، البتہ حافظ ابو نعیم احمد بن عبد  
الاصبحانی المتوفی ۳۶۷ھ نے اس طولانی خطبہ کو بہ تمام وکمال مع سلسلہ اشادہ و ذکر روایات کے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں  
نقل فرمایا ہے، ( حلیۃ الاولیاء جلد اول صفحات ۷۲ و ۷۳ طبع مصر )  
عرض کہ حضرت کا کلام علم و معرفت، فلسفہ و حکمت سے پر ہوتا تھا میں نے علم و معرفت فلسفہ و حکمت کو مراد و الفاظ کی  
حیثیت سے استعمال کیا ہے جو ایک ہی مدلول و معنی پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ ائمہ لغت نے اپنے محل پر اس کی وضاحت کی ہے  
اور مشہور فلسفی افلاطون نے بھی فلسفہ کو علم و معرفت کے مراد و ہم معنی بتلایا ہے ملاحظہ ہو کتاب المدخل فی الفلسفہ افلاطون  
ابوالعلاء عقیلی ( شاہ جامع مصر ) جس کا اقراہ ہر وہ شخص کرتا تھا جو آپ کے کلام کو سنتا تھا چنانچہ دکتور اشادہ مصطفیٰ جو اد اب  
تحقیقی مضمون " فلسفہ التائخ الاسلامی " کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں :-

مما نتحسن ذکرہ هنا انه قد جاء فی الاخبار  
ان الامام علیا کان یتکلم مع جماعۃ فریہ  
یہودی فقال لہ لو انک تعلمت الفلسفۃ یا بن  
ابی طالب لکان لك شان من الشوون فقال لہ  
الامام علی و ما تعنی بالفلسفۃ الیس من  
اعتدل طباعہ، صفاء لجه، ومن صفاء

یہودی  
عالم کی  
میں ہے

مزاجہ، قوی اثر النفس فیہ، ومن قوی اثر  
النفس فیہ، سما الی ما یرتقیہ ومن سما الی  
ما یرتقیہ فقد تخلق بالاخلاق النفسانیة  
ومن تخلق بالاخلاق النفسانیة فقد صا  
موجودا بما هو انسان وقد دخل فی الباب  
الملکی الصوری و لیس لہ عن ہذا الغایة  
مسیر فقال الیہودی نطقت بالفلسفۃ  
جمیعہا فی ہذا الکلمات یا بن ابی طالب  
الوصفہ و لعبد النعم العودی المصطفیٰ بنی ہذا القعدہ ۱۳۵۵ھ  
و غیرہ کثرت عن انفسہ التایخ الاسلامی فی القرن الرابع لہ لہ مصطفیٰ بنی ہذا

پیدا ہو تو اس کا مزاج خود بخود پاکیزہ ہو جاتا ہے اور جس کے  
مزاج میں پاکیزگی رائج ہوتی ہے تو اس کے اثرات نفس دہی  
ہو جاتے ہیں اور جو اپنے نفس کے اثرات میں قوت حاصل کرتا  
ہے تو وہ ( انسانیت کے منہائے کمال پر بلند ہو جاتا ہے  
اور جو اس مزاج کمال پر پہنچ جاتا ہے تو وہ فضائل نفسانیہ  
سے آراستہ ہو جاتا ہے اور جو فضائل نفس سے مرہن ہوتا ہے  
تو ظاہر ہے کہ اس میں تمام کمال انسانیت موجود ہونے میں جگہ ہے  
اس کے کہ اس میں خاصہ حیوانی موجود ہو کہ اپنا اثر دکھائیں،  
اس حالت میں ایسا انسان ملوکی صفات بن جاتا ہے، بسباب  
اس سے زیادہ انسانی عروج کا تصور نہیں، یہ سن کر وہ یہودی

علاوہ اہل کتاب ہر وہ نصاری کے عرب کے مشہور و مہر یہ و زبیدی اور بعض یونانی فلسفی بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مسائل علمیہ  
و حقائق حکمیہ پر گفتگو کرتے رہتے تھے جس کا تذکرہ ابو منصور طبرسی نے کتاب الاحتجاج اور ابن بابویہ العقی نے کتاب التوحید اور ان کے  
علاوہ دوسرے متقدمین مضمنین نے کیا ہے، یہ شواہد اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ علمی بحیثیت مفکر و فلسفی و حکیم کے بھی اپنا جواب  
نہیں رکھتے ہیں، اس کا اقرار ہر غیر متعصب انسان عام اس سے کہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو، کرنے کے لیے تیار ہے،  
چنانچہ مشہور مسیحی ادیب و مورخ عبد المسیح الطحاکی خطیبی ( مدیر انذ و حطب الشہاد و مدیر النعمان مصر ) اپنے شاہکار ادب عربی القصیدۃ  
العلویۃ المبارکہ اور تاریخ شوری لصدرا الاسلام میں لکھتا ہے

حکمت و علوم دینا علی سے بہ کثرت منقول ہیں اور اس میں کوئی شک  
نہیں کہ آپ تمام حکماء و فلاسفہ کے سرور ہیں اور آپ سے تمام  
حکمتیں روایت کی جاتی ہیں عام اس سے کہ آپ حکمت کی حالت  
میں ہوں یا راحت کے عالم میں، اور آپ کی یہ عقلیات آپ کی ذاتی  
کثیر الشعداد رسائل و مکاتیب اخطب و اقوال میں وارد ہوئی  
ہیں یہاں تک تسلیم کیا گیا ہے کہ آپ ایسے مقالات عقلیہ پر مقام  
پر مجلس اور ہر فرد و گاہ پر بیان فرماتے تھے جہاں آپ قیام فرماتے  
بیٹھتے یاڑکتے تھے، آپ کے تمام اقوال شریفہ اور کمال پاکیزہ  
عقل و حکمت کے آثار سے پر اور ملو میں جن سے آپ کی ذکاوت  
جرات کی وسعت اور قوت ارادی کی ضیاء باری ہرید اور اشکار ہوتی

ان الحکمة ما ثورق عن سیدنا امیر المومنین  
علی صلوات اللہ علیہ فهو لاجدال سید الحکماء  
وعنه تروی الحکمة فی مواطن السناء والضراء  
وقد ورت الحکمة علی لسانہ الشریف فی کثیر  
من رسائلہ وخطبہ و اقوالہ حتی قالوا لہ  
کان ینطق بالحکمة فی کل موطن اقام فیہ و  
مجلس جلسہ و موقف وقفہ بل کانت جمیع  
اقوالہ الشریفۃ و اعمالہ المنیفۃ حکما ما ثورۃ  
منشیۃ عن تو قد ذکاء و سعة تجویبہ واختیار  
( تاریخ الشری لصدرا الاسلام ۵۶۷ھ مطبعہ عیسٰی نجف بالمصر )

اسی طرح عصر حاضر کا ایک دوسرا مسیحی شاعر ادیب اور ماہر قانون جسٹس پولس سلامہ PAULAS SALAMA  
( چیف جسٹس بیروت ) اپنے " لمحہ عربیہ " عید الغدیر کے مقدمہ میں لکھتا ہے،

علی بن ابی طالب کا ذکر جمیل بیانی ( نبی مجاہد ) میں کرتے ہیں اور آپ  
کے علم و حکمت سے مستفید ہوتے ہیں اور آپ کے تقوی اور ہرگز  
کے سامنے توفیقاً جھکتے ہیں اور زیادہ اپنے عبادت قازن میں آپ کے  
زہد و عبادت کا تصور کر کے اپنے زہد و عبادت کو کفر  
ہیں اور مفکر و فلسفی آسمان علم و حکمت کے اس روشن ستارے  
سے اپنے فکر کو روشن کر کے مستفید ہوتے ہیں اور کا حجاب اور

وید کرہ النصاری فی محاسنہم فیتمثلون بحکمہ  
و یخشعون لتقواہ، و یتمثل بہ الزہاد فی الصو  
فیزدادون زہال و قنوتاً و ینظر الیہ المفکر  
فیستضی بہن القطب الوضاء و یتطلع الیہ  
الکاتب اللمعی فیأتم ببیانہ و یعتدہ الفقہ  
المدیرۃ فیستترشد باحکامہ و اما الخطیب

ملکہ سراپا زبان عبد الرزاق لاہجی ۵۶۷ھ طبع بیروت میں بھی یہ وصف موجود ہے۔







علی کا کلام دوسرے ادباء کی طرف متوجہ تھا۔ امیر المومنین کے خطبہ و اقوال کا تصنیف "ابن المقفع" کے دل و دماغ پر اس حد تک تھا کہ وہ حضرت کے کلمات کو لفظ بلفظ اپنے کلام میں اس طرح داخل کرتا ہے کہ پڑھنے والا اسی کلام سمجھنے لگتا ہے، حالانکہ دراصل وہ "علی" کے کلام سے چڑایا ہوا ہے، چنانچہ ابن المقفع نے "الدرة البیضاء" میں "انی اخبرک عن صاحب کان اعظم الناس فی عینی..." (میں تم کو ایسے ساتھی کے صفات کو بتلاتا ہوں جو میرے نزدیک انسانوں میں سب سے بڑا "مرو کا مل" ہے) کہہ کر سب سے بڑے انسان کی جو صفات و علامات بیان کیے ہیں وہ امیر المومنین کے کلام سے لفظاً و معنیاً چرایا ہوا ہے، جس میں حضرت نے فرمایا ہے "وکان یفعل ما یقول ولا یقول ما لا یفعل وکان ان غلب الکلام لم یغلب علی السکوت وکان علی ان یسمع احرص منه علی ان یتکلم وکان اذا بدده امر ان نظرا یمھما اقرب الی العوی ضالقه"۔ اسی طرح امیر المومنین کے اس کلام کو "للمؤمن ثلاث ساعات یناجی فیھا ربہ وساعة یرم فیھا معاشیہ وساعة یتخلی بین نفسه و بین لذاتھا لما یحیل ویحیل و لیس للعاقل ان یتکلم الا فی ثلاث مھمة لمعاش او خطوة فی معاد اولذہ فی غیو محترم" ابن المقفع نے "ادب الصغیر" میں اس کو بھی اپنایا ہے، ابن المقفع کی کچھ عبارتیں بھی ایسی ہیں کہ وہ دوسروں کے کلام کو اپنا کر کے پیش کر دیا کرتا ہے مثلاً "در الیتمہ" میں صداقت اور دوستی کے مسئلہ پر جو یہ کلام ہے "ابذل لصدیقتک دماک و مالک و معرفتک سرفدک و محضرتک و للعامة لبشک و تحذرتک و لعدولک عدلک و اضمن بدینک و عرضتک عن کل احد" حالانکہ دراصل یہ کلام "خالد بن صفوان" کا ہے جو ابن المقفع سے مقدم ہے جیسا کہ یا قوت الحموی نے معجم الادباء میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں "خالد بن صفوان" کے حالات میں لکھا ہے۔

صدر اول ہی میں علی کا کلام مدون تھا خلاصہ کلام یہ کہ علیہ حمید بن کثیری الکاتب متوفی ۱۳۲ھ اور ابن المقفع متوفی ۱۴۲ھ کے عہد میں امیر المومنین کے خطبہ عام ہو کر رائج و شائع تھے جن سے استفادہ حاصل کرنا ایک بالکمال ادیب و کاتب کے لیے لازمی و ضروری تھا، اور تقریباً ۱۳۰ھ - ۱۳۵ھ میں علویین میں یہ خطبہ داخل نصاریٰ تعلیم تھے، جیسا کہ تو زید الشہید بطور درس ان کو پڑھا کرتے تھے (کتاب الرجال، مکتبۃ طبع بیروت) صرف علویوں ہی کے لیے نہیں بلکہ علامہ جاحظ کے پہلے سے ہر ادیب و دبیر کے دربار میں حضرت کا کلام داخل نصیب تھا، ادب الجاحظ ص ۱۹۶ - ۱۹۷ طبع مصر، جاحظ عثمانی متوفی ۲۵۵ھ نے بھی امیر المومنین کے خطبوں کے لیے یہ لکھا، "مدونة، مخلدة، مشهورة" کے یہ خطبے مدون و مرتب محفوظ و مشہور ہو کر بقائے دو کی نہ حاصل کر سکے ہیں (البیان والتبيين للجاحظ الجزء الاول ص ۱۷۱ طبع رجاہ مصر) ابن نباتہ خطیب مشہور متوفی ۷۱۰ھ کے عہد میں تو اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ امیر المومنین کے کلام کا یہ مرتب و مدون مجموعہ کافی ضخامت رکھتا تھا کہ جس پر دیگر علماء دین خطبہ کے اس نے صرف سو تفصیلیں موعظ کی یاد کی تھیں، سابق عہد میں تدوین علوم کی جو مخالفت حقیقت یہ ہے کہ امیر المومنین کے اقوال و خطبہ خود آپ ہی کے زمانہ میں لکھ کر محفوظ کر لیے گئے تھے وہ اب علی کے عہد میں نہ تھے، عدم تدوین و کتابت علوم کے متعلق آپ کے ماقبل خلفاء کی جو اتنا علمی پالیسی تھی حضرت دو خلافت میں وہ ختم ہو چکی تھی، بیشک علی کی خلافت سے پہلے کا دور ایسا ضرور تھا جب اسلامی دنیا علم کتابت و تدوین مخالف تھی، اگرچہ اس عہد میں بھی علمی کتب علوم کی طرف متوجہ رہے علامہ جلال الدین السیوطی لکھتے ہیں

کان بین السلف من الصحابة والتابعین اختلاف کثیر فی کتابة العالم فکثرھما کثیر منھما و باجھما طائفت و فعلھا منھم علی وابنہ الحسن (تدوین الراوی) سلف صحابہ و تابعین میں تدوین و تالیف اور کتب علوم کے متعلق سخت اختلاف تھا سوائے حضرت علی اور امام حسن یا کچھ اور لوگوں کے (یعنی دیگر فرزندان امیر المومنین اور سلمان و ابوذر) جو نہ صرف اس کو جاری و ساری سمجھتے تھے بلکہ علماء خود ان حضرات کے تابع و تدوین بھی فرمایا، اس کے بخلاف اسی عہد میں امام حسن و امام حسین اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، علی نے اپنے اصحاب و مومنین کو یہ یاد دیا تھا اسی عہد میں آپ کے خطبے مدون ہوئے

علی کے کلام سے ابن مقفع کا سرور

بلکہ وہ ایک علمی ماحول پیدا کر کے کامیاب مفکر و مصنف کو بھی پیدا کرنا چاہتے تھے چنانچہ آپ نے اپنے اصحاب میں مصنفین و مؤلفین کے ایک گروہ کو پیدا کر دیا تھا، جنھوں نے کسانیات، سیر و احادیث اور علوم قرآن پر کتابیں لکھیں دنیا کو اس کا اعتراف ہے، ومنہ تعلم الناس الخطابة و الكتابة ابن ابی احمد جلد اول ص ۱ طبع مصر

حضرت کے خاندان اور اصحاب میں مندرجہ ذیل اصحاب قلم ایسے ہیں جن کے آثار قلم محفوظ ہیں اور جن کا تذکرہ علماء رجال نے کیا ہے امام حسن، امام حسین، عمر بن علی، محمد بن علی المعروف بابن الحنفیہ، عبد اللہ بن عباس، ابی بن کعب صحابی، جابر بن عبد اللہ انصاری، ابو رافع، علی بن ابی رافع، عبد اللہ بن ابی رافع، اصبع بن نافع، جاشعی، سلیم بن قیس الہلالی، یحییٰ بن یحییٰ التمار، حارث بن عبد اللہ الاغور الہمدانی، ابو الاسود الدیلمی، کبیل بن زیاد الخثعمی، عبد اللہ بن ابی جحیف، ربیعہ بن ربیعہ، یعلیٰ بن مرہ، زید بن وہب الجعفی، حسن بصری

یہ وہ حضرات ہیں جو آپ کے عہد کے خوش فکر اور کامیاب مصنف و مؤلف تھے، بقول مرتبے بے بول مصنف کتاب مطالعہ مذہب اسلام "علی نے اپنے زمانہ خلافت میں قومی مصنفین کا نہ صرف تحفظ ہی کیا بلکہ انھیں تصنیف کے لیے ترغیب بھی دیتے تھے کتاب مطالعہ مذہب اسلام ص ۳۲ مطبوعہ ۱۳۹۲ھ) اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ ہی کے عہد خلافت میں اہل قلم آپ کے اقوال و خطبہ کو ضبط تحریر کے محفوظ کرنے لگے تھے، یہ لوگ حضرت سے جو کچھ سنتے تھے فوراً لکھ لیا کرتے تھے شیخ صدوق ابو جعفر محمد ابن بابویہ القمی المتوفی ۳۸۰ھ اپنے سلسلہ اسناد سے روایت کرتے ہیں کہ ابواسحق السبعی بیان کرتا ہے کہ ان سے حارث بن عبد اللہ الاغور الہمدانی نے بیان کیا۔

خطب امیر المومنین علی بن ابی طالب یوماً خطبہ بعد العصر فحجب الناس من حسن صفته وما ذکر من تعظیم اللہ جل جلالہ قال ابواسحق فقلت للحارث او ما حفظتھا قال قد کتبتھا فاملاھا علینا من کتابہ (کتاب التوحید ص ۱۷۱ طبع ایران ۱۳۸۱ھ) ایک روز بعد عصر امیر المومنین نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا کی عظمت و جلالت کے مضامین پر مشتمل تھا، لوگوں نے اس خطبہ کو بہت زیادہ پسند کیا ابواسحق نے حارث سے دریافت کیا کہ تم نے اس کو یاد نہیں کر لیا، حارث نے جواب دیا کہ میں نے تو اس کو لکھ لیا تھا اس کے بعد حارث نے اپنی کتاب سے پڑھ کر اس خطبہ کو سنایا۔

ایک مرتبہ حضرت سے ایک یہودی عالم نے چند سوالات کیے تھے جن کا تسلی بخش جواب حضرت نے عنایت فرمایا تھا اس مفصل جواب کو بھی حارث ہمدانی نے مرتب و مدون کیا تھا (کتاب الفہرست شیخ ابو جعفر الطوسی) حارث نے امیر المومنین کے آثار علم کو اس کثرت سے مدون و مرتب کیا تھا کہ ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام نے اس ذخیرہ علم کو ان سے طلب فرمایا (فبعث الیہ یوثر بعین) تو حارث نے جو عظیم ذخیرہ کتب بھیجا وہ ایک اونٹ انبار تھا، (لاحظہ ہو مورخ شمیر ابو جعفر محمد بن جریر الطبری کی کتاب ذیل الذیل من تاریخ الصحابة و التابعین ص ۱۳۱ مطبوعہ مطبع استقاة تابرہ ۱۳۹۲ھ) اصحاب امیر المومنین میں حارث ہمدانی نے فقر و فراغ اور علم حساب میں کمال حاصل کیا تھا اور ان علوم میں یہ حضرت ہی کے شاگرد تھے، جن سے دوسرے فقہانے اخذ کیا (ذیل المذیل ص ۱۳۱) حلیۃ الاولیاء حافظ البونین جلد ۲ ص ۱ طبع مصر

ان اہل قلم حضرت کی حالت یہ تھی کہ حضرت کی خدمت میں جب حاضر ہوتے تو سامان نوشت لے کر آتے تھے اور حضرت جو کچھ فرماتے تھے اس کو اسی وقت لکھ لیا کرتے تھے، چنانچہ حسن بصری کا یہی طریقہ تھا، ابویحییٰ الواسطی بیان کرتا ہے، قال لما افتتح امیر المومنین، اجتمع الناس علیہ و فہم الحسن البصری و معہ الکواح فکان کلما لفظ امیر المومنین بکلمة کتبھا (کتاب الاحتجاج البونین الطبری ص ۱۳۱ مطبوعہ تبریز ۱۳۸۲ھ) جب امیر المومنین نے بصرہ کو فتح فرمایا، تو آپ کے گرد (مسجد بصرہ میں) لوگوں کا مجمع ہو گیا، ان میں حسن بصری بھی تھے جن کے پاس لکھنے کا سامان (لوہیں) بھی تھا، امیر المومنین کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کو فوراً اپنی احوال میں لکھ لیتے تھے،

علی کے عہد کے مصنفین

علی کے عہد کے خطبوں کو لکھ لیتے تھے

تقریباً ہر روز علی نے اپنے آثار علم کو مدون و جمع کیا



حضرت کے کاتب عبید اللہ بن ابی رافع نے حضرت کے قضایا کو مدون کیا (الفہرس الطوسی ص ۲۲۰) اصبح بن نباتہ مجاشع نے حضرت کے آثار میں سے کئی چیزوں کو مدون کیا حضرت کا وہ مشہور عہد و فرمان جو مالک اشتر کے نام سے اس کو اصبح بن نباتہ نے محفوظ کیا، اس کے علاوہ حضرت کے وہ وصایا بھی جو آپ نے اپنے فرزند محمد حنفیہ سے کیا تھا اس کو بھی اونھوں نے جمع کیا اس کے علاوہ حضرت کے قضایا کو بھی اصبح بن نباتہ نے مدون و مرتب کیا (منہج المقال الفہرس الطوسی ص ۲۲۰ طبع کلکتہ) (کتاب الفہرست مرویہ اصبح بن نباتہ کا ایک قدیمی نسخہ محفوظ جو چھٹیس بجری کا لکھا ہوا ہے) علامہ سید حسن الامین العالمی کے کتاب خانہ دمشق میں موجود (امیان الشیخہ جلد پنجم ص ۹۹ طبع دمشق)

سلیم بن قیس البہلی نے ایک کتاب مدون کی جس میں امیر المومنین (سلمان فارسی) ابو ذر غفاری، مقداد اعمار یا سرک کے علاوہ حضرت کے بعض خطبہ و رسائل و مکتوب کو بھی جمع کیا (اس کتاب کے قدیمی خطوط عراق و ایران و ہندوستان کے بعض کتاب خانوں میں محفوظ ہیں اس کے علاوہ حلی ہی میں یہ کتاب نجف کے مطبع حیدر سے شائع بھی ہو گئی ہے) بن زیاد انصاری نے حضرت کی ایک جلیل القدر و طویل دعا کو محفوظ کیا، اسی طرح حضرت کے صحابی زید بن وہب (انجمنی) نے ایک مجموعہ میں حضرت کے خطبوں کو جمع کیا (منہج المقال ص ۱۵۳) زید بن وہب کی حالات قدر کے متعلق علامہ ذہبی میں اختلاف میں تھے ہیں،

زید بن وہب من اجلۃ التابعین و ثقافتهم متفق علی الاحتجاج بہ و زید سید جلیل القدر صاحب الی النبی صلعم فقبض و زید فی الطریق و روی عن عمر و عثمان و علی و السابقین و حدث عند خلق و وثقہ ابن معین و غیر حتی ان الاحمش قال اذا حدثک زید بن وہب عن احد فکانک سمعته من الذی حدثک عنہ قلت مات قبل سنۃ تسعين اولعدها (ریزان الاختلاف جلد اول ص ۲۶۶، ۲۶۷ طبع مصر)

کے زبان سے تقریباً ۱۰۰ کے قبل یا بعد ان کی وفات ہوئی

جلیل القدر و قابل اعتماد زید بن وہب ہیں جنھوں نے سب سے پہلے امیر المومنین کے خطبوں کو ایک کتاب میں جمع کرنے کا فرما کر مختلف اصحاب ائمہ و قدما و مؤلفین جنھوں نے اصحاب امیر المومنین کے بعد دوسرے اصحاب ائمہ معصومین اور اہل علم و ادب نے بھی آپ کے خطبہ انار کو جمع کیا

امیر المومنین کے اقوال و خطبہ و رسائل اور دوسرے آثار علمیہ کی حفاظت اپنا فرض سمجھا کر یہ لوگ برابر اس کی تدوین و تالیف میں مشغول رہے جن میں یہ لوگ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں

- ۱۔ ہشام بن محمد بن الحارث الکلبی صحابی امام محمد باقر نے امیر المومنین کے خطبوں کو جمع کیا (الفہرس ابن النذیم متوفی ۳۸۰ھ ص ۲۲۰ طبع مصر)
- ۲۔ محمد بن قیس البہلی صحابی امام محمد باقر و امام جعفر صادق نے امیر المومنین کے قضایا کو جمع کیا (منہج المقال)
- ۳۔ محمد بن قیس البہلی و امام محمد باقر نے امیر المومنین کے خطبوں کو جمع کیا (کتاب الرجال النجاشی)
- ۴۔ ابراہیم بن محمد بن ابی حمزہ الرازی نے امیر المومنین کے خطبوں کو جمع کیا (الفہرس الطوسی) (کتاب الرجال النجاشی)
- ۵۔ ابو محمد سعید بن صدوق البغدادی صحابی امام جعفر صادق و امام موسیٰ کاظم نے امیر المومنین کے خطبوں کو جمع کیا (کتاب الرجال النجاشی)
- ۶۔ ابراہیم بن ہاشم ابو اسحق اعمی صحابی امام رضا نے امیر المومنین کے قضایا کو جمع کیا (منہج المقال)
- ۷۔ مشہور مؤرخ ابو مخنف لوط بن یحییٰ الازدی نے اپنے مصنفات میں امیر المومنین کے خطبات و رسائل کو وارد کیا
- ۸۔ نصر بن زاعم النخعی البصری الکوفی معاصر امام محمد باقر نے امام علی رضا نے بھی حضرت کے خطبات و مکتوبات کو کتاب البصیفین میں وارد کیا ہے (کتاب مطبوعہ ہے)

زید بن وہب  
علی کے  
صحابی نے  
اپنے خطبوں  
کو جمع کیا

- ۹۔ ابو القاسم عبد العظیم بن عبد اللہ الحسنی المدفون بالبصرۃ المتوفی تقریباً ۲۵۰ھ صحابی امام علی نقی نے امیر المومنین کے خطبوں کو جمع کیا (کتاب الرجال النجاشی)
- ۱۰۔ صالح بن ابی حماد ابو انیس الرازی صحابی امام علی نقی نے امیر المومنین کے خطبوں کو جمع کیا (کتاب الرجال النجاشی)
- ۱۱۔ علی بن محمد بن عبد اللہ المدائنی متوفی ۲۵۰ھ امیر المومنین کے خطبوں اور ان مکاتیب کو جمع کیا جن کو حضرت نے اپنے خیال کو تحریر کیا تھا، (معجم الادباء یا قوت الحموی جلد چہارم ص ۳۳۰ طبع مصر)
- ۱۲۔ ابراہیم بن محمد بن سعید بن ہلال بن عاصم بن سعد بن مسعود الثقفی الکوفی متوفی ۲۸۳ھ نے دو کتاب رسائل امیر المومنین کے نام سے حضرت کے فرامین و خطوط کو جمع کیا (معجم الادباء یا قوت الحموی جلد اول ص ۲۳۳ طبع مصر)
- ۱۳۔ ابو القاسم عبد اللہ بن احمد بن عامر بن سلیمان بن صالح بن وہب بن عامر الشہید المطفی ابن حسان المقتول بالبصیفین مع امیر المومنین نے حضرت کے قضایا کو جمع کیا (کتاب الرجال النجاشی)
- ۱۴۔ ابو الحسن علی بن محمد البصری نے امیر المومنین کے قضایا کو جمع کیا (کتاب الرجال النجاشی)
- ۱۵۔ ابو احمد عبد العزیز الجلودی البصری متوفی ۳۳۰ھ نے امیر المومنین کے آثار میں متعدد چیزوں کو جمع کیا،

- ۱۔ کتاب رسائل علی، حضرت کے خطوط و فرامین کا مجموعہ
- ۲۔ کتاب خطب علی، حضرت کے خطبوں کا مجموعہ
- ۳۔ کتاب مواظع علی، حضرت کے کلام کا وہ مجموعہ جو مواظع پر مشتمل ہے
- ۴۔ کتاب خطب علی فی الملاحم، حضرت کے خطبوں کا وہ مجموعہ جس میں ہونے والے واقعات و فتنہ و فساد کی خبر دی گئی ہے
- ۵۔ کتاب دعا علی، حضرت کے اوجہ کا مجموعہ
- ۶۔ کتاب شعر علی، حضرت کے اشعار کا مجموعہ

(الفہرس الطوسی) کتاب الرجال النجاشی

- ۱۶۔ ابو محمد حسن بن علی بن شیبہ الکلبی متوفی ۳۳۰ھ تیسری صدی ہجری کے مشہور شیعہ علماء محدثین میں سے تھے، موصوف نے اپنی کتاب "تحف العقول عن آل الرسول" میں امیر المومنین کے کلمات حکیمہ، امثال، و خطبہ کو جمع فرمایا ہے، علامہ موصوف حضرت کے خطبوں کے متعلق اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں،

انما لو استغرقتنا جميع ما وصل الينا من خطبه و كلامه في التوحيد خاصة دون ما سواها من المعاني لكان مثل جميع هذا الكتاب (تحف العقول ص ۲۲۰ طبع ایران)

کے حجم سے زیادہ ہے

امیر المومنین کے کلام کی وسعت و کثرت کے متعلق چھٹی صدی ہجری کے مشہور عالم ابو الحسن محمد بن احکیم البیہقی البیضاوری ائمہ علامہ قطب الدین الکبیری اپنی شرح نہج البلاغہ موسوم بہ حدائق الحقائق فی فسر و تائید احسن الاخلاق میں علامہ قطب الدین الراوندی متوفی ۳۵۰ھ کی کتاب نہج البلاغہ فی شرح نہج البلاغہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں،

ذكر قطب الكيدري نقلاً عن صاحب كتاب المنهاج انه قال سمعت بعض العلماء بالحجاز ذكراً له وجد مبصراً مجموعاً من كلام امير المؤمنين في نيف وعشرين مجلداً قلت لا بدع في ذلك لمن كان باب مدينة علم الرسول وحكمته

قطب الدین راوندی صاحب کتاب المنہج نے حجاز میں بعض علماء سے سنا کہ اونھوں نے مصر میں امیر المومنین کے کلام کے ایک ایسے مجموعہ کو دیکھا جو بیس مجلدات سے زیادہ تھا، میں کہتا ہوں کہ جو باب مدینہ علم و حکمت ہوا اس سے ایسے ایسا طریقہ کا پایا جانا بعید نہیں ہے

(روضات الجنات باب العین ص ۲۴ طبع ایران)

- ۱۷۔ ابو طالب عبد اللہ بن ابی زید الانصاری متوفی ۳۵۰ھ نے حضرت کی دعاؤں کو کتاب اوجیہ الائمہ میں جمع کیا،



یہ رضی سے قبل کے وہ علماء اسلام جنہوں نے یہ تو ان مولفین و اہل علم کا تذکرہ تھا جنہوں نے امیر المومنین کے اقوال و خطبہ و دیگر آثار آپ کے خطبہ کلام کو اپنے مصنفات میں جگہ دی علیہ وسلم کتابیں لکھیں لیکن ان کے علاوہ مورخین و محدثین و علماء اسلام کی ایک کثیر تعداد ہے جنہوں نے اپنے مجامع محبت و تصانیف میں حضرت کے خطبوں اور دیگر آثار کو وارد کیا ہے، جن میں سے مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں،

- ۱۔ ابوالحسن علی بن محمد الدائمی المتوفی ۲۷۵ھ نے تاریخ خلفاء کتاب الاحداث و الفتن میں
- ۲۔ ابوالحسن عمرو بن بکر الجاحظ متوفی ۲۵۵ھ نے کتاب البیان و التبیین میں حضرت کے بعض خطبہ کو نقل کیا ہے اور کلمات حکیمہ میں "مأثرة كلمة" کو منتخب کیا، جاحظ نے کتاب البیان میں لکھا ہے کہ حضرت کے خطبے مرتب و مدون اور متداول و مشہور ہیں،
- ۳۔ ابن قتیبہ الدینوری متوفی ۲۶۶ھ نے عیون الاخبار و غریب الحدیث میں
- ۴۔ ابن واضح السیوطی الکاتب العباسی متوفی ۳۵۰ھ نے اپنی تاریخ میں
- ۵۔ ابو حنیفہ الدینوری متوفی ۲۴۵ھ نے اخبار الطوال میں
- ۶۔ ابوالعباس المروری متوفی ۲۸۴ھ نے کتاب المبرورین میں
- ۷۔ مورخ محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۲۰ھ نے اپنی تاریخ میں
- ۸۔ ابوبکر محمد بن حسن بن وریذی بصری متوفی ۳۲۷ھ نے اپنی کتاب المجتبیٰ میں
- ۹۔ ابن عبد ربہ متوفی ۳۲۸ھ نے عقد الفرید میں
- ۱۰۔ محمد بن یعقوب الکلبی متوفی ۳۲۹ھ نے کتاب الکافی کے جلدات کتاب الاصول و الفروع و کتاب الروضہ میں
- ۱۱۔ مورخ سعدی متوفی ۳۴۵ھ نے مروج الذهب میں
- ۱۲۔ ابوالفرج الاموی الاصفہانی متوفی ۳۵۵ھ نے کتاب الاغانی میں
- ۱۳۔ ابوعلی القالی متوفی ۳۵۵ھ نے نوادر میں
- ۱۴۔ شیخ ابو جعفر ابن بابویہ القمی متوفی ۳۵۵ھ نے کتاب التوحید اور اپنے دوسرے مجامع کتب میں
- ۱۵۔ شیخ مفید استاد مدنی (متوفی ۳۸۰ھ) نے کتاب الارشاد و کتاب الجمل میں
- ۱۶۔ ابن مسکویہ متوفی ۳۹۰ھ نے تجارب الامم میں
- ۱۷۔ جاحظ ابو نعیم متوفی ۳۸۵ھ نے حلیۃ الاولیاء میں
- ۱۸۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی (۳۸۵ - ۴۶۰ھ) نے کتاب التہذیب و کتاب الامالی میں

اب کیوں کہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ جامع شیخ البلاغہ شریف الرضی الموسوی المتوفی ۳۸۵ھ سے پہلے حضرت کے خطبے مرتب و مشہور و متداول نہ تھے، شیخ البلاغہ تو دراصل حضرت کے کلام متداول و مشہور کا ایک انتخاب ہے، یہ رضی نے حضرت کے کلام کو شیخ البلاغہ میں نہیں جمع فرمایا ہے وہ خود ہی فرماتے ہیں

فاما کلامہ فممن البحر الذی لا یساحل و الجمہ الدی لا یحافل

(مقدمہ شیخ البلاغہ)

جناب یہ رضی نے حضرت کے کلام کا احصاء نہیں فرمایا ہے بلکہ حضرت کے کلام کو تین ابواب (۱) خطبہ و اوامر (۲) کلمات و مسائل (۳) حکم و مواظبہ میں تقسیم کر کے نہایت وقت نظر سے صرف محاسن خطبہ و کتب و حکم کو ہر باب کے ضمن میں مرتب کیا کہ خود یہ رضی نے مقدمہ شیخ البلاغہ میں اس کا ذکر فرمایا ہے، اس عنوان انتخاب میں بھی سید کا یہ دعویٰ نہیں ہے موصوف نے حضرت کے کلام کا احاطہ کر لیا ہے بلکہ موصوف کا خیال ہے کہ جو کچھ وہ منتخب کر کے جمع کر چکے ہیں اس کلام کے مقابل میں بہت کم ہے جس کو جمع نہیں کر سکے، یہ رضی سے پہلے جن لوگوں نے حضرت کے اقوال و خطبہ کو جمع کیا

شیخ البلاغہ  
کتابت  
کتاب  
کتاب

چونکہ ان لوگوں نے تدوین و تالیف کا یہ انداز اختیار نہیں کیا تھا اس لیے ان جامعین کے مولفات کو اتنی قبولیت و شہرت نہیں حاصل ہوئی جو شیخ البلاغہ کو حاصل ہوئی، دراصل شیخ البلاغہ امیر المومنین کے منتخب کلام کا ایک ایسا مجموعہ ہے جو عربی ادبیات میں قرآن مجید کے بعد لکھا گیا ہے دونوں کے علاوہ الخالق و فوق کلام المخلوق! علامہ امامیہ و فرقہ نو بدیع کا بغیر کسی اختلاف کے اس پر اجماع ہے کہ بغیر شیخ و شہسہ کے یہ امیر المومنین کا کلام ہے اور علمائے اہلسنت کی اکثریت بھی اسی اجماع کے ساتھ ہے اور مندرجات شیخ البلاغہ کو علی بن ابی طالب کا کلام ہے معجز نظام جغتایہ، شیخ البلاغہ کا شمار اہمات کتب اور معتبر ترین ماخذ میں ہے، فریقین کے علماء ابتدا ہی سے اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کے مشروح و حواشی تحریر کر کے، مشہور ادیب مورخ ابن الخلقطی محمد بن علی بن طباطبائی تاریخ الفخری فی الاداب السلطانیۃ والدول الاسلامیہ میں لکھتے ہیں،

عدل خاص الی شیخ البلاغہ من کلام امیر المومنین علی بن ابی طالب فانہ الکتاب الذی یتعلم منه الحکم والمواظع والخطب و التوحید والشفاعة والزهد و علو المہمة وادنی فوائد الفصاحة و البلاغۃ

بہت سے لوگوں نے کتاب شیخ البلاغہ کی طرف توجہ کی جو امیر المومنین علی بن ابی طالب کے کلام سے ہے کیونکہ یہ وہ کتاب ہے جس سے حکم و مواظع، زہد، توحید، خطب، شجاعت، علو ہمت ان تمام باتوں کی تعلیم حاصل ہوتی ہے اور اس کا ایک ادنیٰ جو ہر اور اخلاقی فصاحت و بلاغت

شیخ البلاغہ کی تالیف کے بعد امیر المومنین شیخ البلاغہ کی تالیف کے بعد یہ نہیں ہوا کہ علماء حضرت کے کلام کی تدوین و جمع سے غافل کلام کے دوسرے مجموعے و مصنفات ہو گئے بلکہ اس کا سلسلہ سید رضی کے بعد سے اب تک جاری ہے ان جامعین کلام امیر المومنین میں سے مندرجہ ذیل علماء وادباء قابل ذکر ہیں،

- (۱) عبد الواحد بن محمد بن عبد الواحد الحمیدی القیمی، الادعی معاصر سید رضی جامع شیخ البلاغہ نے ایک مجموعہ حضرت کے کلمات کا جمع کیا جس کا نام غرر الحکم و درر الکلم ہے یہ کتاب مصر، حیدرآباد، ریشام اور ہندوستان سے طبع ہو چکی ہے،
- (۲) عزالدین بن ضیاء الدین ابوالحسن، فضل الشراذندہ نے بھی حضرت کے اقوال و کلمات کو جمع کیا اور اس کا نام "نثر اللامالی" رکھا، بعض کہتے ہیں کہ اس کے جامع شیخ ابوعلی الطبری صاحب مجمع البیان ہیں لیکن یہ قول اعتماد کے قابل نہیں ہے یہ کتاب بھی طبع ہو چکی ہے
- (۳) ابوسعید منصور بن اسحاق بن ابی الوزیر متوفی ۴۲۲ھ نے بھی حضرت کے کلمات کو "موزنہ الادب" اور "نثر الدر" میں جمع کیا، (کشف الظنون باب النون)
- (۴) قاضی ابوعبد اللہ محمد بن سلامۃ القطاعی الشافعی متوفی ۴۵۵ھ نے حضرت کے خطبہ و مواظع و وصایا و اشار کو جمع کیا اور اس کا نام "مستور معالم احکم" رکھا، مصر سے طبع ہو چکی ہے
- (۵) عزالدین ابن ابی احمد مدنی المعزلی شارح شیخ البلاغہ متوفی ۵۸۵ھ نے حضرت کے ایک ہزار کلمات کو جمع کر کے اپنی شرح کے آخر میں شامل کیا، یہ مجموعہ کلمات "الف کلمہ" کے نام سے بیروت و مصر سے شائع ہو چکا ہے،
- (۶) شمس الدین ابوالمنظر یوسف بن قزغلی حنفی المعروف بہ سبط ابن الجوزی متوفی ۵۹۸ھ نے تذکرہ خواص الار

میر اپنے اسناد سے حضرت کے اقوال و خطبہ کو جمع کیا، موصوف لکھتے ہیں

وقد اخبرنا السيد الشريف ابو الحسن علی بن محمد الحسيني باسنادہ الی الشريف المرتضی قال وقع الی من خطب امیر المومنین علیہ السلام اربع مائة خطبة و کتابا ہذا یغنی عن حصہ ہا فی شرفہ بما اتصل لہا اسناد

یہ شریف ابوالحسن علی بن محمد الحسینی نے اپنے اسناد سے جو شریف المرتضیٰ بنک مفتی ہوتا ہے محمد سے بیان کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین کے چار سو خطبہ محمد تک ہو چکے ہیں، اور ہاؤی اس کتاب کا وامن تنگ ہے کہ اس میں ان تمام خطبوں کو جمع نقل کر سکیں، اس لیے میں اس کتاب میں ان خطبوں کے



نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں، جن کے اسناد کا سلسلہ محض یہ ہے

(۷) قاضی ابوسفیق یعقوب بن سلیمان الاسفرائینی نے حضرت کے کلمات قصار کو جمع کیا اور اس کا نام "الفرائد والقلائد" رکھا، اس کا ایک قدیمی خطی نسخہ جو چھٹی صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے کتاب خانہ مدرسہ مروی طہران میں محفوظ ہے (جس کو میں نے دوران قیام طہران کے زمانہ میں دیکھا ہے)

(۸) علی بن محمد البیہقی الواسطی، چھٹی و ساتویں صدی کے علماء میں سے تھے موصوف نے ایک ضخیم کتاب تالیف کی جو ۳۰ ابواب اور ۹۱ فصول پر مشتمل ہے، اس میں حضرت کے مواعظ و ادعیہ، مکاتبات و مناجات ہیں اور ۱۳۷۲۸ کلمات حکیمہ ہیں جن کو حروف معجم کے تحت ۲۹ ابواب میں جمع کیا ہے، اس کتاب کا نام "عیون الکلم والمواعظ و ذخیرۃ المتعظ والمواعظ" رکھا ہے، مقدمہ کتاب میں مولف تحریر فرماتے ہیں

فالزمت نفسی ان اجمع قلیلا من حکمہ و یبیر امت  
خطیر کلمہ مجموعہ من بلاغہ و عطا ذر وادابہ و  
مناجاتہ و امرہ و نواہیہ و ذرا بحرہ ماتحس  
البلاغہ من ساجلتہ و تہلہ الحکماء من شاکلتہ  
وما اذاعہ اللہ تعالیٰ الا کالمفتوح من البحر  
یکفہ و المعترف بالتقصیر فی وصفہ فیکف  
لا و هو علیہ السلام الشارح من الینبوع  
النبوی و الحادی من جنبہ العلم اللہوتی

اس کتاب کے دو قلمی نسخے کتاب خانہ مدرسہ سالار طہران میں موجود ہیں یہ نسخے بھی ہنگام اقامت طہران میں حقیقہ نگاہوں سے گزرے ہیں (فہرست کتاب خانہ مدرسہ عالیہ سالار جلد اول صفحہ ۲۸۵ و جلد دوم صفحہ ۱۸۵ طبع ایران) علامہ محمد باقر مجلسی نے جلد ہفتم بحار الانوار "باب ما جمیع من کلمات علی" اور جلد پانزدہم بحار "باب حب الدنیا و دہمہا" میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے اور اس سے نقل فرمایا ہے

(۹) مولیٰ خلف بن مطلب بن حیدر بن محسن ازموالی ال مشعشع پدید علی والی حوزہ معاصر شیخ بہاء الدین عالمی نے حضرت کا وہ کلام جو نسخہ البلاغہ میں نہ جمع ہو سکا تھا اس کو جمع فرمایا اور اس کا نام "الشیخ القویم فی کلام امیر المومنین" رکھا (روضات الجنات باب ۲۶ طبع ایران) علامہ الشیخ جلد ۱ ص ۱۹۵ طبع ایران

(۱۰) مولیٰ میر القاری الکوی الجیلانی معاصر شاہ عباس صفوی نے کتاب زبدۃ الحقائق میں حضرت کے کلمات کثیرہ جمع فرمایا

(۱۱) شیخ عبداللہ بن اکحلج صالح بن جمعیہ بن شعبان بن علی سماجی نے حضرت کے ادعیہ و مناجات و اذکار کو جمع فرمایا اور اس کا نام "الصحفۃ العلویہ و التحفۃ المرقطویہ" رکھا

(۱۲) علامہ محمد باقر مجلسی نے بحار الانوار جلد ہفتم میں حضرت کے خطب و کلمات کو جمع فرمایا

(۱۳) مسیحی ادیب الاب لوئیس شیخ نے حضرت کے اقوال کے ایسے مجموعہ کو شائع کیا جو ۲۵۰ صفحہ کا مخطوط ہے (ترجمہ علی بن ابی طالب ص ۱۱۹ طبع مصر)

(۱۴) شیخ احمد رضا عالمی معاصر نے خطب و مواعظ کے ایک ایسے مجموعہ کو جلد العرفان صید جلد ۹۲۳ میں شائع کیا جو نسخہ البلاغہ میں جمع نہ ہو سکا تھا (ترجمہ علی بن ابی طالب ص ۱۱۹ طبع مصر)

(۱۵) علامہ شیخ ادبی البیہقی آل کاظمی المعاصر نے امیر المومنین کے ایسے خطب و مکاتیب و اقوال کو جمع فرمایا جو نسخہ البلاغہ میں نہ تھا جس کو ۱۳۵۰ھ میں نجف اشرف سے مترجم نسخہ البلاغہ کے نام سے شائع فرمایا

(۱۶) مولیٰ حکیم نجی احمد غفنی اشرف خانہ یزانی دیکر لاہور نے حضرت کے ایسے مکاتیب و رسائل کو جمع فرمایا ہے جو نسخہ البلاغہ

میں نہیں ہیں اور اس کا نام بھی مترجم نسخہ البلاغہ رکھا ہے  
علی کے آثار علم و ادب کا اعتراف یہ ہے علی کے آثار علمی و ادبی کا اجمالی تذکرہ اب تک آپ علم و ادب کے ایک بجا پیکار  
ایک مشتق کی زبانی  
ہیں جس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، اس کا اعتراف صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم ادب  
فصل و دانش بھی کرتے ہیں

مشتق شہیر گابریل انکیری (GABRIEL ENKIRI) لکھا ہے

"تاسرہ، وثمن، اتامبول اور یورپ کے تمام کتاب خانوں میں بے شمار ایسے مولفات مخطوط موجود ہیں جو علی کے مصنفات بتلائے جاتے ہیں یہ کتابیں مواعظ، تاریخ، شعر، خطبے، قانونی موثقات، قضا و فیصلے اور تحقیقات علوم الہیات پر مشتمل ہیں، صرف وہی علمی و ادبی آثار، جن کی نسبت علی کی طرف صحیح اور سلاست سے ہے اور جن کے کسی کو اختلاف نہیں، دنیا میں نفیس ترین گنجینہ علم و ادب کو پیش کرتی ہیں علی کی تقریریں و خطبوں میں "یادہ گوئی"، "جملہ بانی"، "فضول لفاظی"، یا فظوں کی بھرتی نہیں پائی جاتی وہ مثل جواہر تراش و مرصع نگار کے مناسب الفاظ کے نیچے جڑتے ہیں اور بغیر ذلیدہ بیانی کے اصل مقصد پر روشنی ڈالتے ہیں آپ کے مختصر و موجز جملے سننے والے کو خستہ نہیں کرتے، اتفاق آراء "علی" قرن اول کے فصیح ترین و بلیغ ترین خطیب ہیں، "حضرت کے روز جمعہ کے اور دوسرے عام سیاسی خطبے سننے والوں پر ایسا اثر ڈالے بغیر دنیا گناہ نہیں جاتے،" "صرف یہی نہیں بلکہ علی کے حکیمانہ اقوال و امثال آپ کے بے ہمتائی کا ثبوت ہیں یہ اقوال و اشعار "ایسپ" (ESOPÉ) و لفظان کے حکم و مواعظ کا مقابلہ کرتے ہیں علی کے اقوال اور لایہ و جملہ (LABRUYERE) اور لار و شفکو لڈ (LAROCHOUCAULD) کے اقوال کے

مابین موازنہ کیا اچھا ہوتا اگر کوئی محقق اس موضوع پر تحقیق کرے تو بہترین کام انجام دیکر اور ثبات کر سکے گا کہ فلسفہ شرق جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے موجودہ فلسفہ عرب سے قدر و قیمت میں کم نہیں ہے، "تاریخ قضا و انفصال مقدمات میں علی نے ایک نیا دور پیدا کیا اپنی خلافت و حکومت کے زمانہ میں باوجود "عسکری و سیاسی" مصروفیتوں کے حکم کو دو گسٹری (CORT OF JUDICATURE) کو آپ نے براہ راست اپنے

ہاتھ میں رکھا لہذا سب سے پہلے محکمہ قانون اور عدالتوں کی بنیاد آپ ہی نے رکھی، خلیفہ ہمام کے متعدد یادگار فیصلے اس قابل ہیں کہ ان کا شمار تاریخ کے محاکمات بزرگ میں کیا جاسکے، "عالم اسلام میں علی کی

حکومت سے پہلے قانون مدون صورت میں باضابطہ وجود نہیں رکھتا تھا، قاضی اپنے علم قرآن و حدیث کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے، لیکن علی کی عہد حکومت میں علم فقہ قریب قریب مدون قانون کی حیثیت سے وجود

پیدا آیا، "دور عالم شرق میں صرف علی ہی کی پہلی ذات ہے جس نے فیصلہ کے موقع پر گواہوں کو ایک دوسرے سے الگ کر کے گواہی لینے کا طریقہ جاری کیا ورنہ اس سے پہلے ایک ساتھ گواہی لی جاتی تھی جس سے اصل

حقیقت کا انکشاف نہیں ہوتا تھا، "بہر حال علی جو ایک زبردست خطیب، کامیاب مصنف، بلند مرتبہ قاضی کی حیثیت رکھتے ہیں، و وضعین معہ علیہ موسسین در گاہ حکیمہ کی صف میں بھی ایک بلند مقام

پر متمکن ہیں آپ نے جس اسکول کی بنیاد رکھی باعتبار منطق و دلائل، صراحت و روشنی اور لجاجت و ترقی فکر و تجدید نظر کے ممتاز ہے (ترجمہ فارسی شہسوار اسلام (LE CHEVALIER DE L' ISLAM)

یونان کا ایک مشہور حکیم جس کے اقوال حکیمہ مشہور ہیں  
LA BRUYERE (۱۶۴۵-۱۶۹۶) فرانس کا مشہور عالم علم اخلاق جس کی کتابیں اس موضوع پر یادگار ہیں

LA ROCHE FOUCAULD (۱۶۱۳-۱۶۸۰) فرانس کا مشہور مصنف کتاب امثال و حکم اس کی یادگار ہے

حضرت کو اس سے اس قدر دیکھی تھی کہ آپ اپنی مملکت کے تمام قاضیوں کو کوئٹہ میں جمع فرماتے، ہر قاضی کا آپ استہوار کرتے، امتحان لیتے، محکمات سوالات فرماتے اور ان سب کو آپ جاز دیتے تھے کہ وہ اپنی مشکلات کو حضرت کے سامنے پیش کریں (حلیہ الاولیاء حافظ ابو نعیم جلد ۱ ص ۱۳۰ ترجمہ قاضی شریع



الہست کا اعتراف | الہست کے اکابر علماء و محققین ادباء کی ایک کثیر تعداد ہے جو بیخ البلاغہ کو امیر المؤمنین کا کلام تسلیم کرتے  
ہے اور بکثرت متقدمین و متاخرین علماء و ادباء الہست ایسے ہیں جنہوں نے بیخ البلاغہ کو کلام امیر المؤمنین تسلیم کرتے اور انہیں  
جو کلمہ ہیں ان میں سے یہ حضرات قابل ذکر ہیں،

وہ شافعی تھے ابلاغہ جوینی الفہم میں امام احمد بن محمد الوری، ابو الحسن علی بن ابوالقاسم البیهقی متوفی ۵۶۵ھ (۱۱۷۰ء) رحمہ اللہ اور یاقوت  
اکبری متوفی ۶۲۲ھ جلد ۱۳ ص ۲۵۵ طبع مصر بیون الاثر ابن ابی اصیبعہ جلد دوم ص ۲۹۰ طبع مصر عبد الجبار ابن ابی الحدید مدنی  
متوفی ۵۵۶ھ شیخ کمال الدین عبد الرحمن الشیبانی، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر نفطازانی متوفی ۵۹۹ھ قاضی  
صنعائی، قاضی بغداد شیخ قوام الدین تلمیذ جلال دوانی، نور محمد بن قاضی عبد العزیز محلی، ابن الصفا، علامہ شیخ عبد  
الجبار، استاد محمد حسن الناکل المصطفی، الاثر محمد محی الدین عبد الحمید زہری، محی الدین انکیلاط وغیرہم  
بعض اہل علمائے اہلسنت کی عبارات اعتراض اس مقام پر بعض محققین اہلسنت کی ان عبارتوں کو تحریر کرنا مناسب معلوم ہوا  
جو بیخ ابلاغہ کو امیر المؤمنین کا کلام مانتے ہیں بلا سظم فرمائیے

(۱) علامہ شیخ محمد بن محمد بن طلحہ القرطبی الشافعی متوفی ۴۵۲ھ اپنی کتاب مطالب السؤل میں لکھتے ہیں :  
 ورابعها علم البلاغة والفصاحة وكان بينهما  
 اما لا يشق عبارة ومقدما لا تحقق  
 اقاربه ومن وقع على كلامه المرقوم الموسوم  
 بنهج البلاغة صار الخبر عنده عن فصاحته  
 عيانا والظن بعد مقامه فيه ايقانا ،  
 (مطالب السؤل ص ۹۰ طبع کفؤ)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں،  
 النسخ الخامس في الخطب والمواعظ هما نقلته  
 الرواية وروته الثقة عنه عليه السلام  
 قد اشتمل كتاب نهج البلاغة المنسوب  
 إليه على انواع من خطبه ومواعظه  
 المصا دعه با و امرها و نواحيها المطلعه  
 النوازل فصاحه البلاغه مشرقه من  
 الفاضلها ومعانيها الجامعه حكم  
 عيون علم المعاني والبيان على اختلاف  
 اساليبها

(۱) علامہ سعد الدین معبود بن عمر النفا زانی متوفی ۷۹۱ھ شرح مقاصد میں لکھتے ہیں  
 وايضا هو افضلهم لسانا على ما يشهد به كتاب نهج البلاغه  
 حضرت سب سے زیادہ فصیح اللسان ہیں جیسا کہ کتاب نهج البلاغه  
 گواہ ہے (شرح مقاصد جلد دوم ص ۳۳ طبع اسلامبول)  
 (۲) علامہ علاء الدین علی القوشجی اصفہانی متوفی ۸۵۰ھ شرح تجرید میں لکھتے ہیں  
 وايضا هو افضلهم لسانا على ما يشهد به كتاب نهج البلاغه  
 وقال البلاغ ان كلامه دون كلام الخلق  
 حضرت سب سے زیادہ فصیح اللسان ہیں جیسا کہ کتاب  
 نهج البلاغه اس پر شاید ہے اور بلغاؤ کا یہ قول ہے کہ  
 حضرت کا کلام خالق کے کلام سے بہت اور مخلوق کے کلام  
 سے بلند ہے (شرح تجرید علامہ قوشجی ص ۱۵۱ طبع ایران)

(۱۲) علامہ احمد رضا خان دہلوی مفتاح القلوع میں بضم حالات امیر المومنین لکھتے ہیں :-

ومن تأمل في كلامه وكتبه وخطبه و  
رسالاته علم ان علمه لا يورث علم احد  
وفضائله لا يشاكل فضائل احد بعد  
محمد صلى الله عليه وسلم ومن جملتها  
كتاب نهج البلاغة واليه الله لقد وقف  
رويه فصاحة الفصحاء وبلاغة البلاغاء  
وحكمة الحكماء //

(۵) علامہ یعقوب لاہوری شرح تہذیب الکلام میں لکھتے ہیں،  
 وافصحہم من اراد مشاہدۃ بلاغۃ ومسامعۃ  
 فصاحتہ فلینظر الی فہم البلاغۃ ولا ینفخی  
 ان ینسب ہذا الکلام البلیغ الی رجل  
 شیعہ وما ذکر فیہ من بعض الفاظ الموحثہ  
 بخلاف ما علیہ اہل السنۃ فعلی نقیۃ  
 ثبوۃ عنہ لہ محتامل و تاویلات وقالہ  
 الباغاء ان کلامہ دون کلام الخالق  
 و فوق کلام المخلوق

۶۱) علامہ شیخ احمد بن مصطفیٰ مسعودی بہ علامہ شکیمری زادہ کتاب ثقائق الغنائیہ فی علماء والدولۃ الغنائیہ، میں بعض حالات شخصی  
نفاذ اقوام الدین یوسف لکھتے ہیں،

کان رحمۃ اللہ تعالیٰ شریفاً عالماً صالحاً متفرعاً زاباً اداً و  
 متشعلاً اهداً اذہیباً ووقاراً  
 صنف تہ جامعاً للفقہ وشد للجرید  
 وشرح فتح البیان للامام المہم علی  
 بن ابی طالب کرم اللہ و تعالیٰ و تحفہ  
 شقائق نعمانہ برطانیہ و نیات الاعیان جلد دوم ص ۴۹ طبع مصر

(۶) علامہ ابن خلدون متوفی ۸۰۶ھ وفيات الاعیان میں یضمن حالات سید رضی شکھتے ہیں،  
وقد اختلف الناس في كتابنا في هذه البلدة  
المجموعة من كلام علي بن ابي طالب كهل  
هو جعه او اخيه الرضي وقد قيل انه  
ليس من كلام علي بن ابي طالب و  
انما الذي جمعه ونسبه اليه وهو

الذی وضعہ واللہ اعلم (دفیات الاعیان جلد دوم ص ۳۳۶ طبع مصر)  
اس عبارت سے لوگوں کا یہ اختلاف تو معلوم ہوا کہ اس کا جامع دونوں بھائیوں میں سے یہ رضی یا یہ رضی نہیں ہیں  
وعلامہ ابن خلدون کی رائے بھی معلوم ہوگئی کہ بیچ البلاغہ امیر المؤمنین کے کلام کا مجموعہ ہے، اور ساتھ ہی ساتھ فقط  
قبیل، اسے اس قول کی ضعف کو بھی بتلادیا جو اس کو حضرت کا کلام نہیں مانتے ہیں،

فلا بد

مجلس  
فیروز آباد  
۱۳۰۲

ملا  
ملا  
ملا

ابن خلدون



یاقی بی (۸) قریب قریب ایسی ہی عبارت علامہ یاقی الیمینی الکی المتوفی ۷۶۸ھ نے تاریخ مرآة الجنان جلد سوم صفحہ ۵۵ (طبع حیدرآباد میں لکھی ہے)

صوفی حرم (۹) شیخ الحدیث علامہ صدیق حسن خاں بھوپالی نے بھی ایجد العلوم میں سید مرتضیٰ کے ذکر میں یہی لکھا ہے وقد اختلف الناس فی کتاب فیہ البلاغۃ شیخ البلاغۃ جو مجروحہ کلام امام حضرت علی بن ابی طالب ہے المجموع من کلام الامام علی بن ابی طالب اس کے جامع کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ سید مرتضیٰ ہیں یا ان کے بھائی سید رضی ہیں (ایجد العلوم ص ۵۵)

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ صدیق حسن خاں شیخ البلاغۃ کو امیر المومنین کا کلام ہونا تسلیم کرتے ہیں ان کے نزدیک صرف صلح کے متعلق اختلاف ہے نہ کہ کلام امیر المومنین ہونے میں ابن خلکان، یاقی، صدیق حسن خاں کی عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ خود یہ لوگ شیخ البلاغۃ کو کلام امیر المومنین سمجھتے ہیں (۱۰) علامہ محمد الدین ابوالساعات سارک ابن اثیر جزیری متوفی ۷۷۶ھ اپنی مشہور کتاب نہایہ فی غریب الحدیث والاثر میں ۲۵ مقامات پر شیخ البلاغۃ کے خطب و مکاتیب کو الفاظ امیر المومنین تسلیم کرتے ہوئے ان کے لغات کو حل کیا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شیخ البلاغۃ مع شرح محمد عبده مطبوعہ رحمانیہ مصر کے مترجمہ ذیل صفحات کے عبارات خطب و کتب اور نہایہ ابن اثیر کے مترجمہ ذیل لغات

۵۲	۵۱	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰	۱۰۱	۱۰۲	۱۰۳	۱۰۴	۱۰۵	۱۰۶	۱۰۷	۱۰۸	۱۰۹	۱۱۰	۱۱۱	۱۱۲	۱۱۳	۱۱۴	۱۱۵	۱۱۶	۱۱۷	۱۱۸	۱۱۹	۱۲۰	۱۲۱	۱۲۲	۱۲۳	۱۲۴	۱۲۵	۱۲۶	۱۲۷	۱۲۸	۱۲۹	۱۳۰	۱۳۱	۱۳۲	۱۳۳	۱۳۴	۱۳۵	۱۳۶	۱۳۷	۱۳۸	۱۳۹	۱۴۰	۱۴۱	۱۴۲	۱۴۳	۱۴۴	۱۴۵	۱۴۶	۱۴۷	۱۴۸	۱۴۹	۱۵۰	۱۵۱	۱۵۲	۱۵۳	۱۵۴	۱۵۵	۱۵۶	۱۵۷	۱۵۸	۱۵۹	۱۶۰	۱۶۱	۱۶۲	۱۶۳	۱۶۴	۱۶۵	۱۶۶	۱۶۷	۱۶۸	۱۶۹	۱۷۰	۱۷۱	۱۷۲	۱۷۳	۱۷۴	۱۷۵	۱۷۶	۱۷۷	۱۷۸	۱۷۹	۱۸۰	۱۸۱	۱۸۲	۱۸۳	۱۸۴	۱۸۵	۱۸۶	۱۸۷	۱۸۸	۱۸۹	۱۹۰	۱۹۱	۱۹۲	۱۹۳	۱۹۴	۱۹۵	۱۹۶	۱۹۷	۱۹۸	۱۹۹	۲۰۰	۲۰۱	۲۰۲	۲۰۳	۲۰۴	۲۰۵	۲۰۶	۲۰۷	۲۰۸	۲۰۹	۲۱۰	۲۱۱	۲۱۲	۲۱۳	۲۱۴	۲۱۵	۲۱۶	۲۱۷	۲۱۸	۲۱۹	۲۲۰	۲۲۱	۲۲۲	۲۲۳	۲۲۴	۲۲۵	۲۲۶	۲۲۷	۲۲۸	۲۲۹	۲۳۰	۲۳۱	۲۳۲	۲۳۳	۲۳۴	۲۳۵	۲۳۶	۲۳۷	۲۳۸	۲۳۹	۲۴۰	۲۴۱	۲۴۲	۲۴۳	۲۴۴	۲۴۵	۲۴۶	۲۴۷	۲۴۸	۲۴۹	۲۵۰	۲۵۱	۲۵۲	۲۵۳	۲۵۴	۲۵۵	۲۵۶	۲۵۷	۲۵۸	۲۵۹	۲۶۰	۲۶۱	۲۶۲	۲۶۳	۲۶۴	۲۶۵	۲۶۶	۲۶۷	۲۶۸	۲۶۹	۲۷۰	۲۷۱	۲۷۲	۲۷۳	۲۷۴	۲۷۵	۲۷۶	۲۷۷	۲۷۸	۲۷۹	۲۸۰	۲۸۱	۲۸۲	۲۸۳	۲۸۴	۲۸۵	۲۸۶	۲۸۷	۲۸۸	۲۸۹	۲۹۰	۲۹۱	۲۹۲	۲۹۳	۲۹۴	۲۹۵	۲۹۶	۲۹۷	۲۹۸	۲۹۹	۳۰۰	۳۰۱	۳۰۲	۳۰۳	۳۰۴	۳۰۵	۳۰۶	۳۰۷	۳۰۸	۳۰۹	۳۱۰	۳۱۱	۳۱۲	۳۱۳	۳۱۴	۳۱۵	۳۱۶	۳۱۷	۳۱۸	۳۱۹	۳۲۰	۳۲۱	۳۲۲	۳۲۳	۳۲۴	۳۲۵	۳۲۶	۳۲۷	۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲	۳۵۳	۳۵۴	۳۵۵	۳۵۶	۳۵۷	۳۵۸	۳۵۹	۳۶۰	۳۶۱	۳۶۲	۳۶۳	۳۶۴	۳۶۵	۳۶۶	۳۶۷	۳۶۸	۳۶۹	۳۷۰	۳۷۱	۳۷۲	۳۷۳	۳۷۴	۳۷۵	۳۷۶	۳۷۷	۳۷۸	۳۷۹	۳۸۰	۳۸۱	۳۸۲	۳۸۳	۳۸۴	۳۸۵	۳۸۶	۳۸۷	۳۸۸	۳۸۹	۳۹۰	۳۹۱	۳۹۲	۳۹۳	۳۹۴	۳۹۵	۳۹۶	۳۹۷	۳۹۸	۳۹۹	۴۰۰	۴۰۱	۴۰۲	۴۰۳	۴۰۴	۴۰۵	۴۰۶	۴۰۷	۴۰۸	۴۰۹	۴۱۰	۴۱۱	۴۱۲	۴۱۳	۴۱۴	۴۱۵	۴۱۶	۴۱۷	۴۱۸	۴۱۹	۴۲۰	۴۲۱	۴۲۲	۴۲۳	۴۲۴	۴۲۵	۴۲۶	۴۲۷	۴۲۸	۴۲۹	۴۳۰	۴۳۱	۴۳۲	۴۳۳	۴۳۴	۴۳۵	۴۳۶	۴۳۷	۴۳۸	۴۳۹	۴۴۰	۴۴۱	۴۴۲	۴۴۳	۴۴۴	۴۴۵	۴۴۶	۴۴۷	۴۴۸	۴۴۹	۴۵۰	۴۵۱	۴۵۲	۴۵۳	۴۵۴	۴۵۵	۴۵۶	۴۵۷	۴۵۸	۴۵۹	۴۶۰	۴۶۱	۴۶۲	۴۶۳	۴۶۴	۴۶۵	۴۶۶	۴۶۷	۴۶۸	۴۶۹	۴۷۰	۴۷۱	۴۷۲	۴۷۳	۴۷۴	۴۷۵	۴۷۶	۴۷۷	۴۷۸	۴۷۹	۴۸۰	۴۸۱	۴۸۲	۴۸۳	۴۸۴	۴۸۵	۴۸۶	۴۸۷	۴۸۸	۴۸۹	۴۹۰	۴۹۱	۴۹۲	۴۹۳	۴۹۴	۴۹۵	۴۹۶	۴۹۷	۴۹۸	۴۹۹	۵۰۰	۵۰۱	۵۰۲	۵۰۳	۵۰۴	۵۰۵	۵۰۶	۵۰۷	۵۰۸	۵۰۹	۵۱۰	۵۱۱	۵۱۲	۵۱۳	۵۱۴	۵۱۵	۵۱۶	۵۱۷	۵۱۸	۵۱۹	۵۲۰	۵۲۱	۵۲۲	۵۲۳	۵۲۴	۵۲۵	۵۲۶	۵۲۷	۵۲۸	۵۲۹	۵۳۰	۵۳۱	۵۳۲	۵۳۳	۵۳۴	۵۳۵	۵۳۶	۵۳۷	۵۳۸	۵۳۹	۵۴۰	۵۴۱	۵۴۲	۵۴۳	۵۴۴	۵۴۵	۵۴۶	۵۴۷	۵۴۸	۵۴۹	۵۵۰	۵۵۱	۵۵۲	۵۵۳	۵۵۴	۵۵۵	۵۵۶	۵۵۷	۵۵۸	۵۵۹	۵۶۰	۵۶۱	۵۶۲	۵۶۳	۵۶۴	۵۶۵	۵۶۶	۵۶۷	۵۶۸	۵۶۹	۵۷۰	۵۷۱	۵۷۲	۵۷۳	۵۷۴	۵۷۵	۵۷۶	۵۷۷	۵۷۸	۵۷۹	۵۸۰	۵۸۱	۵۸۲	۵۸۳	۵۸۴	۵۸۵	۵۸۶	۵۸۷	۵۸۸	۵۸۹	۵۹۰	۵۹۱	۵۹۲	۵۹۳	۵۹۴	۵۹۵	۵۹۶	۵۹۷	۵۹۸	۵۹۹	۶۰۰	۶۰۱	۶۰۲	۶۰۳	۶۰۴	۶۰۵	۶۰۶	۶۰۷	۶۰۸	۶۰۹	۶۱۰	۶۱۱	۶۱۲	۶۱۳	۶۱۴	۶۱۵	۶۱۶	۶۱۷	۶۱۸	۶۱۹	۶۲۰	۶۲۱	۶۲۲	۶۲۳	۶۲۴	۶۲۵	۶۲۶	۶۲۷	۶۲۸	۶۲۹	۶۳۰	۶۳۱	۶۳۲	۶۳۳	۶۳۴	۶۳۵	۶۳۶	۶۳۷	۶۳۸	۶۳۹	۶۴۰	۶۴۱	۶۴۲	۶۴۳	۶۴۴	۶۴۵	۶۴۶	۶۴۷	۶۴۸	۶۴۹	۶۵۰	۶۵۱	۶۵۲	۶۵۳	۶۵۴	۶۵۵	۶۵۶	۶۵۷	۶۵۸	۶۵۹	۶۶۰	۶۶۱	۶۶۲	۶۶۳	۶۶۴	۶۶۵	۶۶۶	۶۶۷	۶۶۸	۶۶۹	۶۷۰	۶۷۱	۶۷۲	۶۷۳	۶۷۴	۶۷۵	۶۷۶	۶۷۷	۶۷۸	۶۷۹	۶۸۰	۶۸۱	۶۸۲	۶۸۳	۶۸۴	۶۸۵	۶۸۶	۶۸۷	۶۸۸	۶۸۹	۶۹۰	۶۹۱	۶۹۲	۶۹۳	۶۹۴	۶۹۵	۶۹۶	۶۹۷	۶۹۸	۶۹۹	۷۰۰	۷۰۱	۷۰۲	۷۰۳	۷۰۴	۷۰۵	۷۰۶	۷۰۷	۷۰۸	۷۰۹	۷۱۰	۷۱۱	۷۱۲	۷۱۳	۷۱۴	۷۱۵	۷۱۶	۷۱۷	۷۱۸	۷۱۹	۷۲۰	۷۲۱	۷۲۲	۷۲۳	۷۲۴	۷۲۵	۷۲۶	۷۲۷	۷۲۸	۷۲۹	۷۳۰	۷۳۱	۷۳۲	۷۳۳	۷۳۴	۷۳۵	۷۳۶	۷۳۷	۷۳۸	۷۳۹	۷۴۰	۷۴۱	۷۴۲	۷۴۳	۷۴۴	۷۴۵	۷۴۶	۷۴۷	۷۴۸	۷۴۹	۷۵۰	۷۵۱	۷۵۲	۷۵۳	۷۵۴	۷۵۵	۷۵۶	۷۵۷	۷۵۸	۷۵۹	۷۶۰	۷۶۱	۷۶۲	۷۶۳	۷۶۴	۷۶۵	۷۶۶	۷۶۷	۷۶۸	۷۶۹	۷۷۰	۷۷۱	۷۷۲	۷۷۳	۷۷۴	۷۷۵	۷۷۶	۷۷۷	۷۷۸	۷۷۹	۷۸۰	۷۸۱	۷۸۲	۷۸۳	۷۸۴	۷۸۵	۷۸۶	۷۸۷	۷۸۸	۷۸۹	۷۹۰	۷۹۱	۷۹۲	۷۹۳	۷۹۴	۷۹۵	۷۹۶	۷۹۷	۷۹۸	۷۹۹	۸۰۰	۸۰۱	۸۰۲	۸۰۳	۸۰۴	۸۰۵	۸۰۶	۸۰۷	۸۰۸	۸۰۹	۸۱۰	۸۱۱	۸۱۲	۸۱۳	۸۱۴	۸۱۵	۸۱۶	۸۱۷	۸۱۸	۸۱۹	۸۲۰	۸۲۱	۸۲۲	۸۲۳	۸۲۴	۸۲۵	۸۲۶	۸۲۷	۸۲۸	۸۲۹	۸۳۰	۸۳۱	۸۳۲	۸۳۳	۸۳۴	۸۳۵	۸۳۶	۸۳۷	۸۳۸	۸۳۹	۸۴۰	۸۴۱	۸۴۲	۸۴۳	۸۴۴	۸۴۵	۸۴۶	۸۴۷	۸۴۸	۸۴۹	۸۵۰	۸۵۱	۸۵۲	۸۵۳	۸۵۴	۸۵۵	۸۵۶	۸۵۷	۸۵۸	۸۵۹	۸۶۰	۸۶۱	۸۶۲	۸۶۳	۸۶۴	۸۶۵	۸۶۶	۸۶۷	۸۶۸	۸۶۹	۸۷۰	۸۷۱	۸۷۲	۸۷۳	۸۷۴	۸۷۵	۸۷۶	۸۷۷	۸۷۸	۸۷۹	۸۸۰	۸۸۱	۸۸۲	۸۸۳	۸۸۴	۸۸۵	۸۸۶	۸۸۷	۸۸۸	۸۸۹	۸۹۰	۸۹۱	۸۹۲	۸۹۳	۸۹۴	۸۹۵	۸۹۶	۸۹۷	۸۹۸	۸۹۹	۹۰۰	۹۰۱	۹۰۲	۹۰۳	۹۰۴	۹۰۵	۹۰۶	۹۰۷	۹۰۸	۹۰۹	۹۱۰	۹۱۱	۹۱۲	۹۱۳	۹۱۴	۹۱۵	۹۱۶	۹۱۷	۹۱۸	۹۱۹	۹۲۰	۹۲۱	۹۲۲	۹۲۳	۹۲۴	۹۲۵	۹۲۶	۹۲۷	۹۲۸	۹۲۹	۹۳۰	۹۳۱	۹۳۲	۹۳۳	۹۳۴	۹۳۵	۹۳۶	۹۳۷	۹۳۸	۹۳۹	۹۴۰	۹۴۱	۹۴۲	۹۴۳	۹۴۴	۹۴۵	۹۴۶	۹۴۷	۹۴۸	۹۴۹	۹۵۰	۹۵۱	۹۵۲	۹۵۳	۹۵۴	۹۵۵	۹۵۶	۹۵۷	۹۵۸	۹۵۹	۹۶۰	۹۶۱	۹۶۲	۹۶۳	۹۶۴	۹۶۵	۹۶۶	۹۶۷	۹۶۸	۹۶۹	۹۷۰	۹۷۱	۹۷۲	۹۷۳	۹۷۴	۹۷۵	۹۷۶	۹۷۷	۹۷۸	۹۷۹	۹۸۰	۹۸۱	۹۸۲	۹۸۳	۹۸۴	۹۸۵	۹۸۶	۹۸۷	۹۸۸	۹۸۹	۹۹۰	۹۹۱	۹۹۲	۹۹۳	۹۹۴	۹۹۵	۹۹۶	۹۹۷	۹۹۸	۹۹۹	۱۰۰۰	۱۰۰۱	۱۰۰۲	۱۰۰۳	۱۰۰۴	۱۰۰۵	۱۰۰۶	۱۰۰۷	۱۰۰۸	۱۰۰۹	۱۰۱۰	۱۰۱۱	۱۰۱۲	۱۰۱۳	۱۰۱۴	۱۰۱۵	۱۰۱۶	۱۰۱۷	۱۰۱۸	۱۰۱۹	۱۰۲۰	۱۰۲۱	۱۰۲۲	۱۰۲۳	۱۰۲۴	۱۰۲۵	۱۰۲۶	۱۰۲۷	۱۰۲۸	۱۰۲۹	۱۰۳۰	۱۰۳۱	۱۰۳۲	۱۰۳۳	۱۰۳۴	۱۰۳۵	۱۰۳۶	۱۰۳۷	۱۰۳۸	۱۰۳۹	۱۰۴۰	۱۰۴۱	۱۰۴۲	۱۰۴۳	۱۰۴۴	۱۰۴۵	۱۰۴۶	۱۰۴۷	۱۰۴۸	۱۰۴۹	۱۰۵۰	۱۰۵۱	۱۰۵۲	۱۰۵۳	۱۰۵۴	۱۰۵۵	۱۰۵۶	۱۰۵۷	۱۰۵۸	۱۰۵۹	۱۰۶۰	۱۰۶۱	۱۰۶۲	۱۰۶۳	۱۰۶۴	۱۰۶۵	۱۰۶۶	۱۰۶۷	۱۰۶۸	۱۰۶۹	۱۰۷۰	۱۰۷۱	۱۰۷۲	۱۰۷۳	۱۰۷۴	۱۰۷۵	۱۰۷۶	۱۰۷۷	۱۰۷۸	۱۰۷۹	۱۰۸۰	۱۰۸۱	۱۰۸۲	۱۰۸۳	۱۰۸۴	۱۰۸۵	۱۰۸۶	۱۰۸۷	۱۰۸۸	۱۰۸۹	۱۰۹۰	۱۰۹۱	۱۰۹۲	۱۰۹۳	۱۰۹۴	۱۰۹۵	۱۰۹۶	۱۰۹۷	۱۰۹۸	۱۰۹۹	۱۱۰۰	۱۱۰۱	۱۱۰۲	۱۱۰۳	۱۱۰۴	۱۱۰۵	۱۱۰۶	۱۱۰۷	۱۱۰۸	۱۱۰۹	۱۱۱۰	۱۱۱۱	۱۱۱۲	۱۱۱۳	۱۱۱۴	۱۱۱۵	۱۱۱۶	۱۱۱۷	۱۱۱۸	۱۱۱۹	۱۱۲۰	۱۱۲۱	۱۱۲۲	۱۱۲۳	۱۱۲۴	۱۱۲۵	۱۱۲۶	



اسی مقدم میں مفتی محمد عبدہ شیخ البلاغہ کی تعریف و توصیف کے بعد لکھتے ہیں

وذلك الكتاب الجليل هو جملة ما  
اختاره السيد الشريف الفاضل حجة الله  
كلامه سيدنا ومولانا امير المؤمنين  
علي بن ابي طالب كرم الله وجهه وجميع متفقيه  
وسماه بهذا الاسم في البلاغہ ولا اعلم  
استالمق بالدلالة على معناه منه وليس  
في وسعي ان اصف هذا الكتاب بازيد  
مما دل عليه اسمه ولا ان اتى بشئ في  
بيان منيته فوق ما اتي به صاحب الاختيار  
كما استراخ في مقدمة الكتاب ولولا ان  
عرايز الجملة وقواضي الذممة تغرر علينا  
عراق الجميل لصاحبه وشكر المحسن على  
احسانه لما احتجنا الى التنبية على ما  
اورع زجوا البلاغہ من فنون الفصاحة  
وما اخص به من وجوه البلاغہ خصوصا  
وهو لم يترك غرضا من اغراض الكلام  
الا اصابه ولم يدع للفكر مسرا الا  
الاجابة

مفتی محمد عبدہ شیخ البلاغہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔۔۔

وليس في اهل هذه اللغة الا قائل بان  
كلام الامام علي بن ابي طالب هو اشرف  
الكلام وابلغ بعد كلام الله تعالى  
وكلام نبينه اغزر مادة وارفعه اسلوبا  
واجمله لجلال المعاني فاحسب  
بالطالبيين لتفاسس اللغة والطامحات  
في التدرج لما فيها ان يجعلوا هذا الكتاب  
احم وحفظهم وافضل ما اوتوا به مع  
تفهم معانيه في الاغراض التي جاءت  
لاجلها وتامل الفاظه في المعاني التي  
صيغت للدلالة عليها ليصيبوا بذلك  
افضل غاية وينتصروا الى خير نهاية  
في علمهم

(۱۵) اساتذہ کرام! مفتی محمد عبدہ شیخ البلاغہ کو اپنے کلام کی تعریف و توصیف کے بعد لکھتے ہیں  
اسی مقدم میں مفتی محمد عبدہ شیخ البلاغہ کی تعریف و توصیف کے بعد لکھتے ہیں

الله عليه وما حسبني احتياج في اثبات هذا الى  
دليل اكثر من ههنا البلاغہ ذلك الكتاب  
الذي اقامه الله حجة واضحة على ان عليا  
رضي الله عنه قد كان احسن مثال حي لنور  
القران وحكمته وعلمه وهدايته وعجازه  
وفصاحته اجتمع لعل في هذا الكتاب ما لم  
يجتمع لكبار الحكماء واخذوا الفلاسفة و  
لوايف الربانيين من آيات الحكمة السامية  
وقواعد السياسة المستقيمة ومن كل موعظة  
باهرة وحجة بالغة تشهد له بالفضل وحسن  
الاشراخاض على في هذا الكتاب لجة العلم  
والسياسة والدين فكان في كل هذه المسائل  
نايعة ما برزوا ولئن سالت عن مكان كتابه  
من الادب بعد ان عرفت مكانه من العلم  
فليس في وسع الكاتب المسترسل والخطيب  
المصقع والشاعر المفلح ان يبلغ الغاية من  
وصفه والنهاية من تقریظ وحسبنا ان  
نقول انه الملتقى الغنى الذي التقى فيه  
جمال الحضارة وجدالة البداوة والمنزل  
الفرد الذي اختارته الحقيقة لنفسها من  
تطمئن فيه وتادى اليه بعد ان سالت بها  
النازل في كل لغة //

على هذا الاصل نقول ان ههنا البلاغہ  
ليس كغيره من الكتب العلمية والادبية  
التي يستفيد الناس من القراءة فيها بل  
هو كتاب تتجلى فيه روح شريفة يكسب  
القارئ في هذا الكتاب منها العصبية للحق  
والشفقة في الدين والعقد في الحكمة  
والسياسة وعندنا ان الذين تسمون  
الى الاصلاح في هذا المبلد يجب عليهم  
ان يتخذوا هذا الكتاب اماما في اصلاحهم  
من جهاته اللغوية والعلمية والدينية  
وان الناشئين لو تأثروا بهذا الكتاب في العبارة  
وصدق المنظر لبلغوا من قوتي العقل واللسان  
تلك المنزلة التي تحتها عالم ولو ان لويصلون  
اليها في وقت قرب

حضرت علی صلوات اللہ علیہ ہیں اس دعوی کے اثبات کے لیے  
شیخ البلاغہ کے ہندسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے یہ کتاب وہ ہے  
جسے اللہ نے اس امر کی واضح حجت قرار دیا ہے کہ حضرت علی قرآن  
کے نور و اعجاز اس کی حکمت و بلاغت اور علم و ہدایت کی زندہ  
مثال ہیں یہ کتاب جو حضرت کی بہترین آثار میں سے ایک ہے  
آپ کے فضل و شرف پر گواہ ہے اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جسے  
آپ اعلیٰ علم و حکمت کے آیات و صحیح سیار کے صول و قواعد اور  
روشن موعظ و حکم و دلائل کی حیثیت سے بڑے بڑے حکماء و سرپر  
آور و فلاسفہ و اکمال علماء ربانی کے یہاں بجا نہ پاسکیں گے  
اس کتاب میں علی بن ابی طالب قلام علم و دین و دریا کے سیار  
و تدبیر میں شادری کرنے اور اس میں ڈوب کر کئی خبر لاسنے والے  
ہیں علمی، سیاسی، دینی مسائل کا جاننے والا آپ سے بہتر کوئی  
دوسرا نہیں ہے آپ کو سب پر فوقیت حاصل ہے علمی حیثیت کو  
معلوم کرنے کے بعد اگر شیخ البلاغہ کے ادبی مرتبے کو معلوم کرنا  
چاہو تو بس یہ کہنا کافی ہے کہ اکمال کاتب و ادیب، قادر الکلام  
شاعر و خطیب کو یہ قدرت نہیں کہ اس کتاب کی ادبی خوبیوں  
اور محاسن کلام کو جیسا چاہے بیان کرے ہاں انا سمجھ لو کہ صرف  
یہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں حضرات و تمدن کی خوبیاں  
لطافت اور بدات و عصر جاہلیت کی نیوہ بیان و نصفا  
کا اجتماع ہے اور نہ ہی کتاب ایک ایسی منزل ہے جس میں  
حقیقت نے اطمینان و سکون کے ساتھ قیام کیا ہے جب کہ دیگر  
زبانوں میں قیام ممکن نہ ہو سکا اس بنیاد پر میں یہ کہتا ہوں کہ  
شیخ البلاغہ ان علمی و ادبی کتابوں کی طرح نہیں ہے جن سے لوگ  
مستفید ہوتے ہیں بلکہ وہ ایک ایسی مثالی کتاب ہے جس میں ایک  
پاکیزہ و باعزت روح جلوہ نما ہے اس کتاب کا پڑھنے والا  
عصیت حق، شدت دین اور حکمت دیانت کو حاصل کرتا ہے  
میرے نزدیک وہ لوگ جو اس ملک کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں  
ان کو چاہیے کہ وہ اپنے اصلاحی امور میں اس کتاب کو اپنا  
مرہب بنائیں علم اس کے کہ وہ اصلاح علمی و دینی بالائی پروا دہا  
قوم کے ابھرنے والے نوجوان اگر شیخ البلاغہ کے عبارات و مطالب سے  
متاثر ہوں تو وہ عقل و زبان کی اس قوت تک پہنچ سکتے ہیں جس کی  
ہم سب تمنا کرتے ہیں اور جس مرتبہ تک ان تک رسائی کی مستقبل  
قریب میں ہم دوست لکھتے ہیں (شرح شیخ البلاغہ سلاسل اشخ  
محمد حسن نائل المصنف مقدرة الشرح ۲۵ ۱۳۵۲ طبع دار الكتب  
العرفیہ مصر)

العربیہ مصر



(۱۶) مصنف کی شرح جو دار الکتب الرشیدیہ مصر میں چھپی ہے اس کے شروع میں ایک مقدمہ ادبیہ اساذمجر الزہری الغراوی کا ہے اس مقدمہ میں زیر عنوان "طبقات الفضلاء" اساذمجر الزہری الغراوی لکھتے ہیں،

محمد زہری  
غراوی

ولم یقل عن احد من اهل هذه الطبقات ما نقل عن امير المؤمنين علي بن ابي طالب كرم الله وجهه فقد اشتملت مقالاته على الصواعق الزهدية والمناجى السياسية والزواج الدينية والحكم النفسية والاداب الخلقية والدرر التوحيدية والاشارات الغيبية والردود على الخصوم والنصائح على وجه العموم وقد احتوى على غرر كلامه كرم الله وجهه كتاب نهج البلاغة الذي جمعه وهذا به الواحسن محمد بن الطاهر المشهور بالشریف الرضی رحمہ اللہ وانا بہ ورضاء

(۱۷) اساذمجر محمد بن عبد الحمید بر فیہ لغت عربی جامعہ ازہرانی نے نہج البلاغہ پر تحقیقی شرح و تعلیقی حواشی تحریر کیا ہے جو علامہ محمد عبیدہ کی شرح کے ساتھ مطبع استقامتہ مصر سے شائع ہوئی ہے اس ایڈیشن میں اساذموصوف نے ایک مقدمہ بھی تحریر فرمایا جس میں نہج البلاغہ کے تناد و اعتبار پر سیر حاصل بحث کی ہے، اسی مقدمہ میں وہ تحریر فرماتے ہیں

وبعد فہذا کتاب نہج البلاغہ وهو ما اختارہ الشریف الرضی الواحسن محمد بن الحسن الموسوی من کلام امیر المؤمنین علی بن ابی طالب وهو کتاب الذی جمع بین دقتہ عیون البلاغۃ رضی اللہ عنہ ودفنہا وحقا بہ للنظر فیہ اسباب الفصاحت ونامتہا فافہا اذ کان من کلام اقصم الخلق بعد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم منطقاً واشدہم اقتداراً وابرعہم حجة واملکہم للغة یدیرہا کیف شاء الحاکم الذی تصدرا للحکمة عن بیانہ والخطیب الذی یملأ القلب سحر لسانہ العالم الذی یتھتأ لہ من خلاط الرسول والکتابۃ الذی دالکفا ۳ عن الدین بسیفہ ولسانہ منہ حدیثہ ما لم یتھتأ لاحد سواہ

(۱۸) مشہور ادیب و خطیب علامہ شیخ مصطفی غلامی نے اساذ التفسیر واللغة والاداب العربیہ فی الکلیۃ الاسلامیہ بیروت انجمن الذی زیر عنوان "نہج البلاغہ والسلیب الکلام العربی" ایک مبوط مقالہ کے تحت میں تحریر کرتے ہیں، بہترین چیز جس کا مطالعہ لازم ہے اس شخص کو جو زبان عربی کے

العالی کتاب نہج البلاغۃ للامام علی رضی اللہ عنہ وهو الکتاب الذی انشأت هذا المقال لاجله فان فیہ من یبلغ الصلاح والاسالیب المدهشة والمعانی الرائقة ومناحی الموضوعات الجلیلة ما یجعل مطالعہ اذا زاولہ مزاولۃ صحیحۃ بلیغی فی کتابتہ وخطابتہ ومعانیہ فالی اقتناء هذا الاثر العظیم یا طالب السلیب العالی و سقاہ الکلام البلیغ فان فیہ ما ترغبون یوں اس یادگار کتاب کی طرف ان لوگوں کو جو عربی کے بلند اسلوب تحریر کے ادب کلام بلیغ کے شائق ہیں وہ اس کتاب میں اپنے مقصد کو پورے طور سے موجود پائیں گے

بلند معیار تحریر کو حاصل کرنا چاہتا ہے وہ حضرت امام علی رضی اللہ عنہ کی کتاب نہج البلاغہ ہے، یہ کتاب وہ ہے جس کے لیے خاص طور سے میں نے اس مضمون کی بنیاد ڈالی ہے کیونکہ اس کتاب میں بلیغ کلام اور حیرت انگیز طرز تحریر اور جذبات نظر معانی اور مختلف عظیم الشان موضوعات و مقاصد کے خصوصیات ایسے ہیں جو مطالعہ کرنے والے کو اگر صحیح ذوق رکھتا ہے اور پورے طور سے اس کی مزاولت رکھتا تو فصیح و بلیغ انشا پر دافا اور مقرر بنا سکتے ہیں، میں دعوت دیتا ہوں اس یادگار کتاب کی طرف ان لوگوں کو جو عربی کے بلند اسلوب تحریر کے ادب کلام بلیغ کے شائق ہیں وہ اس کتاب میں اپنے مقصد کو پورے طور سے موجود پائیں گے

۱۹ علامہ ابو النصر پروفیسر بیروت یونیورسٹی) اپنی کتاب "حیات علی بن ابی طالب" کی اکیسویں فصل میں جو امیر المؤمنین عراوی کے آثار ادبی کے متعلق ہے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ نہج البلاغہ بغیر کسی شک و شبہ کے امیر المؤمنین کا کلام ہے جس کو شریف الرضی نے جمع کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ نہج البلاغہ، علی بن ابی طالب کی عظیم شخصیت کا منظر ہے، عصر حاضر کا مشہور ادیب و مورخ الاتاذ شیخ عبد اللہ العلانی البیروتی نے بھی اپنے مصنفات میں اس کا اعتراف کیا ہے کہ نہج البلاغہ حضرت علی کا مستند کلام ہے جس کو تیسری صدی ہجری میں جمع فرمایا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ علانی نے اپنی ایک مستقل تالیف "تاریخ علی الفلانی والاوی" میں نہایت ہی تحقیق و تدقیق کے ساتھ اس امر کو ثابت کیا ہے کہ نہج البلاغہ تمام و کمال پر المؤمنین ہی کا کلام ہے جیسا کہ تاریخ الحسین نقد و تحلیل کے آخر میں بعض مصنفات علانی اس کا ذکر ہے کہ اس کی کتاب ہم تک پہنچ نہیں ہو سکی

کتاب نہج البلاغہ کو کلام امیر المؤمنین سمجھ کر ان کے علاوہ اور بھی اہل علمائے اہلسنت ہیں جو نہج البلاغہ کو امیر المؤمنین کا کلام سمجھ کر اس علمائے اہلسنت اس سے تمسک کرتے ہیں اسے تمسک کرتے ہیں اور سند میں پیش کرتے ہیں جیسا کہ علامہ نور الدین علی بن عبد اللہ بن احمد اور اپنے اسناد سے اس کو روایت کرتے ہیں السہودی صاحب وفاء الوفا نے اپنی کتاب جو امیر العقیدین میں لیا کیا ہے چنانچہ اس بحث میں کہ المہدیت رسول ۴ امان ہیں امت کے لیے تحریر فرماتے ہیں،

فاقیم وجودہم فی کوہہ اما نا للامتہ مقامہ صلی اللہ علیہ وسلم والی هذا یتبیر ما فی نہج البلاغۃ فی ان علیا رضی اللہ عنہ کان یامر فی مواطن الحرب تکلف الحسین عن القتال فقال احدهما اتجمل بناعن الشہادۃ او نلانا دون ما تطمح الیہ نفوسنا فقال ما اری حیث طغت ولکن انشغقت ان یطغی لوسر النبوة من الارض ای بالقطع الذریۃ الطاهر الذکر الخامس انہما اماک للامت من القسم الثانی فی فضل اهل البیت من کتاب جواهر العقیدین للسہودی مخطوط

اسی طرح محدث و بارزین قاضی القضاۃ امام الثقات الاثبات محمد بن علی الشوکانی صاحب نیل الاوطار و تفسیر فتح القدیر نے نہج البلاغہ کو اپنے اسناد معتبرہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند کو اپنی کتاب اتحاف الاکابر بآناد الذوات میں درج فرمایا ہے چنانچہ نہج البلاغہ کو اسناد معتبرہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند کو اپنی کتاب اتحاف الاکابر بآناد الذوات میں درج فرمایا ہے چنانچہ نہج البلاغہ کو اسناد معتبرہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند کو اپنی کتاب اتحاف الاکابر بآناد الذوات میں درج فرمایا ہے

بہی شکان  
کالئے اسناد  
مستندہ  
نہج البلاغہ  
روایت کرنا



وقت

کتاب مذکور کے باب الترتیب میں ہے

تہج البلاغة من كلام امير المؤمنين علي رضي الله عنه الشريف المرتضى ارويہ با بالاسناد المتقدم مرفی اول هذه المختصر الى الفقيه احمد بن محمد الاکوع المعروف بشعلة عن السيد المرتضى بن شهاب الوند الى اليمن عن احمد بن زيد الحاجي عن الشريف محمد اسمعيل عن عمه الحسين بن علي الجويني عن المؤلف

نسخ البلاغة جو امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے کلام کا مجموعہ ہے جس کو شریف مرتضی نے جمع کیا ہے اس کتاب کو میں اس وقت سے جس کا شروع کتاب میں ذکر کر چکا ہوں فقیر احمد بن اکرع معروف بہ شعلة سے روایت کرتے ہیں جو میں میں وارد ہوئے تھے وہ احمد بن زید الحاجی سے وہ شریف محمد اسمعیل سے وہ اپنے چچا حسین بن علی الجوبینی سے وہ جامع نسخ البلاغة سے

(اتحاد الاکابر باناد الدفاتر لمحمد بن علی النکاکی بطبع حیدرآباد دکن)

امام شوکانی اور فقیر احمد بن محمد الاکوع کے درمیان بیس واسطے ہیں جس کا ذکر ہم نے اس ہی رجال اتحاد الاکابر کے شروع میں موجود ہے اور احمد بن محمد الفقیہ و جامع نسخ البلاغة سید رضی کے درمیان چار واسطے ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اس اعتبار سے امام شوکانی ۲۵ واسطوں سے نسخ البلاغة کو روایت کرتے ہیں امام شوکانی کے مذکور رجال سادات میں بھی شیعہ امامیہ نہیں ہے بلکہ سب معتزلیہ روایان ثقافت حفاظا اہلسنت میں ہیں مسیحی علماء و ادباء کا اعتراض صرف علمائے اہلسنت ہی نہیں بلکہ مسیحی ادباء جو رضی کلمہ ہی اعتراض کرتے ہیں، جن میں سے چند شواہد

عبدالمسیح بن یسین (۱) عبدالمسیح النکاکی حلی صاحب جریة العرمان مصر کو مدیر الشہادہ و حلال الشہادہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں

لاحبال ان سیدنا علیا امیر المؤمنین حواما الفضلاء واستاذ النخلاء واعظم من خطب و کتب عن اهل هذه الصناعة الالباء وهذا كلام قد قيل فيه بحق انه فوق كلام الخلق وتحت الكلام الخلق قال هذا كل من عرف فنون الكتابة او اشتغل في صناعة التعبير والتعبير بل هو استاذ الكتاب العرب ومعلم بلامراء فما من اديب اللبيب حاول ان يات صناعة التعبير الا وبين يديه العثران ونهج البلاغة دال على كلام الخلق وهذا كلام اسف المخلوقين وعليها يقول التعبير والتعبير اذا اراد ان يكون في معاشرة الكتبة المجيدين ولعل افضل من خدم لغة قرئش الشريف الرضي الذي جمع خطب واقوال وحكم وسائل

نسخ البلاغة کے جامع شریف محمد بن ابی احمد بن علی الطاہر الشہر بارضی ہیں ان کے ہمائی ان شریف علی المرتضی علم الہدی ہیں جو مجموعہ شریف مرتضی نام سے یاد کئے جاتے ہیں لیکن کبھی کبھی یہ نسخ بھی مرتضی کے نام سے طب کے گئے ہیں چنانچہ استاد فزاد افرام البتانی لکھتے ہیں۔

والشرف الرضي من سلاله على اسد محمد بن طاهر بن الحسين بن موسى بن ابراهيم المرتضى بن موسى ككاهن ولد ۴۶۹ هـ وتوفي ۵۱۰ هـ ويكنى ايضاً بالمرتضى لقباً له اجداداً وبالنسبة الموسوية وكنى بالابي ايضاً بالنسبة اليها مطبوع في بيروت ۱۲۹۱ هـ ان يہ ہاں شریف مرتضی سے وارد ہوئی ہیں اس سے دیکھا جاتا ہے کہ غلطی سے علم الہدی نامی نسخ کو کچھ لیا جاسا ہے جیسا کہ بعض علماء اہلسنت کہتے ہیں۔

سیدنا امیر المؤمنین من افواه الناس اما لیس واصاب كل الاصابة باطلاقة عليه اسم نهج البلاغة وماهات الكتاب الاصولها المستقیم لمن يحاول الوصول اليها من معاشر المتأدبين

سب سے بڑا درجہ شریف رضی کو حاصل ہے جنہوں نے حضرت علی کے خطبے، اقوال، حکم اور خطوط کو جمع کیا ہے لوگوں کے محفوظات و تحریرات سے اور بیشک انہوں نے نسخ البلاغة اس کا نام بہت ٹھیک رکھا ہے اور یہ کتاب حقیقتہً صحیح راست اور صراط مستقیم ہے اس شخص کے لیے جو بلاغت کی منزل تک پہنچنا چاہتا ہو۔

(القصيدة العلوية او التاريخ الشعري الاسلامي) مطبوعہ علیہیں نجار مصر

مشہور سچے ادیب و محقق استاد فزاد افرام بتانی پر و فیروز سیٹ جو زون کاچ بیروت نے ایک سلسلہ تعلیمی کتابوں کا "روائع" فزاد افرام کے نام سے شائع کیا ہے جس میں مختلف جلیل المرتبہ مصنفین کے آثار قلم کو مع ان کے حالات و کمالات تاریخی تحقیقات کے ساتھ چھوٹے چھوٹے مجموعوں کی صورت میں مرتب کیا ہے اور ان کو کتبھولک عیسائی پریس بیروت سے ۱۹۲۵ء میں شائع کیا ہے، اس سلسلہ کا پہلا مجموعہ "علی بن ابی طالب" نسخ البلاغة ہے، اس کے مقدمہ میں استاد فزاد نے لکھا ہے،

انسانہم اليوم بنشر مقتنيات من نهج البلاغة للامام علي بن ابي طالب اول مفكرى الاسلام كى ابد کرتے ہیں، آج ہم نسخ البلاغة جو اسلام کے سب سے پہلے مفکر علی بن ابی طالب کی کتاب ہے اس کے انتخاب کو پہلے شائع کر کے سلسلہ روائع

مقدمہ کے بعد مختلف عناوین کے تحت امیر المؤمنین کی سیرت اور نسخ البلاغة پر روشنی ڈالی ہے "نسخ البلاغة وجمعه" کے ضمن میں لکھتے ہیں،

وما زال الناس يتداولون ذلك حتى قام الشريف الرضي فجمع كل ما نقل عن الامام من خطب ورسائل ومواعظ فضمها كتاباً واحداً سماه نهج البلاغة

حضرت کے آثار ادبیہ لوگوں میں برابر شائع رہے یہاں تک کہ شریف رضی کا زمانہ آیا اور انہوں نے امام کے خطبے خطوط اور مواعظ، جو منقول اور مروی تھے ان سب کو ایک کتاب میں جمع کر کے اس کا نام نسخ البلاغة رکھا

اس کے بعد استاد فزاد نے "صححة نسبة" کے زیر عنوان نسخ البلاغة کا صحیح اندہ ہونا ثابت کیا ہے جس کو اپنے محل پر لکھوں گا

هذا وانه لعل الفضول الافاضة بان كونه نسخة هذا التاليف والغائده الجملة الناجمة عن درة فهو كما قال الشيخ محمد عبدة حاو جميع ما يمكن ان يعرض للكاتب والمخاطب من اغراض الكلام فقد تعرض للمصالح والذم الادبي والترغيب في الفضائل والتنقير من الرذائل والمحاورة السياسية والمخاصمات الجدلية وبيان حقوق الراعي على الرعية وحقوق الرعية على الراعي واتي على الكلام في اصول الملانية وقواعد العدالة وفي النصائح الشخصية والمواعظ العمومية او كما قيل بتعبير اوجز وتأثير اوفر هو تحت كلام الخلق وفوق كلام المخلوق

اس کتاب کی فصاحت و بلاغت اور اس کی درس و تدریس میں جو عظیم فائدہ ہے اس کا ذکر کرنا فضول ہے اس لیے حقیقتہً جیسا کہ شیخ محمد عبدة نے کہا ہے کہ یہ کتاب حاوی اور جامع ہے تمام ان اغراض و مقاصد کو جو کسی انشا پر دایا مقرر کو اپنی تحریر و تقریر میں پیش نظر ہو سکتے ہیں، اس لیے کہ اس میں روح ہندہ نہایت فصاحت و محاسن اس ترغیب، بری باتوں سے اظہار نفرت، سیاسی خیالات، مجاہدانہ مکالمات، حاکم کے حقوق رعیت پر، رعیت کے حقوق حاکم پر سب کچھ موجود ہے پھر تمدن کے اصول اعدالت کے قواعد، انفرادی فضائل اور عمری مواعظ سب کچھ سندرج پائے جاتے ہیں، مختصر اور مؤثر نقطوں میں وہی ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے کہ خالق کے کلام سے بہت اور مخلوق کے کلام سے بلند ہے۔



پولس سلامہ (۳) بیروت کی عدالت عالیہ کا چیف جسٹس اور مشہور مسیحی ادیب و شاعر پولس سلامہ (PAULAS SALAMA) اپنے  
اول لمحہ عربیہ عید الفدر، میں لکھتا ہے،

نہج البلاغة هو أشهر الكتب التي عرف بها  
الأصنام ولا يفوق هذا الكتاب بلاغة وقيمة  
الألوان التزليل،

هذه الكتب للمعارف باب  
تنشيد الدخاني كتاب مبين  
هو روض من كل زهر جني  
فيه من نضرة الورد العذاري  
في صفاء الدينوع يجرى زلالا  
تلمح النشط والضعاف ولكن

(عید الفدر صفحہ ۱۰۰، مطبوعہ مطبعة النبروت)

جبران خلیل (۴) عربی دنیا کا مشہور مسیحی مفکر، ادیب عصر، فلسفی و شاعر، نابغہ زمان، جبران خلیل جبران لبنا (لبنان) نام میں مشہور  
جبران میں پیدا ہوا اور ۱۹۰۷ء میں امریکہ میں مرا (نیج البلاغة سے متاثر ہو کر امیر المومنین کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے  
لبستانی

فی عقیدتی ان ابن ابی طالب کان اول عربی  
لازم الروح الكلية وجاورها وسامرها  
وهو اول عربی تناولت شفتاه صدى اغانيها  
على مسمع قوم لم يسعوا بها من ذي قبل  
فتاها بين مشاهير بلاغته وظلمات ما  
ضيههم فصن اعجب بها كان اعجابا موثوقا  
بالفطرة ومن خاصة كان من انباء الجاهلية  
مات على بن ابی طالب شهيد عظمته  
مات والصلوة بين شفتيه مات وفي  
قلبه الشوق الى ربه ولم يعرف العرب  
حقيقة مقامه ومقداره حتى قام من  
حيرا انهم الفرس اناس يدركون الفارق  
بين الجواهر والحصی، مات قبل ان يبلغ  
العالم رسالته كاملة وافية، غير انني اتمنله  
مبتسما قبل ان يغضب عينيه عن هذه  
الارض،

مات شان جميع الانبياء الباصرين الذين  
ياتون الى بلد ليس ببلد لهم، والى قوم  
ليس بقومهم في زمن ليس بزمنهم ولكن  
لربك شاتافي ذلك وهو اعلم  
جبران کے لیے تھا، لیکن اس میں بھی خدا کی شان ہمارے ہی سے زیادہ اپنے روز و حکمت کا جاننے والا ہے۔

(لمحہ عربیہ عید الفدر پولس سلامہ ص ۱۰۰ مطبوعہ بیروت)

منکرین ومقرنین نهج البلاغة | اسی مسیحی عرب مفکر و ادیب نے بالکل صحیح کہا ہے، "ومن خاصة كان من انباء الجاهلية"  
ایک علی کی علمی و ادبی آثار اور کارناموں کا انکار کرنے والے، انباء جاہلیت، ہیں، چنانچہ عصیت جاہلیت رکھنے  
والے کبھی کبھی نهج البلاغة کے خلاف اپنی صدائے بے ہنگام بلند کر دیا کرتے ہیں اور اصل نهج البلاغة پر شک کرنے والے وہ  
کے لوگ ہیں،

(۱) پہلا گروہ ایسے لوگوں کا ہے جو دہری (دین و مذہب کے مخالف) یا دشمن اسلام متعصب مسیحی ہیں اسی گروہ میں وہ نام  
ہندو مسلمان (برعکس ہندو نام زنگی کافر) بھی شامل ہیں جو دہریت زدہ اور غیر اسلامی انکار و رجحانات سے مغلوب و مغلوب ہیں  
جن میں سے بعض تو ایسے ہیں جو قرآن و حدیث میں سے بعض چیزوں کا اقرار کرتے ہیں اور بعض انکار یا اس کی تاویل کرتے  
دہریت زدہ انکار یورپ سے تطبیق کرنے کی لالچا حاصل بھی کرتے ہیں، یہ لوگ اکثر احادیث پیغمبر کے منکر ہوتے ہیں اور قرآن  
و حدیث ان کے طعن و الزام و اعتراض و ایراد کا اما جگہ ہوتا ہے

(۲) دوسرا گروہ اموی ذہنیت رکھنے والوں کا ہے، جو علی کی سربسبقت و فضیلت کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے جیسے ذہبی  
ابن تیمیہ، اور ان کے دوسرے ساتھی، یہ لوگ جب یہ دیکھتے ہیں کہ ان خطبوں سے علی کے کمال علم پر روشنی پڑتی ہے اور ان  
کے بعض اعتقادات سے تصادم ہوتا ہے یا بعض خطبے علی کے ان رجحانات کا پتہ چلتا ہے جو آپ کو بعض صحابہ غیر سے  
تھا اس وقت ان مخالفین اہلسنت کی عرق عصیت پھر کھڑی ہوتی ہے اور ان خطب و اقوال سے انکار کرنے لگتے ہیں،  
جیسے متعصب عنید ذہبی جن کی تحقیقات کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کو یہی نہیں معلوم ہو سکا کہ جامع نهج البلاغة  
کون ہے، بجائے سید رضی کے سید مرتضیٰ سمجھ رہے ہیں، یہ تو ہے ان کی تحقیق کا عالم، اب ملاحظہ فرمائیے کہ وہ میرا لالچا  
میں نهج البلاغة کو تالیف سید مرتضیٰ قرار دے کر موصوف کے حالات میں لکھتے ہیں،

ومن طالع كتاب نهج البلاغة جزمه بانه  
مكذوب على امير المؤمنين ففیه السب  
الصريح والمخط على السيد بن ابی بكر  
وغيره،

پرونیس خلوصی کے اعتراضات | مقرنین و منکرین کے اعتراضات و اباب انکار کا جائزہ لیتے وقت ہمارے سامنے ماہ  
اکتوبر ۱۹۵۷ء کا اسلامک ریویو نمبر ۲۸ جلد ۲۸ (THE ISLAMIC REVIEW) ہے جو دو کنگ  
انگلستان (WORKING ENGLAND) سے شائع ہوتا ہے، اس میں ایک مضمون ڈاکٹر ایس کے خلوصی کی ایچ

سلہ یہ رضی کا جامع نهج البلاغة جو اسلامیت میں سے ہے کسی شک کی گنجائش نہیں ہے تمام مکتب رجال و انساب و اجازات و مصنفات انا و مکتب  
تذکرہ مصنفین و فہرست کتب میں علمائے فریقین نے اس کی توثیق کی ہے کہ اس کتاب کے جامع یہ رضی ہیں، خود نهج البلاغة سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے  
چنانچہ شروع ہی میں جامع نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے "ابتداءً بتالیف کتاب فی خصائص النبی علیہ السلام" میں نے کتاب خصائص النبی کی  
تالیف شروع کی، اسی طرح آخر کتاب میں اس کلمہ "الغین و کاء النبی" کی تشریح میں شائع ہے "وقد تکلمنا علی هذا کلاما مستعاراً فی  
کتابنا الموسوم بمجازات الانبياء النبوية" اس استعارہ کے متعلق میں نے اپنی کتاب مجازات النبویہ میں کلام کیا ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ نهج البلاغة  
کا جامع کتاب خصائص النبی و کتاب مجازات النبویہ کا مؤلف ہے اور اس امر پر تمام علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ ان دونوں کتابوں کے مؤلف یہ رضی  
ہیں، انکا طرح کتاب مجازات النبویہ میں خود سید رضی نے اس کی وضاحت کی ہے کہ وہ جامع نهج البلاغة ہیں، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں،

۱- وقد اوردناه في كتابنا الموسوم بهج البلاغة وهو  
المتن على مختار كلامه عليه السلام في جميع المعاني و  
الاخرى والاحسان والاحراض  
۲- وقد ذكرنا هذا الكلام في كتابنا الموسوم بهج البلاغة  
وقد ذكرناه في مجلة كلامه لکیمیل بن زیاد النخعی فی کتاب  
نہج البلاغة  
۳- وقد ذكرناه في مجلة كلامه لکیمیل بن زیاد النخعی فی کتاب  
نہج البلاغة

(۱۵۲، ۱۵۱، ۱۵۰، ۱۴۹، ۱۴۸، ۱۴۷، ۱۴۶، ۱۴۵، ۱۴۴، ۱۴۳، ۱۴۲، ۱۴۱، ۱۴۰، ۱۳۹، ۱۳۸، ۱۳۷، ۱۳۶، ۱۳۵، ۱۳۴، ۱۳۳، ۱۳۲، ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۲۹، ۱۲۸، ۱۲۷، ۱۲۶، ۱۲۵، ۱۲۴، ۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰، ۱۱۹، ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱)



ڈی لکچر عربی اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز لندن یونیورسٹی کا بایں مضمون شائع ہوا ہے (THE AUTHENTICITY OF NAHI ALBALAGHA) "حقیقت صحت نوح البلاغہ" ڈاکٹر حفصا خلوصی عراقی کے ان سنیوں میں سے ہیں جن کو بنی امیہ و بنی عباس سے بہت زیادہ خلوص اور صفائی ہے، یہ بھی معلوم ہوئے کہ مضر خلوصی "انزال التبیح فی الادب العربی کے موضوع پر بھی کوئی مقالہ انگریزی میں تحریر فرما رہے ہیں، موصوف کی فکر و ہمت سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ "محمد سید کیلانی" کے ہفتوات پر اعتماد کر کے اسی کو انگریزی میں اپنے الفاظ میں پیش کر دیں گے، کیونکہ اس مضمون میں بھی نوح البلاغہ کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے اس میں بھی دوسروں ہی کے جملات کو اپنا پایا ہے اور مندرجہ بالا ہر دو گروہ منکرین کی ہمنوائی آپ نے فرمائی ہے، آپ کے مضمون کا ابتدائی حصہ یہ بتلاتا ہے کہ آپ دہریت زدہ یورپ کے افکار سے بہت زیادہ مغلوب و مرعوب ہیں، اور بہر حال ذہنی اور ابن تیمیہ کے ہم ملک تو آپ پہلے ہی سے ہیں اس لیے مضر خلوصی کے شکوک ہر دو گروہ مشککین کے کشمکش و شکوک کا مجموعہ ہے،

علی کے کلام کی غلط توجہ یہاں خلوصی کی چالاکی اس مضمون میں سب سے پہلے عورتوں کی نفیاتی کمزوری سے فائدہ حاصل کرتے ہوئے خلوصی صاحب عورتوں کے جذبات سے کھیلے ہیں اور یورپ کی آزاد عورتوں میں "علی بن ابی طالب" کی طرف سے نفرت کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش فرمائی ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "کوئی انگریزی بولنے والی عورت ایسی نہ ہوگی جو مندرجہ ذیل کلام کو بغیر متکلم پر غم و غصہ اور اظہار نفرت کیے ہوئے اطمینان و سکون سے پڑھ سکے،"

معاش الناس ان النساء نواقص الایمان  
نواقص المحفوظ نواقص العقول فاما نقصان  
ایمالہن ففقدن عن الصلوات و  
الصیام فی ایام حیضهن واما نقصان  
عقولهن فشهادة امرأتین کشفاده الن  
لواحد واما نقصان حفظهن فموارثتهن  
عنی الانصاف من موارث الرجال فالتقوا  
شمار النساء وکولوا من خیارهن علی حد  
ولا تطیعوهن فی المعروف حتی لا یطمعن  
فی المنکر

لوگو! عورتوں کا ایمان، حصہ اور عقل ناقص ہے، اور اس پر  
شریعت گواہ ہے کہ ان کے ایمان کا نقصان یوں ہے کہ ایام  
حیض میں وہ نماز و روزہ سے روک دی گئی ہیں اور عقل کا  
نقصان اس طرح ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی  
گواہی کے برابر ہے، اور حصہ کا نقصان یوں ظاہر ہے کہ  
ان کی میراث کا حصہ مرد کے حصہ میراث کے نصف ہے،  
لوگو! بڑی عورتوں سے بچو، اور ان میں سے جو بظاہر نیک  
ہیں ان سے بھی ہوشیار رہو، نیکی کا کام بھی ان کے فرماں بردار  
ہن کے مت کر دو، تاکہ ان کو یہ غلط امید نہ ہو کہ تم ان  
کے بڑائی میں بھی مطیع و فرمان بردار رہو گے،

عورت کی کمزوری اور علی کے کلام کا حضرت کا یہ کلام حقیقت نظام وہ ہے جو جنگ جمل کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا تھا انھوں نے صحیح طور سے بغاوت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، کیونکہ اس کلام میں حضرت علی نے جن احکامات کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ قرآن و سنت سے ثابت ہیں اور جن پر حرام فرق اسلامی کا اتحاد و اتفاق ہے، کیا انہ اربعہ اہلسنت میں سے کوئی ہے جو اس کی اجازت دیتا ہے کہ عورت حالت حیض میں بھی نماز و روزہ ادا کر سکتی ہے، سر امام نے قرآن و سنت سے استنباط کر کے بھی فتویٰ دیا ہے کہ اس حالت میں نماز و روزہ نہیں ادا کر سکتی، اسی طرح شہادت اور گواہی میں بھی تمام فقہاء و ائمہ اہلسنت کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے مقابلہ میں ہے اور قرآن میں بھی صاف حکم موجود ہے،

واستشهدوا شہیدین من رجالکم فان  
لکم بیکون رجلین فرجل واحد من  
ترضون من الشہداء  
اسی طرح سے میراث کا معاملہ ہے، قرآن خود کہتا ہے،  
یوحسبکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین  
(النساء آیت ۱۱)

خدا تمہاری اولاد کے حق میں تم سے وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے

اس کے بعد حضرت نے مردوں کو ان کے اس حق کی طرف متوجہ کیا جو ان کو خدا کی جانب سے عورتوں کے مقابلہ میں ملتا ہے،

والرجال علیہن درجۃ (بقدرہ آیت ۲۲۸)  
الرجال قوامون علی النساء بما فضل  
اللہ بعضہم علی بعض  
مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے  
مردوں کا عورتوں پر قابو ہے کیونکہ خدا نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے  
(النساء آیت ۳۴)

جو عورتیں بڑی ہیں ان کے متعلق تو کوئی کلام ہی نہیں کہ مرد کو کسی حالت میں بھی ان کا مطیع و منبذ نہ ہونا چاہیے، بڑی وہ عورتیں جو بظاہر نیک معلوم ہوتی ہیں ان کی اطاعت بھی مرد کو نہ کرنی چاہیے، کیونکہ ان عورتوں کی اطاعت کسی نیک امر کے متعلق کی جاوے گی، یا کسی بڑائی میں، نیک کام بھی کسی عورت کے کہنے سے نہ کرنا چاہیے، بلکہ اس کام کو اس لیے کرنا چاہیے کہ وہ ایک اچھا کام ہے اور عورت یہ سمجھے کہ مرد اس کام کو اچھا اور محسن سمجھ کر رہا ہے ورنہ اگر وہ یہ سمجھے گی کہ مرد بغیر سوچے سمجھے اور اچھا فی بڑائی پر بغیر غور کیے یہ کام صرف اس لیے کر رہا ہے کہ یہ عورت کی خواہش سے تو اس کی وجہ سے عورت ذات جو مغلوب و غافل ہے جو تعقل و تدبیر کے بجائے اپنے غواطف سے کام لیا کرتی ہے وہ اپنے نفیاتی کمزوری میں مبتلا ہو کر یہ چاہے گی کہ مرد عورت کی بڑائیوں میں بھی اس کا مطیع و منقاد رہے، عورتوں کی اس نفیاتی کمزوری کی طرف قرآن نے بھی اشارہ کیا ہے،

وَمَنْ يَنْشُرْ فِي الْيَلْمَةِ دَهْوِي الْخُصَامِ  
علیٰ بن جبین (الزخرف آیت ۱۸)  
علی کے کلام کو غلط طریقے سے پیش کرنے یا تقریر حضرت نے جنگ جمل کے بعد بظاہر ایک نیک عورت کی بہت بڑی غلطی کو ظاہر کرنے کا خلوصی کو کیا حق ہے

عورت وہ جو زیروں میں پالی ہو سکا جائے اور کھل جائے  
فاصلت میں (مغلوب طغی ہو کر اچھی طرح سمجھ داری) کی تہمت کیجئے

مطیع و منقاد ہو کر اسلام کی تباہی و تخریب کی سبب ہوئے، اسلام میں ایک بہت بڑا نقصان صرف عورت کی غلط اطاعت کی وجہ سے رونما ہوا، علی نے اس تقریر میں مسلمانوں کی اس بڑی غلطی پر لوگوں کا ہے جو عورت کی غلط پیروی کر کے اچھا کرنے ظاہر کی، آپ کی یہ تقریر ایک مخصوص محل مورد رکھتی ہے، خلوصی صاحب کو کیا حق ہے کہ اس کو غلط طریقہ سے پیش کریں، کیا وہ اس طریقہ سے انگلیں ان کی عورتوں میں اسلام کے خلاف یہ غلط جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے نزدیک عورت کا اعتبار بہ نسبت مرد کے کم ہے، جیسا کہ تو دو عورت کی گواہی ایک مرد کے مقابلہ میں ہے یا یہ کہ اسلام عورت کو میراث میں مرد کے مقابلہ میں کم حصہ دیتا ہے یا یہ کہ عورت کو ایک مخصوص مدت میں اس کی ظاہری نجاست کی بنا پر عبادت سے روک دیا ہے، خلوصی کے پروپیگنڈے سے عورت کا یہ غم و غصہ، نفرت و ملامت حضرت علی کے ساتھ نہ ہوگا بلکہ نفس اسلام کے ساتھ ہوگا، لیکن اگر یورپ و انگلستان کی عورتیں اس تقریر کے محل مورد کو معلوم کر لیں گی تو بجائے غصہ و نفرت کے وہ ان عورتوں پر افسوس کریں گی جو اپنے اعمال و کردار سے نہ صرف مذہب بلکہ معاشرت و سیاست میں دخل ہو کر قوم و ملت کی تباہی اور صنف نازک کی بدنامی کا سبب بنتی ہیں،

خلوصی صاحب نے حضرت کی تقریر کو محل و مورد بغیر بتلائے ہوئے پیش فرلانے میں بالکل وہی حرکت کی ہے جیسے کوئی "وافتد سکارنی" کے ٹکڑے کو نکال کر "ولا تقربوا الصلوة" کے نص کو پیش کر کے یہ کہے کہ قرآن میں نماز کی ممانعت ہے،

کیا قرآن سے "ان کید کون عظیم" اس میں کوئی شک نہیں کہ عورتوں کی مکاریاں بڑی ہوتی ہیں کو پیش کر کے ان کی عورتوں کو یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ قرآن نے عورتوں کی انتہائی توہین کی ہے اور ان الفاظ قرآنی کو سن کر ان عورتوں کا قرآن کے خلاف غم و غصہ کرنا صحیح ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں!، اس لیے کہ جس طرح خلوصی صاحب نے واقعات و حالات پر پردہ ڈال کر پیش کیا ہے ویسے ہی یہ بھی الفاظ قرآن تو ضرور ہیں، لیکن ایک مخصوص محل و مورد پر، مخصوص نص کے لیے، ایک مخصوص زبان سے وارد ہوا ہے، اگرچہ تفاسیر اہلسنت کے اعتبار یہ کید و مکاری جنتیت سے تمام عورتوں کے



یہ ہے جو ان کی فطرت میں داخل ہے جیسا کہ علامہ آکوسی حنفی بغدادی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے،  
کی اس تفسیر کی بنا پر عورتوں کے کید کے مقابلے میں کید شیطان کچھ حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ اس کے لیے قرآن میں ہے  
"ان کید الشیطان کان ضعیفا"

خصوصی صاحب کو اپنی تفسیر کی روشنی میں "ان کید کن عظیم" کو یورپ کی عورتوں کے سامنے پیش کرنا چاہیے  
کلام کو پیش کرنے سے وہ نتیجہ نہیں برآمد ہوگا جو وہ چاہتے ہیں، علی تو دنیا کے سامنے ایسے حقائق پیش کر رہے ہیں جنہیں  
انکار نہیں کیا جاسکتا،

اسلام و پیغمبر اسلام کا شرورناہے مقابلہ اسلام کو ابتداء ہی سے شرورناہے مقابلہ کرنا پڑا ہے، وہ عورتیں ہی تھیں جو  
ابتداء سے تبلیغ میں پیغمبر کو اذیت دینے میں بہت پیش پیش تھیں، رسول کے راستے میں کانٹے بکھپاتی تھیں اور جسم پر  
پر نیابت ڈالتی تھیں، معاویہ کی چھو بھی ام جہیل بنت حرب بن امیہ بھی عورت ہی تھی جس کا تذکرہ قرآن نے ان  
لفظوں میں کیا ہے، "وامراتھن حملات الخبط فی جیدھا حیل من صسد"،  
وہ قریش کی عورتیں ہی تھیں جو اپنے مردوں کو ابھار کر رسول خدا سے جنگ کرنے کے لیے میدان میں لاتی تھیں اور  
زبانے لگاتی تھیں،

نخن نبات طارق نمشی علی النارق مشی القطا النوازق  
والمسک فی المفارق والذرقی الخائق ان تقبلوا فاعانق  
ونفرش النارق او تدبروا انفارق فراق غیر و امق

ہند زوجہ پرفیان اور مادر معاویہ ہی وہ عورت ہے جس نے وحشی غلام حبشی کو حمزہ عم رسول کے قتل پر ابھارا تھا اور  
جب وحشی نے حمزہ کو قتل کیا تو یہی ہند وہ عورت تھی جس نے جناب حمزہ کے اعضاء و جوارح کو کاٹ کر لیے تھے  
اور بنایا اور جنگ کو نکال کر اس کو چایا تھا، وہ بھی ایک عورت (یہودیہ) تھی جس نے خیبر میں رسول اللہ کو زہر دیا  
وہ بھی عورت ہی تھی جس نے رسول اللہ کے راز کو فاش کیا "واذا استر اللہ فی الی بعض ازواجہ حدیثا فافلت  
بذاتہ" (تحریم آیت ۲) وہ بھی عورتیں ہی تھیں جو رسول اللہ کے خلاف ان کو مغلوب کرنے کے لیے سازش کے پہلے  
تھیں، جیسا کہ قرآن اس کو ظاہر کر رہا ہے، "وان تظہر اعلیہ فان اللہ ہو مولیہ وجابر عیلک وصالح المؤمنین  
والملئکۃ بعد ذلک ظہیرہ"، اگر تم دونوں رسول کو مغلوب کرنے کے لیے ایک دوسرے کی اعانت کرتی رہو  
تو کچھ پروا نہیں خدا اور جبریل اور تمام ایمان داروں میں نیک شخص رسول کے مددگار ہیں اور ان کے علاوہ کل فتنہ  
بھی مددگار ہیں،

وہ بھی عورتیں ہی تھیں جو اپنے کردار کی وجہ سے رسول کی خانگی زندگی میں اس حد تک سبب کلفت و زحمت  
ہوئیں کہ آپ ان کو طلاق دے کے لیے آمادہ ہوئے، جس کی حکایت خدا نے ان الفاظ میں بیان کی ہے،  
عسی ربک ان طلقک ان یتبدلک  
ازواجاً خیراً منک کت مسلمات مؤمنات  
فلینک تلک عیلات مکت  
یتبت و ابکاکا،  
(سورۃ التویم، آیات ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵)

وہ بھی عورتیں ہی تھیں جو رسول کے آخری وقت حضرت کے گرد و پیش تھیں اور جن کو رسول نے "صواحب یوسف  
کا خطاب دیا تھا، وہ "صواحب یوسف" جن کے لیے یوسف نے کہا تھا، "ان ربک بکیدھن عظیمہ"  
بیگ میرا پروردگار ان کے مکروں سے خوب واقف ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان عورتوں کے کید و کد

رسول کچھ خطہ محسوس کر رہے تھے، یہ سب کارنامے ان عورتوں کے ہیں جن کا تعلق عہد رسالت سے ہے جن کے ان کارناموں کو  
"علی" نے رسول اللہ کے ساتھی اور مددگار ہونے کی حیثیت سے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا،  
وہ بھی عورت ہی تھی جس کی درپردہ تند بیروں و سازشوں سے رسول کے بعد "علی" ظاہری حکومت و منصب امارت  
نہیں حاصل کر سکے تھے،

سجاح بنت حارث بھی عورت ہی تھی جس نے پیغمبر کے بعد دعویٰ نبوت کیا، اور بنی تمیم و بنی قباہل عرب نے  
اس کی نبوت کو تسلیم کر لیا تھا (یہ خیال رہے کہ خوارج میں زیادہ تر بنی تمیم ہی تھے) اور جو خلیفہ ابو بکر سے مقابلہ کرنے  
کے لیے مدینہ پر چڑھائی کرنا چاہتی تھی اور جس نے ایک دوسرے مدعی نبوت میلہ کذاب سے نکاح کر لیا تھا جس کا  
ہر مسلمانوں سے نماز عشاء و نماز صبح ان دونوں کی کمی کو قرار دیا گیا تھا جس کا اعلان سجاح کے مودن، شیت بن  
ربی ریاحی (خارجی و قباہل حنین) نے ان الفاظ میں کہا تھا "ان مسیلمۃ بن حبیب رسول اللہ قد وضع  
عنکم صلاتین مما اتاکم بہ محمد صلاۃ العشاء الاخرة وصلاۃ النجور" (تاریخ الطبری جلد ۳  
صفحات ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰ مطبوعہ مصر)

بروایت کلبی اسی وجہ سے بنی تمیم رمل اس کے زمانہ تک نماز صبح و عشاء نہیں پڑھتے تھے،  
سلی بنت مالک بن خدیفہ بنی فہر عاتشہ کی ازادہ کردہ کنز بھی عورت ہی تھی جو ابو بکر کی خلافت کے زمانہ میں متد  
ہو گئی تھی اور جس نے قبائل غطفان، ہوازن، سلیم، اسد، قطیف کو برا بکھتا کر کے حکومت اسلامی کے خلاف بغاوت کو  
جنگ کرنے میں کامیاب ہوئی تھی اور جس کا مقابلہ خالد بن ولید نے اسلامی لشکر کے ساتھ کیا تھا، حالت جنگ میں یہ  
عورت نہایت ہی شان و شوکت کے ساتھ اونٹ پر سوار تھی اور اپنے لشکر کو جنگ کرنے کے لیے ابھار رہی تھی حالت یہ تھی  
کہ اس کے سامنے والے لشکر اس کے اونٹ کی حفاظت میں قتل ہونے میں سبقت کر رہے تھے (طبری جلد ۲، صفحہ ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴)

وہ بھی ایک بڑی نیک عورت تھی جو خلیفہ سوم عثمان کے قتل کے لیے لوگوں کو ابھارتی تھی اور جو خلیفہ عثمان کو ایک یہودی "نفل"  
سے تشبیہ دے کر ان کے قتل کا عام فتویٰ دیتی پھرتی تھیں، اور جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئیں اور مسلمانوں نے  
باتفاق حضرت علی کو اپنا امیر تسلیم کر کے عثمان حکومت ان کے سپرد کر دی تو پھر یہی نیک عورت جس نے عثمان کے خلاف  
لوگوں کو آمادہ کیا تھا وہ علی، سے عثمان کا خون بہا لینے کے بہانے سے برسرِ پیکار ہوئی اور شہسائی کے باغی فوج کی  
قیادت کرتے ہوئے اونٹ پر سوار ہو کر علی سے لڑنے کے لیے میدان جنگ میں آئیں، جس کے نتیجہ میں ہزاروں مسلمانوں  
کا خون پانی کی طرح بہا اور ان کے اختلاف و افتراق کی خلیج اور وسیع ہو گئی،  
علامہ شیخ عبداللہ العلامی لکھتے ہیں،

ظہور المرأة، وهي لا تتسح للأفکار الکلیۃ  
العامة وانما تفکر تفکیراً جزئياً خالصاً  
نکان لها اثر فی التوجیہ الجدید، وقد  
ظہرت المرأة بحركات کبیرة استغلاہ فی  
مناسبتین یوم الردۃ فی امواتین لحدھا  
سجاح بنت الحارث، والاخری ہی سلمیٰ ابنة  
مالک بن خدیفہ،

ظہور المرأة، یوم الجمل فی شخص عائشہ  
فانھا لعبت مثل دور عتیقہا سلمیٰ ابنة  
مالک وقد خرجت علی حکومت علی کما

عورت کا دل و دماغ بڑے اور ہم امور کو انجام دینے کی صلاحیت  
نہیں رکھتا وہ صرف چھوٹی باتوں اور معمولی و جزئی امور کو  
سمجھ سکتی ہے، عورتوں کی دخل اندازی نے جدید اسلامی  
سوسائٹی کو (بڑی طرح) متاثر کیا، اسلام کے ابتدائی دور میں  
عورت نے بڑی بڑی تحریکوں میں دست اندازی کی، سب  
سے پہلے سوشل ارتداد میں جو اسلام کے خلاف تھی وہ عورتوں  
نے قیادت کی ایک سجاح بنت حارث نے اور دوسری سلمیٰ ابنة  
اسی طرح جنگ جمل میں عورت کی کارستانیاں عائشہ کی شخصیت  
میں ظاہر ہوئی، عائشہ بھی مثل ایسی آزاد کردہ لونڈی سلمی  
کے ایک کھیل کھیلیں اور علی کی حکومت کے خلاف بغاوت کی

بنی قباہل  
بنی تمیم  
بنی فہر  
بنی حنین  
بنی سلیم  
بنی اسد  
بنی قطیف



مخرجت الاخری علی حکومت ابیہا و لغرض  
مشابہ تقریباً فتاک تشار لہذا و ہذا  
تشار لعنان وقد عقدت الصداقة  
بینہا زماناً طویلاً فقد كانت تحتلف الی  
عائشہ کثیراً و تنزل علیہا داکماً و لا  
یبعد عندی ان یكون فی جملة الرغبات  
التي دفعت عائشہ الی الخروج انہا كانت  
معجبة بالذو الذي لعینہ سلمی وقد  
كان دوراً معجبا حقاً لہج بہ الناس  
کثیراً حتی قيل بلغ من عزہا انہ وضع  
مائدة من الابل لمن یجوز علی  
نفس جملہا، والمرأة ذات تفکیر جزئی  
فیہ الميول والعواطف لذلك لا استبعد  
ان تكون عائشہ قد انطوت علی  
الحجاب عمیقاً سلمی، وهذا العجب  
كان عاملاً نفسياً کبیراً یؤثر علیہا سبیل  
الخروج لتعجب دوراً مماثلہ تكون فیہ القاء  
و علی جمل ایضا یصحی دونہ کثیر و كان  
المصير واحد اقرباً و هذا من اعزب  
المصادفات التاريخية  
ولینبہر الی اننا لا نقول بان اعجاب عائشہ  
سلمی كان عاملاً من عوامل خروجہا  
بل نقول كان رغبة فی جملة الدوافع التي  
تركز علیہا عزمہا، وخروج عائشہ كمرأة  
للقیادة العامة شیء جدید فی المجتمع  
الاسلامی الاول تثار حوله تفکیر طویل  
فی انه هل للمرأة ان تاتی مثل هذه  
الحركات ام لا؟  
وكان التفکیر فی ذلك من وجهة دينية  
محضة فامر سلمی زوج النبی والطائفة  
الجماعیة علی القدر ذہبوا الی انه لا  
یحوز ذلك لها وطلحة والزبیر والعرب  
الذين سكنوا البصرة وتأثروا بافكار  
الفرس ذہبوا کما یظهر من عملہم الی  
جوارہ، فظهر المرأة شیء جدید اثار  
مسألة جدیدة مافی ذلک شک (۱) انہم قد غلب علیہم

(۱) انہم قد غلب علیہم (۱) انہم قد غلب علیہم (۱) انہم قد غلب علیہم

جو ایرانی افکار و رجحان سے متاثر تھے وہ اس کو جائز سمجھتے تھے جس پر خود ان کا عمل گواہ ہے اس میں کوئی شک نہیں عورت کا یہ  
اقدام اور کارستانی اسلام میں ایک بالکل نئی بات تھی اور مسلمانوں کے غور و فکر کے لیے یہ ایک نیا مسئلہ تھا  
انہیں حالات میں جب کہ لوگ اس جدید مسئلہ پر غور و فکر کر رہے تھے، علی نے عورت کے متعلق یہ تقریر جنگ جمل کی  
تباہ کاریوں کے بعد جو ایک عورت کی لائی ہوئی تھی بصرہ میں ایسے مجمع کے سامنے فرمائی جن کی اکثریت عائشہ کے ساتھ  
شریک جنگ تھی اور جن میں ایسے بھی قبائل شریک تھے جو سجاج و سلمی کی قیادت کو تسلیم کر چکے تھے، علی کی یہ تقریر صحنی  
کا ایک پس منظر پیش کرتی ہے جو مستقبل کی تباہی کا پیش خیمہ ہوئی تھی، یہ عجیب اتفاق ہے کہ "علی" کے سازش قتل  
میں بھی ایک عورت شریک ہے، بقول عباس محمود العقاد،

رشاء المقادیر ان تنقضی حياة الامام و  
للمرأة ید فی القضاء علیہا فكانت حیاتہ  
الغالیة مھراً لقطام التی قال فیہا ابن ابی  
میساس المراد،

علی نے  
قتل میں  
عورت کا  
ہاتھ

ولما رھوا ساقہ ذو سماحة  
ثلاثة الاھن وعبد قینة  
فلاھر اعلی من علی وان غلا

(عقیدۃ الامام العقاد ص ۱۹۹ طبع مصر)

احادیث صحاح ستہ و دوسرے کتب احادیث المسند میں عورتوں کی مذمت کیا خصوصی صاحب کو اپنے کتب صحاح ستہ و مساند معتبرہ  
کی خبر ہے کہ ان میں "عورت" کے متعلق کیا بتلایا گیا ہے، میں اس وقت ۳۳ حدیثوں کو موصوف کی خدمت میں پیش کرتا ہوں  
ذرا ان کے متعلق بھی یورپ کی رائے معلوم فرمائیں، علامہ شیخ محمد کمال الدین الاذہمی لکھتے ہیں،

واما ما ورد من الاحادیث فی ذم النساء فھذا  
بعض منها قال رسول اللہ صلعم النساء  
حباثل الشیطان رواہ البیہقی وابن عساکر  
عن عقبہ بن عامر و فی حدیث اخر النساء  
لا یستبشرون ولا یمختبرن "د فی حدیث اخر  
"ان اقل ساکنی الجنة النساء" رواہ الامام  
احمد ومسلم عن جھران بن حصین و فی  
حدیث اخر "عامۃ اھل النار النساء"  
رواہ الطبرانی عن عبد اللہ بن حصین  
وفی حدیث اخر "الا ان النار خلقت للسفھاء  
وهن النساء الا التي اطاعت لعلہا" د فی  
حدیث اخر "ان ابلیس الملعون یخطب شیاطینہ  
فیقول علیکم باللحم و بکل مسکر  
وبالنساء فانی لما جدماع الشیء الا فیہما"  
وفی حدیث اخر "لولا النساء لعبد اللہ حقاً"  
رواہ الدیلمی عن النس و ابن عدی عن  
عبد اللہ بن عمرو بن الخطاب

عورتوں کی مذمت میں جو رسول اللہ صلعم کی احادیث وارد  
ہوئی ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں، رسول اللہ نے ارشاد فرمایا  
(۱) عورتیں شیطان کی جال ہیں، اس حدیث کو محدثین  
و ابن عساکر نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے  
(۲) حدیث، عورتوں سے مشورہ کرو اور نہ ان کو آزماد  
(۳) حدیث، جنت میں رہنے والوں کی کم تعداد عورتوں کی ہے،  
امام احمد بن حنبل نے اپنے سند میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح  
میں عمران بن حصین سے روایت کی ہے  
(۴) حدیث، عورتیں عام طور سے جہنمی ہیں اس کو محدث طبرانی  
نے عبد اللہ بن حصین سے روایت کی ہے  
(۵) حدیث، جہنم بیوقوفوں کے لیے خلق ہوئی ہے اور عورتیں  
یہی بیوقوف ہیں سوائے ان عورتوں کے جو اپنے شوہر کی مطیع ہیں  
(۶) حدیث، ابلیس ملعون اپنے ماتحت شیاطین سے تقریر  
کرتا ہے، تمھارے مفید مطلب گوشت، ہر نشہ آور شے،  
اور عورتیں ہیں اس لیے کہ تمام برائیاں انہیں میں پائی جاتی ہیں  
(۷) حدیث، اگر عورتیں نہ ہوتیں تو خدا کی عبادت ٹھیک سے  
کی جاتی اس کو محدث دہلی نے انس اور ابن عدی نے عبد اللہ بن



وفی حدیث آخر "لولا المرأة لخلل لرجل المحبة" رواه التقي عن انس د في حدیث آخر "طلعت فی الجنة فرأيت اكثر اهلها الفقراء وفي النار فرأيت اكثر اهلها النساء والاغنياء" رواه عبد الله بن الامام احمد بن حنبل عن عبد الله بن عمر بن العاص وفي حدیث آخر "مثل المرأة الصالحة في النساء كمثل الغراب الاعصم الذي احد رجله بيضاء" رواه الطبراني عن ابی امامه وفي حدیث آخر "الدنيا حلوة خضرة وان الله تعالى مستخلفكم فيها فانظروا كيف تعملون" فاتقوا الدنيا واتقوا النساء فان اول فتنة بنی اسرائيل كانت من النساء" وفي حدیث آخر "لأتين على الناس زمان لو وقع حجر من السماء الى الارض ما وقع الا على امرأة فاجرة او رجل منافق" وفي حدیث آخر "النساء غل حبل يقذفه الله في علق من ليشاء ثم لا يخرج به الا هو" وفي حدیث آخر "ما صعب على الشيطان امتا تا من جهة النساء الا هان عليه" وفي حدیث آخر "ما اخاف على امتي فتنة اخوف عليها من النساء والخمر" رواه يوسف الخفاف عن علي بن ابي طالب وفي حدیث آخر "ما تركت بعدی فتنة الا على الرجال من النساء" رواه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي واحمد بن حنبل عن اسامة بن زيد وفي حدیث آخر "ما رأيت ناقصات عقل ودين اصبى للبدن ذوى الا لباب منك" رواه ابو نعیم عن عبد الله بن عمر وفي حدیث آخر "ما رأيت من ناقصات عقل ودين اغلِب لذي لب من احدكن اما نقصان العقل فان شهادة امرأتين بشهادة رجل واما نقصان الدين فان احدكن تقطر رمضان وتقيمها يا ما لا تقصلي" اي في

عمر بن خطاب سے روایت کی ہے (۸) حدیث اگر عورت نہ ہوتی مرد جنت میں ہوتا اس کو محدث تقي نے اس سے روایت کی ہے (۹) حدیث رسول کہتے ہیں کہ میں نے جنت میں دیکھا تو اس میں فقرا کی اکثریت تھی اور جہنم میں دیکھا تو اس میں عورتوں اور دولت مندوں اکثریت تھی (۱۰) حدیث نیک عورت کی اتنی کمی ہے جس قدر کہ غراب اعصم وہ کو کہ جس کی ایک ٹانگ سفید ہونا یا ب و نادر الوجوہ ہے اس کو امام طبرانی نے ابی امامہ سے روایت کی ہے (۱۱) حدیث دنیا شیریں اور ہری بھری ہے اور خدا نے تم ان لوگوں کو خلیفہ بنایا ہے اس لیے یہ دیکھتے رہو کہ کیا عمل کرتے ہو دنیا اور عورتوں سے پرہیز کرو اس لیے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ و فساد جو ہوا وہ عورت ہی کی ذات سے ہوا (۱۲) حدیث لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے والا ہے کہ اگر آسمان سے کوئی پتھر زمین پر آئے تو وہ نہیں گرے گا لیکن بدکار عورت یا منافق مرد پر (۱۳) حدیث اگر خوش و بد سختی کسی چیز میں ہے تو وہ عورت اگھر اگھر ڈرا یہی تین چیزیں ہیں (۱۴) حدیث عورتیں گلے کا پھندا اور پھانسی ہیں اس کو خدا جس کے گلے میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے جس کو سوائے خدا کے کوئی نکال نہیں سکتا (۱۵) حدیث جب شیطان پر کوئی کام دشوار ہوتا ہے تو وہ عورتوں کے ذریعہ کامیابی حاصل کرتا ہے (۱۶) حدیث میں اپنی امت میں کسی فتنہ سے اتنا نہیں ڈرتا ہوں جس قدر کہ عورتوں اور نشہ آور چیزوں کے فتنے سے ڈرتا ہوں (۱۷) حدیث میں اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ ملے عورتوں کے جو مردوں کے لیے زیادہ مضرت رساں ہو نہیں چھوڑا ہوں اس کو امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابو نعیم نے اسامہ بن زید سے روایت کیا (۱۸) حدیث میں نے تم عورتوں سے زیادہ ناقص العقل ناقص الدین جو صاحبان عقل کی سمجھ کو بھی گم کر دیں نہیں دیکھا اس کو حافظ ابو نعیم نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے (۱۹) حدیث میں نے تم عورتوں سے زیادہ کم عقل بن کے دین میں بھی نقص ہو نہیں دیکھا عقل کی کمی تو اس سے ظاہر

حالتی الحیض والنفس" وفي حدیث آخر "اتقوا الدنيا واتقوا النساء فان ابليس طلاع رصاد وما هو لبثي من فئوخه باو ثقت لصيده في الاتقياء من النساء" رواه الدیلمی عن معاذ وفي حدیث آخر استعین بالله من شلل النساء وكونوا من خيارهن على حذر" وفي حدیث آخر "شاورهن وخالعهن فان البركة في خلافهن" وفي حدیث آخر "أخروا النساء من حيث أخرن الله" وفي حدیث آخر يقطع الصلاة الكلب والحمار والمرأة" وفي حدیث آخر اذا استقبلتك الماتان فلا تقربينهما لئلا يمتن أوبسرة" رواه البيهقي عن عبد الله بن عمر بن الخطاب وفي حدیث آخر لن يفلح قوم ولوا امرهم امرأة رواه البخاري والترمذي والنسائي واحمد بن حنبل عن ابی بكرة وفي حدیث آخر كمل من الرجال كثير ولم يكمل من النساء الا أسية امرأة فرعون ومريم ابنة عمران وخديجة بنت خويلد وفاطمة بنت محمد" رواه البخاري ومسلم والترمذي وابن ماجه واحمد بن حنبل عن ابی موسى الاشعري وفي حدیث آخر طاعة النساء ندامة رواه البيهقي وابن عساکر عن عائشة وفي حدیث آخر هلك الرجال حين اطاعت النساء رواه الامام احمد والطبراني والحاكم عن ابی بكرة وفي حدیث آخر اربيت النار فاذا اكثر اهلها النساء لافهن يكفرن العشير ويكفرن الاحسان لو احسنت الى احداهن الدهر ثم رات منك شيئا قالت ما رأيت منك خيرا وفي حدیث آخر من تسع وتسعين امرأة واحدة في الجنة وبعيتهن في النار وفي حدیث آخر يا معشر النساء تصدقن فاني رايتكن اكثر اهل النار قلنا وبم يا رسول الله فقال تسعن اللعن وتكثرن الطعن وتكفرن العشير اذا جعلن

ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے اور دین کا نقصان یوں ہے کہ حالت حیض و نفاس میں نہ تم روزہ رکھ سکتی ہو اور نہ نماز پڑھ سکتی ہو (۲۰) حدیث کو نبی سے بچو اور عورتوں سے پرہیز کرو کیونکہ ابلیس تمہاری گھات میں ہے پرہیز گاروں کے پھانسنے کے لیے اس کے پاس کوئی جال اور پھندا عورتوں سے زیادہ کارگر نہیں ہے اس کو محدث دیلمی نے معاذ سے روایت کی ہے (۲۱) حدیث بڑی عورتوں سے بچنے کے لیے خدا سے پناہ مانگو اور نیک عورتوں سے بھی ہوشیار اور دیکھتے رہو (۲۲) حدیث عورتوں سے رائے لے کر ان کے مشورہ کے خلاف عمل کرو اس لیے کہ ان کی مخالفت ہی میں برکت ہے (۲۳) حدیث عورتوں کو آگے بڑھنے نہ دو پیچھے کر دینا کہ خدا نے ان کو پیچھے ڈھکیا ہے (۲۴) حدیث اکٹھا گدھا اور عورت سے نماز ٹوٹ جاتی ہے (نماز پڑھنے والے کے سامنے ہونے سے) (۲۵) حدیث راہ چلتے دو عورتوں کے درمیان سے نہ گزرو بلکہ ان سے کتر کر دے اپنے بائیں چلو اس کو بچتی ہے عمر بن خطاب کے بیٹے عبد اللہ سے روایت کی ہے (۲۶) وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوتی جن کی حاکم عورتیں ہوں اس کو امام بخاری نے اور امام ترمذی نے اور امام نسائی نے اور امام احمد بن حنبل نے ابی بکرہ صغریٰ سے روایت کی ہے (۲۷) حدیث مردوں میں سے تو بہت کامل ہوئے لیکن عورتوں میں سوائے آسیہ زن فرعون، مريم دختر عمران، خدیجہ دختر خویلد اور فاطمہ دختر محمد کے اور کوئی کامل نہیں ہوا اس کو امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی ابن ماجہ، احمد بن حنبل نے ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی ہے (۲۸) حدیث عورتوں کی اطاعت ندامت ہے اس کو محدث بیہقی اور ابن عساکر نے عائشہ سے روایت کی (۲۹) حدیث وہ مرد ہلاک ہو گئے جنہوں نے عورتوں کی اطاعت کی اس کو امام احمد بن حنبل، طبرانی، امام حاکم نے ابی بکرہ سے روایت کی ہے (۳۰) حدیث میں نے جہنم میں دیکھا تو اس میں عورتوں کی زیادتی تھی کہ وہ اپنی قوم و قبیلہ اور شوہر سے کفران کرتی ہیں اور نیکی و احسان کو مٹاتی ہیں اگر تم کسی عورت کے ساتھ تمام عمر نیکی کرتے ہو اور اتفاق سے کوئی بات



دفعتن و اذا شبعتن اشرتن وفي رواية  
 حجلتن وفي حديث اخر ... رایت  
 كان امرأه سوداء ثائرة الرأس خرجت  
 من المدينة حتى نزلت بمهيعه فأولت  
 ان وباء المدينة فقل اليها رواه البخاري  
 والترمذي وابن ماجه وعن عبد الله  
 بن عمر بن الخطاب ومناسبة ذكر هذا  
 الحديث مع ما قبله كون وباء المدينة  
 تمثل لرسول الله صلعم بصورة امرأة  
 اشارة الى ان بين النساء والوباء مناسبة  
 وغلافة (مرأة النساء فيما حسن منهن وساء  
 صفات ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲ مطبوع مطبع محمودية مصر)  
 اس حدیث کو امام بخاری، امام ترمذی، ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ عورت اور  
 وباء میں کوئی مناسبت و علاقہ ہے بھی تو وباء رسول اللہ کو عورت کی صورت میں دکھائی دی

یہ وہ حدیثیں ہیں جن کو محدثین اہلسنت نے نقل کیا ہے اور جو صحاح ستہ میں بھی پائی جاتی ہیں، کیا خصوصی صاحب کی نظر ان احادیث  
 نہیں گئی، یورپ کی عورتوں کے سامنے ان کو پیش فرمائیے، امیر المؤمنین علی بن ابی طالب نے اپنے خطبہ میں عورتوں کے متعلق  
 فرمایا اُس کی تائید تو آپ کے احادیث صحاح سے ہو رہی ہے،  
 یورپ کی عورتیں اپنے عیوب سننے کی عادی ہیں، خصوصی صاحب کا یہ خیال غلط ہے کہ یورپ کی عورتیں اپنے عیوب کو سننے کی عادی  
 عورت کے متعلق عقلا یورپ کے اقوال ہیں، یہ عورتیں "نسلا بعد نسل" جرح میں اپنے مقدس باپ "پادری" سے یہ پرہیز  
 آئی ہیں اور ان کے کان اس بات کو سننے میں مانوس ہو چکے ہیں کہ "عورت تمام برائیوں کی بڑی ہے، وہ عورت ہی ہے جس نے جہنم  
 سے نکلوا یا اگر "آدم" حوا کے کہنے میں نہ آتے تو اولاد آدم آسمانی سلطنت سے دور نہ ہوتے اور خدا کا اکلوتا انسان گنہگار  
 کے بوجھ کو لاد کر سولی پر نہ چڑھتا

وہ عورتیں مشہور جرمنی فلسفی شوپنہار کے اس قول کو بھی ضرور سن چکی ہوں گی "تم مجھ سے نرم، نازک، پچکنے والی کے بارے میں  
 پوچھتے ہو جو ہر وقت تمھارے سامنے ہے، یہ سائپ سوائے عورت کے اور کون ہے، عورت جیسے فرشتہ ہو یا شیطان تم کو اس  
 کیا، خدا تم کو اس کے شر سے بچائے، محبت بھول ہے، اور عورت کا شائبہ، ذرا عورت کو بغیر کسی نیکیبان و محافظ کے آزاد چھوڑ  
 دو اور ایک سال کے بعد دیکھو کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے، عورت اسی وقت تک مٹرس ہے جب تک کہ وہ اپنے گھر میں باقوت میں رہے  
 عورت کو چاہیے کہ وہ "عورت" ہی کی حد میں رہے اپنے قدم اس کے آگے نہ بڑھائے، "انگریز عورت سرواٹھ اسکا  
 کے قول سے بھی ضرور باخبر ہوگی کہ "عورت کی خوبصورتی اس کی عقل میں ہے اور اس کی عقل اس کی خوبصورتی میں  
 ہاں اس کو اپنے قومی شاعر شکسپیر کی یہ رائے بھی ضرور معلوم ہوگی، "اگر عورت کے آنسوؤں سے زمین سیراب کی جائے  
 تو ہر قطرہ سے سائپ آگے" وہ انگریزوں کی ان قومی کہاوتوں کو بھی بار بار سن چکی ہوں گی،  
 عورت شیرخوار کی ہمد گھر ہے، بچپن میں کھی ہے، اپنی تعلیم کے زمانہ میں پھینک رہے، شباب میں ٹڈی، اور شا دی کے دن  
 میں شہد کی مکھی، شادی کے بعد ڈنک مارنے والی بھڑ، اور بڑھاپے میں ڈسنے والی ناگن ہے "عورت کے ڈاڑھی مونچھ  
 لیے نہیں کہ وہ پہچان لی جائیں کہ یہ بیوقوف ہیں"

عہ دفع رضی بالودون من العیشة وساء احتمالہ للفقر لمصق بالتراب ذلوفقرا واشربلوجوجل رفج رجلا وشی متراب علی  
 الاخری کنا من عن البطر

مرد عورتوں کی طرف صرف یہ دیکھلانے کے لیے متوجہ ہوتے ہیں تاکہ یہ کہا جاسکے کہ ان میں خوبی ہے اگرچہ درحقیقت ان میں کوئی  
 خوبی نہیں ہے  
 ان عورتوں کو تو معلوم ہی ہوگا کہ فرانسیسی جب کسی ایسے قتل و فساد کو سنتے ہیں جس کا سبب نہیں معلوم ہوتا تو کہتے ہیں تحقیق کرو اس  
 خون و فساد کا سبب عورت ہوگی، کیونکہ فی صدی ۹۹ قتل و فساد جو دنیا میں ہوتے رہتے ہیں وہ عورت ہی کی وجہ سے رونما ہوتے  
 ہیں اور اہل عورت ہی شر و فساد کی اصل بڑی ہے، (مرآة النساء صفحہ ۳۸، ۳۹ طبع مصر) کیا انگلستان کی عورتوں نے  
 اپنے شاعر شکسپیر کی زبانی اپنے عیب کو ان الفاظ میں نہیں سنا (FRAILTY THY NAME IS WOMAN) (SHAKESPEARE)  
 موجودہ دنیا کے فکر و تحقیق کا مایہ ناز ماہر علم النفس "فرائڈ" عورت کی نفسیاتی تحلیل کرنے کے بعد اس امر کا اقرار کرنے میں کوئی  
 پس دیش نہیں کرتا کہ،

*It must be admitted that women have but little sense of justice, and this is no doubt connected with the preponderance of envy in their mental life, for the demands of justice are a modification of envy; they lay down the conditions under which one is willing to part with it. We say also of woman that their social interests are weaker than those of men, and that their capacity for the sublimation of their instincts is less.*  
 Ch. xxx 111,

Psychology of women  
 New Introductory Lectures  
 by  
 Sigmund Freud

(ترجمہ) اس کا تو ضرور اعتراف کیا جائے گا کہ عورتوں میں جذبہ عدل و انصاف کی بہت کمی ہے اور اس میں کوئی شک  
 نہیں کہ اس کا قلعن اس رشک و حد کے مادہ سے ہے جو ان کی نفسانی زندگی میں بد رجحان افراط موجود ہے اس لیے کہ انصاف  
 کے مطالبات رشک و حد کے اعتدال کے ساتھ ہیں (نہ کہ افراط کے ساتھ) وہ ایسے شرائط پیش کرتے ہیں جن کے تحت  
 ہر شخص اس سے علیحدگی پر رضامند ہو جاتا ہے ہم عورتوں کے بارے میں یہ بھی کہیں گے کہ ان کے جماعتی اور سماجی حقوق  
 بہ نسبت مردوں کے جماعتی حقوق کے بہت زیادہ کمزور ہیں اور یہ کہ ان کی استعداد ادنیٰ فطری صلاحیت و ہمارت کو  
 بہتر بنانے کی بہت کم ہے، (باب ۲۳ نفسیات زنان، نیو انٹروڈکٹری لیکچرس مصلحہ سکند فرائڈ)

کیا موجودہ علم النفس کا امام "فرائڈ" عورتوں کی نفسیاتی تحلیل و تجزیہ کرنے کے بعد جس نتیجہ تک پہنچا ہے وہی نہیں ہے جس کو امام اہل  
 ایمان و مسلمین علی بن ابی طالب نے آج سے تیرہ سو برس پہلے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا، مادہ رشک و حد جو عورتوں کی نفسانی زندگی  
 میں بد رجحان افراط موجود ہے اسی نے تو ان کے عقول میں نقصان پیدا کیا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی بنا پر وہ اپنی فطری صلاحیت  
 کو درجہ کمال تک پہنچانے سے قاصر رہ جاتی ہیں، اور معاشرتی زندگی میں مردوں کے برابر ان کے حقوق نہیں تسلیم کیے گئے، اگر  
 سرفرائڈ "سائپا کوچی آف وین" کے متعلق یہ سب کچھ بتلا سکتے ہیں اور اُس کو سننے کے لیے انگلستان کی عورتیں آمادہ ہیں تو "علی"  
 کا کلام عجیب نظام کو بھی وہ ضرور بخندہ پیشانی سننے کے لیے تیار ہوں گی،

شیخ البلاغہ کے متعلق خصوصی کے شکوک و ایراد خصوصی صاحب نے امیر المؤمنین کے اس خطبہ کے پردے میں احکامات اسلام کو مورد الزام  
 وطن قرار دینے کے بعد بھی البلاغہ کے متعلق چند شکوک وار کئے ہیں، یہ شکوک وہی ہیں جن کو خلیفین علی و حامیان بھی اس پر



مثل ابن تیمیہ و ذہبی اور مخالفین اسلام متعصب سبھی معتبر ضمیمہ نے کیے ہیں، ان تمام شکوک کا حاصل یہ ہے،  
 ۱۔ سید مرتضیٰ و سید رضی سے پہلے یہ خطبہ مدون نہ تھے اور نہ ان دونوں بھائیوں کے پہلے کے مصنفات میں ان کا کہیں نشان  
 ملتا ہے، یہ خطبہ علیؑ کے بہت بعد جمع ہوئے جن کے مصادر کا پتہ نہیں،  
 ۲۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کے خطبے لوگوں کو حفظ تھے، آخر خود پیغمبر اور دوسرے خلفاء کے خطبہ مواعظ کیوں نہ حفظ  
 ہو کر مدون ہوئے جب کہ وہ لوگ علیؑ سے بلند مرتبہ تھے اور ان کے ماننے والے بھی زیادہ تھے،  
 ۳۔ ان خطبوں میں حضرت علیؑ کی زبانی خلفاء پر سب و شتم و طعن کیا گیا ہے جو حضرت سے ہرگز نہیں ہو سکتا تھا جیسے خطبہ  
 شقیہ، اس لیے خصوصیت سے یہ خطبہ حضرت کا نہیں ہو سکتا،  
 ۴۔ ان خطبوں میں ایسے بلند افکار، فلسفیانہ مضامین و علم کلام کی تجلیں ہیں جن کا وجود اس عہد میں نہ تھا، ان مضامین  
 عالیہ کو بیان کرنے پر حضرت علیؑ کیونکر قادر ہوئے، خصوصاً کہ نہ مالک اشتر، اس کے علاوہ عہد نامہ مالک اشتر جو عہد  
 سلطان یازید دوم کے زمانہ کا نسخہ ہے وہ مختصر ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیچ البلاغہ میں جو عہد مالک اشتر کا ہے وہ  
 بڑھا دیا گیا ہے اور ان دونوں کے اصل کو اگر حضرت سے تسلیم بھی کیا جاوے تو مختصر الفاظ میں چند سطروں پر مشتمل ہوگا  
 ۵۔ بیچ البلاغہ کے خطبہ میں مذاق تصوف بھی پایا جاتا ہے جو حضرت کے بعد کی پیداوار ہے،  
 ۶۔ اس میں غیب کی خبریں اور پیش گوئیاں ہیں،  
 ۷۔ اس کا اسلوب حضرت کے عہد کا نہیں، مجمع عبارات میں، طول بہت ہے جو اس زمانہ کا رواج نہ تھا، خالص عربیت  
 نہیں ہے اس میں کچھ حضرت کا اور کچھ دوسروں کا کلام شامل ہے،  
 ۸۔ اس میں کئی غلطیاں ہیں بعض الفاظ ایسے معنوں میں مستعمل ہیں جو اس زمانہ میں رائج نہ تھے  
 یہ ہے خلاصہ ان بہات کا جن کو خصوصی صاحب نے اپنے مضمون میں وار دیے اور جن کی تفصیل ہمارے جوابات سے ظاہر  
 ہو جاوے گی،

## پہلے شبہ کا جواب

میں اس مضمون میں بہت وضاحت کے ساتھ تاریخی حوالوں و معتبر ماخذوں سے یہ ثابت کر چکا ہوں کہ امیر المومنین کے خطبہ مدون  
 حضرت علیؑ کے عہد میں آپ کے افاضل اصحاب نے مدون و محفوظ کر لیا تھا اور علو میں میں یہ خطبہ بطور درس رائج تھے اس  
 کے بعد امیر المومنین کے اصحاب نے حضرت کے خطبوں کو مرتب و مدون کیا تھا اس کے علاوہ دوسرے علماء و ادبا نے  
 بھی اپنے سلسلہ اسناد سے حضرت کے خطبہ کو جمع کیا، صرف یہی نہیں بلکہ سید رضی سے پہلے کے مؤرخین و محدثین و علماء و فریقین  
 کی ایک کثیر تعداد نے اپنے مجامیع کتب و تصانیف میں حضرت کے خطبہ و اقوال کو وار کیا ہے، اور باکمال  
 کتاب و ادب اور مقرر و خطیب حضرت کے خطبہ و رسائل کو یاد کر کے اپنے کمال فن میں جلا دیتے رہتے تھے، صرف  
 یہی نہیں بلکہ حضرت کے خطبہ و کلام عہد جا خطبہ سے پیشتر کے دریا میں ایک اہم مضمون کی حیثیت رکھتا تھا (ادراکات)  
 باب ۲ صفحہ ۱۹۶ طبع مصر) عمر بن جراح بخاری خطبہ مدون نے کتاب البیان والنبین میں اس کا اقرار کیا ہے کہ حضرت کے  
 خطبہ مدون و مرتب و مدون و رائج ہیں، جا خطبہ کے اس بیان کی مجملہ تشریح یہ ہے کہ خود امیر المومنین کے اصحاب نے  
 حضرت کے خطبہ کو جمع و مدون کیا تھا لیکن اس ابتدائی تدوین و ترتیب کے بعد سنی امیہ کے  
 تاریک دور میں غالباً یہ خطبہ موضوع فنا میں آ رہے تھے یا دوسروں کی طرف منسوب ہو جانے کا امکان تھا اس لیے امام  
 محمد باقر امام جعفر صادق علیہما السلام کے اصحاب اس خطرہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور علیہما السلام بن محمد العکبری صحابی امام  
 موسیٰ باقر علیہ السلام و اسمعیل بن عمران اسکوئی الکوئی و ابوہمیر بن اسلم الفارابی صحابی امام جعفر صادق علیہما السلام  
 و محمد بن صدقہ العبدی صحابی امام جعفر صادق و امام موسیٰ کاظم علیہما السلام صاحب بن ابی حماد الرازی صحابی امام

حضرت علی  
 بن ابی طالب  
 سے آپ کے  
 کلام کی  
 تدوین کی  
 ابتدا ہوئی

علی النقی علیہ السلام، سید عبد العظیم بن عبد اللہ الحسنی متوفی ۲۵۰ھ صحابی امام علی النقی علیہ السلام کے مشہور اصحاب  
 امیر المومنین علیہما السلام ان خطبوں کی جمع و تدوین کی طرف برابر متوجہ رہے گویا آج کل کی زبان میں علی کے زمانہ سے  
 تقریباً ۲۵۰ھ تک خطبہ امیر المومنین کے کچھ ایڈیشن شائع ہوئے جن کو مرتب کرنے والے جلیل القدر اصحاب امہ تھے  
 یہ پہلے درجے کے جمع و تدوین (ایڈیشن کا ٹکنا) اس کا ثبوت ہے کہ اس ادبی خزینہ کے محافظین اپنے فرائض حفاظت کی  
 طرف برابر متوجہ رہے اور دشمنوں کو تصرف و غلبہ کا موقع کسی طرح بھی نہ دے سکے،  
 علامہ ابن ہشمت میں سے علی بن محمد مدائنی متوفی ۲۲۵ھ نے بھی طرح طرح کی مدائنی سے  
 حضرت کی وفات ۳۵ھ میں واقع ہوئی (امیر المومنین کے رکابت و فرائض کو مدون کیا تھا اس کے بعد ابراہیم  
 بن محمد الشقی الکوئی متوفی ۲۸۳ھ نے ایک دوسرا مجموعہ حضرت کے خطبہ و فرائض کا مرتب کیا اس کے بعد ابو احمد  
 عبد العزیز الجلودی البصری متوفی ۳۳۰ھ نے حضرت کے خطبہ و رسائل و مواعظ کے مختلف مجموعے مرتب و مدون  
 کیے اب وہ زمانہ آچکا تھا جب کہ مصنفین و مؤلفین بکثرت تھے، تصنیف و تالیف کا دور تھا اور جو بھی علم و ادب کی کوئی  
 کتاب لکھتا تھا اس میں وہ امیر المومنین علی بن ابی طالب کے آثار علمیہ میں سے کچھ نہ کچھ ضرور جمع کرنا تھا اور محدثین  
 و مؤرخین محل و موقع کی مناسبت سے اپنی کتابوں میں ان کو جگہ دیتے رہتے تھے، یہاں تک کہ جناب سید رضی موسوی  
 متوفی ۱۰۵۰ھ کا زہدین عہد آیا اور آپ نے حضرت کے خطبات و رسائل و امثال کے ایک گراں بہا مجموعہ کو مدون فرمایا  
 یہ سمجھنا کہ سب سے پہلے سید رضی نے ان کو جمع و مرتب کیا یہ دلیل بے خبری ہے، یا یہ کہ خود شریف رضی ان کے وضع  
 ہیں ایک یو پیچ و پھر خیال ہے،  
 (دکتور زکی مبارک مصری اپنی کتاب "النشر الغنی فی القرن الرابع" میں لکھتے ہیں :-

وقد اراد المسيو ديومبيل (Demombynes) ان يفيض من قيمة ما نسب الى علي بن ابي طالب  
 من خطب و رسائل، استنادا الى ما  
 شاع منذ ازمان من ان الشريف الرضي  
 هو واضع كتاب نهج البلاغه، اما نحن  
 فلنكتفي في هذه المسألة بكل التحفظ  
 لان الجاحظ يجد ثلثان خطب علي و عمر  
 و عثمان كانت محفوظة في مجموعا  
 ومعنى هذا ان خطب علي كانت معروفة  
 قبل الشريف الرضي، والذين نسبوا  
 نهج البلاغه الى الرضي يحتمون بانها  
 وضعها لاغراض شيعية، فلم لا نقول  
 من جانبنا بان تهممة الوضع جاءت  
 لتأييد خصوم الحملات الشيعية

(النشر الغنی ص ۳ طبع مصر جلد اول)

سید رضی نے ان خطبوں کو "علی شروط الصوة" صحیح ماخذ و اس سے جمع فرمایا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو خود ان کے زمانے میں  
 جب کہ بغداد میں اہلسنت کا غلبہ تھا، جہاں اہلسنت کے اجلہ و علماء و حفاظ حدیث و راویان اخبار بکثرت موجود تھے  
 اور اید رضی کو مورد الزام قرار دیتے اور سنی المذہب خلیفہ وقت کی جانب سے قبائلی عقاب و عذاب ہوتے حالانکہ  
 معمولی باتوں پر حکومت سید رضی کو مورد عتاب قرار دیتی تھی جس کا تذکرہ آئندہ کے صفحات میں کیا جائے گا، علاوہ

دکتور زکی  
 مبارک مصری  
 اس خیال  
 کو رد کرتے  
 ہیں کہ یہ  
 وضع کتاب  
 ان کا ہے

سید رضی  
 انہما وضع  
 نہیں اور  
 برکت



اس کے خود سید رضی کا تدبیر کب اس کی اجازت دے سکتا تھا کہ وہ موضوع یا شکوک کلام کو حضرت علیؑ کی طرف منسوب کر دیں، ایسا کرنے میں خود سید کے عقیدے کے لحاظ سے دنیا و آخرت ہر دو جگہ خطرہ مول لینا تھا، کیونکہ کوئی شیخ اپنے امام معصوم کی طرف کسی کلام منقول و موضوع کو منسوب کر سکتا ہے جب کہ اس کو دنیا و آخرت میں نقصان ہی نقصان ہو، آخر سید رضی کے معاصرین علمائے اہل سنت کیوں نہیں اپنے مصنفات میں اس امر خاص میں سید رضی کا تعاقب کیا، بجائے اس کے یہ لوگ ان کے علم و فضل، زہد و ورع، اعتقادات و تقاضا کی تعریف کرتے ہیں، خود سید رضی ناقد بصیر تھے، موصوف کا ادب و شعر میں بڑا مرتبہ ہے، وہ حضرت علیؑ کے کلام کو یہ کہنے میں بہ نسبت دوسروں کے زیادہ کمال رکھتے تھے، انھوں نے بیخ بلاغہ میں حضرت علیؑ کے اسی کلام کا انتخاب فرمایا جس کی صحت میں کوئی کلام ہی نہیں ہو سکتا تھا، جو حد تو اثر و شہرت کو پہنچا ہوا تھا، اسی لئے کمال و ثوق کے ساتھ بغیر ذکر اسناد و ماخذ حضرت کے کلام کو بیخ بلاغہ میں جمع فرمایا جس طرح ابن عبد ربہ نے عقد الفرید میں بغیر ذکر اسناد کے اپنے علم و ثوق و صحت کی بنا پر حضرت علیؑ و دیگر خلفاء کے خطبوں کو وار د کیا ہے، ہاں جہاں پر سید رضی نے یہ دیکھا کہ گنجائش کلام ہے وہاں پر اپنے ماخذ کا حوالہ بھی دے دیا یا بتلایا کہ یہ کلام دراصل امیر المومنین ہی کا ہے دو سرے کی طرف غلط منسوب کیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت کا یہ خطبہ جس کی ابتدا ”ایہا الناس انا قد اصبحنا فی دھو عنود“ سے ہے اس کو نقل کر کے منسوب فرماتے ہیں :-

اقول هذه الخطبة ربما نسجها من لاجل  
له الى معاوية، وهي من كلام امير المؤمنين  
عليه السلام الذي لا يشك فيه واين  
الذهب من الرخام والعذب من الاحباب  
وقد دل على ذلك الدليل الخريت و  
نقد الناقد البصير عبد بن بجر الجاحظ  
فانه ذكر من نسجها الى معاوية ثم قال هي  
بكلام علي عليه السلام اشبه وبجذبه  
في تصنيف الناس وبالاخبار عما هم عليه  
من القهر والاذلال ومن التقيّة والخوف  
أليق، قال ومتى وجدنا معاوية في حال  
من الاحوال يسلك في كلامه مسلك الزهاد  
ومذاهب العباد

(بیخ البلاغہ طبع مصر ۱۲۸۹ھ ج ۱)

نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم نے معاویہ کو کب ایسا پایا کہ وہ اپنے کلام میں زہدوں کی سی چال چلیں اور خاص بندگان خدا کی سی رفتار اختیار کریں،

علامہ جاحظ کی پوری عبارت جو آج بھی کتاب البیان والتبيين میں موجود ہے، وہ یہ ہے

وفي هذه الخطبة ابتغى الله ضرور من  
العجب منها ان هذا الكلام لا يشبه  
السبب الذي من اجله دعاهم معاوية  
ومنها ان هذا المذهب في تصنيف الناس  
وفي الاخبار عنهم وعما هم عليه من القهر  
خدا نہیں سلامت رکھے معاویہ کی طرف اس خطبہ کو منسوب کرنے سے چند قسم کی حیرانی پیدا ہوجاتی ہے اگرچہ یہ کہ یہ کلام ان حالات و اسباب کے مطابق و مشابہ نہیں ہے جس کے لیے معاویہ شامیوں سے یہ تقریر کریں، یہ خطبہ حضرت علیؑ کے کلام سے بہت زیادہ مشابہ اور آپ کے روش طریقہ

والاذلال ومن التقيّة والخوف، استنبه  
بكلام علي ومعاوية وبجمله منه بحال  
معاوية ومنها ان الله سبحانه معاذية في حال  
من الاحوال يسلك في كلامه مسلك الزهاد  
ولا يذهب مذاهب العباد

(کتاب البیان والتبيين جزء الثانی فی شرح مع شرح حسن الندوی طبع مصر)  
اسی طرح امیر المومنین کے اس قول ”أخبر تعلقه“ کو نقل فرما کر سید رضی فرماتے ہیں :-

ومن الناس من يروى هذا الرسول صلى الله  
عليه واله وصا يقوى انه من كلام امير المؤمنين  
ما حكاه تغلب عن ابن الاعرابي قال المامون  
لولا ان عليا قال اخبر تعلقه لقلت اقله تخبر

(بیخ البلاغہ طبع مصر)  
ایک دوسرے کلمہ ”العين وكاء الله“ کو سید رضی نے بیخ البلاغہ میں نقل فرما کر یہ لکھا ہے :-

وهذا القول في الاشهر لا يظن من كلام النبي  
عليه السلام وقد رواه قوم لامير المؤمنين  
عليه السلام وذكر المبرد في كتاب المقتضب  
في باب اللفظ بالحروف (بیخ البلاغہ طبع مصر)

قابل ملاحظہ ہے کہ اگرچہ مبرد و دوسرے راویان ادب اس قول کو حضرت علیؑ کا بتلاتے ہیں لیکن چونکہ خود سید رضی کی تحقیق اس کے خلاف ہے اس لیے اس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار دیتے ہیں صرف بیخ البلاغہ ہی میں نہیں اس کی وضاحت فرمائی بلکہ اپنی دوسری کتاب مجازات النبویہ میں بھی اس قول کو بضمن کلام حضرت رسول خدا وارد فرما کر یہ لکھا ہے کہ اگرچہ اس کلمہ کو محمد بن زید المبرد نے اپنی کتاب المقتضب کے باب اللفظ بالحروف میں حضرت علیؑ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن اظہر اشریہ یہ ہے کہ یہ رسول اللہ کا کلام ہے (مجازات النبویہ طبع بغداد)

سید رضی کا یہ اسلوب تالیف اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ نے بیخ البلاغہ میں جہاں پر ماخذ و اسناد کا ذکر نہیں کیا ہے اس کے کلام میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے بلکہ ماخذ و اسناد کا حوالہ دینا اسی مقام پر ضروری سمجھا ہے جہاں پر شک کیا جاسکتا تھا، مصادر و ماخذ بیخ البلاغہ جن کا ذکر اس بنا پر سید رضی نے بیخ البلاغہ میں جہاں اس کی ضرورت سمجھی ہے مندرجہ ذیل مصادر یہ رضی نے کیا ہے

- ۱۔ کتاب البیان والتبيين لعرو بن بجر الجاحظ
- ۲۔ کتاب المقتضب للمبرد فی باب اللفظ بالحروف
- ۳۔ کتاب المغاز لابی سعید بن یحیی الاموی
- ۴۔ کتاب الجمل للواقدي
- ۵۔ کتاب المقامات فی مناقب امیر المومنین لابی جعفر الاسکافی
- ۶۔ تاریخ ابن جریر الطبری
- ۷۔ حکایت ابی جعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام
- ۸۔ روایت البیہقی عن ابن قتیبہ
- ۹۔ ما وجد بخط هشام الکلبی (یعنی مجموعہ خطب امیر المومنین جس کو هشام بن محمد ابی الکلبی نے جمع کیا تھا غالباً یہ مجموعہ

کے بالکل مطابق ہے، لوگوں کو مختلف اصناف میں تقسیم کرنے اور ان کے اوپر گزرنے والے حالات، مغلوبیت و فترت و غزوات، تقيّة و خوف کے بتلانے میں سزاوارتہ ہے علیؑ ہی کے اسلوب انداز بیان سے، اس کے علاوہ ہم نے معاویہ کو کب ایسا پایا کہ وہ زہاد و عباد کی روش اختیار کریں اور اپنے کلام میں ان لوگوں کا سطر لہجہ برتیں

بعض لوگ اس کلمہ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں لیکن قوی یہی ہے کہ یہ امیر المومنین کے کلمات میں سے ہے جیسا کہ تغلب نے بیان کیا ہے، اگرچہ یہ بیان کیا ابن اعرابی نے کہ خلیفہ مامون رشید نے کہا اگر حضرت علیؑ کا ارشاد ”أخبر تعلقه“ نہ ہوتا تو میں اس کے بجائے ”أقله تخبر“ کہتا

در اصل یہ قول بابر اشراف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے ہے اور تحقیق کر ایک قوم نے اس کلمہ کو امیر المومنین کے کلمات سے ہونا روایت کیا ہے اور مبرد نے بھی اپنی کتاب المقتضب کے باب ”اللفظ بالحروف“ میں اس کو امیر المومنین کا کلمہ ہونا بتلایا ہے

اس کے خلاف ہے اس لیے اس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار دیتے ہیں صرف بیخ البلاغہ ہی میں نہیں اس کی وضاحت فرمائی بلکہ اپنی دوسری کتاب مجازات النبویہ میں بھی اس قول کو بضمن کلام حضرت رسول خدا وارد فرما کر یہ لکھا ہے کہ اگرچہ اس کلمہ کو محمد بن زید المبرد نے اپنی کتاب المقتضب کے باب اللفظ بالحروف میں حضرت علیؑ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن اظہر اشریہ یہ ہے کہ یہ رسول اللہ کا کلام ہے (مجازات النبویہ طبع بغداد)

سید رضی کا یہ اسلوب تالیف اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ نے بیخ البلاغہ میں جہاں پر ماخذ و اسناد کا ذکر نہیں کیا ہے اس کے کلام میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے بلکہ ماخذ و اسناد کا حوالہ دینا اسی مقام پر ضروری سمجھا ہے جہاں پر شک کیا جاسکتا تھا، مصادر و ماخذ بیخ البلاغہ جن کا ذکر اس بنا پر سید رضی نے بیخ البلاغہ میں جہاں اس کی ضرورت سمجھی ہے مندرجہ ذیل مصادر یہ رضی نے کیا ہے

- ۱۔ کتاب البیان والتبيين لعرو بن بجر الجاحظ
- ۲۔ کتاب المقتضب للمبرد فی باب اللفظ بالحروف
- ۳۔ کتاب المغاز لابی سعید بن یحیی الاموی
- ۴۔ کتاب الجمل للواقدي
- ۵۔ کتاب المقامات فی مناقب امیر المومنین لابی جعفر الاسکافی
- ۶۔ تاریخ ابن جریر الطبری
- ۷۔ حکایت ابی جعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام
- ۸۔ روایت البیہقی عن ابن قتیبہ
- ۹۔ ما وجد بخط هشام الکلبی (یعنی مجموعہ خطب امیر المومنین جس کو هشام بن محمد ابی الکلبی نے جمع کیا تھا غالباً یہ مجموعہ

کے بالکل مطابق ہے، لوگوں کو مختلف اصناف میں تقسیم کرنے اور ان کے اوپر گزرنے والے حالات، مغلوبیت و فترت و غزوات، تقيّة و خوف کے بتلانے میں سزاوارتہ ہے علیؑ ہی کے اسلوب انداز بیان سے، اس کے علاوہ ہم نے معاویہ کو کب ایسا پایا کہ وہ زہاد و عباد کی روش اختیار کریں اور اپنے کلام میں ان لوگوں کا سطر لہجہ برتیں



خطب علی خود اپنے جامع ہشام الکلبی کا لکھا ہوا تھا جس کا حوالہ سید رضی دے رہے ہیں،

۱۰۔ خبر ضرار بن حمزہ الضیالی

۱۱۔ روایت ابی جحیفہ

۱۲۔ حکایت تغلب

کتب مصداق در نسخ البلاغہ کہاں جمع تھے اور اصل نسخ البلاغہ کے مصداق کتب زیادہ تر صاحب ثنائین سید مرتضیٰ متوفی ۱۱۳۵ھ کے کتب خانہ میں محفوظ رہے ہوں گے اس خزانہ الکتاب میں ۸۰ ہزار کتابیں تھیں (مجموعۃ الدھر ثنائیہ اہل الآل شیخ البحرانی) منہج المقال ص ۲۳۲ مجلس المؤمنین قاضی نذر اللہ شری مجلس پنجم اس کتب خانہ کے نوادرات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ”وكانت الاصول الادب العامة والكتب الخاصة الاثلاث كلها موجودة عندك“ چار سو کتب اصول اور پانچ ہزار دیگر (انوار النعمان علامہ نعمت اللہ البحرانی ص ۲۹۴) کتابیں جو عبد اللہ معصومین علیہم السلام (از امام اول تا امام یازدہم) میں تصنیف و تالیف ہوئی تھیں وہ سب موجود تھیں،

اس کے معنی یہ ہوئے کہ اصحاب ائمہ نے جو مجموعے خطب امیر المؤمنین کے جمع کیے تھے وہ سب یہاں موجود تھے، ثنائی نے تیسرا اہم میں لکھا ہے کہ سید مرتضیٰ کی وفات کے بعد زیادہ تر کتابیں امارہ و ذراء نے حاصل کر لیں تھیں اس کے بعد باقی ماندہ کتابوں کی قیمت کا اندازہ تیس ہزار اشرفی لگایا گیا تھا (اہل الآل ص ۲۸۵) تنکا بنی نے اس قیمت کا اندازہ اسی ہزار تومان بتلایا ہے (تقصیر العلماء ص ۱۹۵ طبع ایران) ہذا سید مرتضیٰ کے بعد بھی اس کتب خانہ کی کتابیں بغداد ہی میں محفوظ رہی ہوں گی۔

دوسرے مجموعہ خطب جن کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے نہیں پائے جاتے ہیں اس کا سبب صاف و ظاہر ہے تاریخ اسلام سے دیکھی دیکھنے والے اس سے واقف ہیں کہ ہلاکو نے ۱۲۵۸ھ میں بغداد کو (جہاں سید مرتضیٰ کا خزانہ الکتاب تھا اور جہاں سید رضی نے نسخ البلاغہ کو مرتب کیا) تاراج کرنے کے بعد وہاں کے عظیم الشان کتب خانوں کو دجلہ میں پھینک دیا تھا، ان کتابوں کی مجموعی تعداد جو دجلہ میں غرق کی گئی ہیں، تقریباً چھ لاکھ بتلائی گئی ہے، (تجلیات روح ایرانی چاپ برلین ص ۷۵) و تاریخ ادبیات ایران ص ۱۶۷ براؤن

موسیٰ تہی ثنائی نے اپنے مضمون ”اسلامی کتب خانے“ میں لکھا ہے کہ بغداد کے بعض مورخوں نے یہاں تک مبالغہ کیا ہے کہ تاتاریوں نے بغداد کے کتب خانے جب برباد کیے اور تمام کتابیں دریائے ڈال دیں تو دجلہ کا پانی کالا ہو گیا، لیکن اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس فتنہ میں بے شمار کتابوں کا نام و نشان جا تا رہا، تاتاریوں کا سیلاب بغداد پر محدود نہ تھا بلکہ ترکمان، ماوراء النہر، خراسان، بلخ و جرجان، عراق، جزیرہ، شام ان تمام مقامات سے گزرا اور جہاں گزرا تمام علمی یادگاروں کو مٹاتا گیا، (رسالہ شری ص ۱۵۷) طبع امرتسر

۱۱۳۵ھ میں جب عیسائیوں نے طرابلس الشام پر قبضہ کیا ہے تو ان لوگوں نے یہاں کے کتب خانوں کو جلا ڈالا، دراصل صلیبی جنگوں میں عیسائیوں نے مصر، شام، اسپین اور دیگر ممالک اسلامی کے کتب خانوں کو بڑی طرح جلا کر تباہ و برباد کیا ہے، کاؤنٹ برٹرم سینٹ جیل کے حکم سے جب طرابلس الشام کا کتب خانہ جلا یا گیا ہے تو اس میں علاوہ قرآن کے کثیر التعداد نسخوں کے خود عیسائیوں کا بیان کے مطابق تیس لاکھ کتابیں تھیں (تاریخ ابن العی ص ۱۱۷) و تاریخ تمدن اسلام جو جی زیان جلد سوم اسپین میں جب عیسائیوں کا غلبہ ہوا تو انہما کردی، صرف ایک دن میں اسی ہزار کتابوں کو نذر آتش کیا (مقدمہ ابن خلدون باب طبیعۃ العراق وما یعرض فیہ و تاریخ ادب اللہ العربیہ جلد سوم ج ۱ ص ۱۱۳) ۱۱۳۵ھ طبع مصر

یہ مجموعہ حیات سے مسلمانوں کے کتب خانوں کی تباہی تھی لیکن خصوصی اعتبار سے شیعوں کے کتب خانے اور ذخائر جہاں کتب مسیحیوں نے اسلام دشمنی میں اگر ان کو تباہ کیا تو خود عام مسلمانوں نے ان کو تباہ و برباد کر کے اپنی بیٹنی و شمسی کا ثبوت دیا، فاطمینہ کا تعلیم یافتہ کتب خانہ جبر کا جواب دینا میں نہ تھا اور جس کے متعلق مصری مورخ اٹا ذعلی ابراہیم جن نے مورخ ابن خلدون کے حوالہ سے لکھا ہے،

و انہو فقد عنی لفاطمیون غنایۃ خاصۃ باز دیاد عدد

الکتب فی المذہب الشیعہ حتی كانت مکتبۃ القصر فی القلعة

تفاضل غیر ہامن المکاتب فی العالم الاسلامی

اس میں کوئی شک نہیں کہ شیعی کتب کی کتابوں کی زیادتی اور کثرت کے لیے فاطمی خلفائے خاص مورخوں سے زور کی تھا جس کی وجہ سے قاہرہ کے قصر شامی کا کتب خانہ تمام علم اسلامی کے کتب خانوں پر بہت بڑھ گیا تھا (تاریخ جبر الصقلی ص ۱۸ طبع قاہرہ)

یہ تعلیم یافتہ کتب خانہ صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں بڑی طرح تباہ و برباد ہوا (کتاب الخط المرقوم جلد اول ص ۲۵ طبع مصر) مورخ مغربی نے صاف لکھا ہے کہ اس کے تباہ کرنے میں یہ جذبہ کام کر رہا تھا کہ ”ان فیہا کلام المشرقة الدینی مخالفت مذہبھ“ اس میں شیعوں کی کتابیں ہیں جو کہ ان لوگوں کے مذہب کے مخالف ہیں، اسی طرح شمس الدین جب سلطان محمود غزنوی نے رے کو فتح کیا ہے تو وہاں کے شیعی کتب خانوں کو اس نے جلا دیا (مجموعۃ الدھر ص ۲۵۹ طبع مصر) قاضی ابن کلاشی نے طرابلس الشام میں ایک عالیشان کتب خانہ کی تاسیس کی تھی جس میں لاکھوں سے زائد کتابیں تھیں (دائرة المعارف الاسلامیہ جلد ۱۱ ص ۲۵۹ طبع مصر) یہ کتب خانہ صلیبی جنگ میں برباد ہو گیا (ایمان ابن خلدون ص ۲۳۲) ۱۲۵۸ھ طبع مصر

طرح اسلامی دنیا کا سب سے پہلا عمومی کتب خانہ (پبلک لائبریری) جس کو ابو نصر شاہ رشتی وزیر بہار الدولہ شعی نے ۱۳۵۸ھ میں بغداد کے محل کریم خانم کی تباہی کے کتب خانہ میں ہی عظیم الشان تھا، اس میں دس ہزار سے زائد ایسی کتابیں تھیں جو اپنے مصنفین یا مشہور خطاط کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی تھیں اس میں کتب تصنیف و تالیف تھیں، یا قوت انکوی جس نے دنیائے اسلام کے ایک سے ایک بہتر کتاب خزانے دیکھے تھے وہ اس کی توصیف میں لکھتا ہے کہ لیکن فی الدنیا احسن منہا، دنیا میں اس سے بہتر اور کوئی نہ تھا اس کتب خانہ کو مورخین نے دارالعلم کے نام سے بھی یاد کیا ہے (ذیات الاعیان ابن خلدون جلد اول ص ۲۵۹ طبع مصر) لیکن شیعوں کا یہ پایہ ناز کتب خانہ ۱۳۵۸ھ میں مشہور شری کا بغل پر ایک نوبل کے بغداد آئے برجلا ویا گیا (تاریخ الکامل ابن اثیر جلد ۱۲ ص ۱۲۵) جلد ۱۲ طبع مصر

۱۳۵۸ھ (۱۳۵۸ھ) کا کتب خانہ کئی مرتبہ جلا یا گیا (الاعلام الارکی جلد سوم ص ۱۱۷ طبع مصر) لیکن آخری مرتبہ ۱۳۵۸ھ میں اس بڑی طرح جلا یا گیا کہ بالکل تباہ و برباد ہو گیا (تغیث الغفون جلد دوم ص ۲۳۲، طبقات البکی جلد ۲ ص ۱۱۷ طبع مصر) اسی طرح ۱۳۵۸ھ میں ”ازاک غز“ (مسلمان ترکوں کا ایک گروہ جو ماوراء النہر میں رہتا تھا ان ترکوں نے خلیفہ ہمدانی عباسی کے عہد میں اسلام قبول کیا تھا (تاریخ الکامل ابن اثیر جلد ۱۲ ص ۱۲۵) جلد ۱۲ طبع مصر) نے نیشاپور کے کتب خانوں کو جلا ڈالا (تاریخ الکامل ابن اثیر جلد ۱۲ ص ۱۲۵) جلد ۱۲ طبع مصر

۱۳۵۸ھ کے نیشاپور کے کتب خانوں کو تباہ و برباد کیا (ابن اثیر جلد ۱۲ ص ۱۲۵) جلد ۱۲ طبع مصر مشہور علم و دوست و معارف پرورد وزیر صاحب بن عبادی کا عظیم الشان کتب خانہ جو ”دارالکتب رے“ کے نام سے مشہور تھا اس کو سلطان محمود غزنوی نے اپنی عصیت کے مظاہرے میں جلا کر تباہ و برباد کر ڈالا (مجموعۃ الدھر ص ۲۵۹ طبع مصر) لیکن ہٹری آف دون اپنا جلد ۲

دارالکتب رے کے اس میں ان حالات میں نسخ البلاغہ کے مصداق و ماخذ اور کتب نجایہ خطیب امیر المؤمنین جو سید رضی و سید مرتضیٰ اخذ فی البلاغہ کو تلاش کرو۔ سے پہلے مدون و مرتب کیے گئے تھے وہ سب کے سب کو نیکو دستیاب ہو سکتے ہیں ہاں ہمارے ان برادرس و کتب خانوں کو واپس لاؤ، پھر تم ہم سے سوال کرو، یا کتب رجال و تاریخ شیعہ کا مطالعہ کر کے اطمینان حاصل کرو لیکن اس کے باوجود کئی قدر مورخین و مصنفین کی کتابیں جو ہمارے سامنے ہیں ان میں نسخ البلاغہ کے مندرجات کا پتہ چلتا ہے، صرف اتنا ہی نہیں جتنا کہ نسخ البلاغہ میں ہے بلکہ مندرجات نسخ البلاغہ کے علاوہ بھی دوسرے خطب پائے جاتے ہیں جن کا اسلوب و انداز وہی ہے جو خطب نسخ البلاغہ کا ہے اور جن میں الہیات و مابعد الطبیعات کے مسائل اسی حکیمانہ انداز میں بیان کیے گئے ہیں جسے کہ نسخ البلاغہ کے خطبہ اشباح و قاصص و توحید میں بیان ہوئے ہیں،

خلاصی صاحب کا مزاج چونکہ اموی نوازا واقع ہوا ہے اس لیے ابو الفرج مروانی اموی صفہانی متوفی ۲۵۸ھ کی کتاب نگاہوں سے گزری جس میں حضرت علی کے چند خطبے موصوف نے دیکھے، غالباً ان جیسے موصوف نے ابو الفرج کو کڑ شیعہ strong shiite کہتے تھے (کامل ابن اثیر جلد ۱۲ ص ۱۲۵) طبع مصر

مورخ ابن اثیر کا مزاج چونکہ اموی نوازا واقع ہوا ہے اس لیے ابو الفرج مروانی اموی صفہانی متوفی ۲۵۸ھ کی کتاب نگاہوں سے گزری جس میں حضرت علی کے چند خطبے موصوف نے دیکھے، غالباً ان جیسے موصوف نے ابو الفرج کو کڑ شیعہ strong shiite کہتے تھے (کامل ابن اثیر جلد ۱۲ ص ۱۲۵) طبع مصر

”وكانت الشيعة تسمى بالمغرب المشارقة نسبة الى عبد الله الشيعي“ (کامل ابن اثیر جلد ۱۲ ص ۱۲۵) طبع مصر



ابو الفرج اموی امامیہ آٹھ عشرہ پہلے [خصوصی صاحب نے اسلامی تاریخ پر تحقیقات کی ہے اور "انزال تشیع فی الادب العربی" کے موضوع پر بھی فرما ہے ہیں لیکن موصوف نے "شیعہ دینی" اور "شیعہ سیاسی" کے مابین فرق کو اب تک نہ سمجھا، شیعہ باعتبار دین و مذہب کے وہ ہے امامت و خلافت کو ایک رکن سمجھتا ہے ارکان ایمان میں سے، جو امامت کو داخل اصول دین سمجھتا ہے اور خلافت و امامت کو امامہ اثنا عشریہ بلخصہ سمجھتا ہے اور اپنے امام کی عصمت پر اعتقاد رکھتا ہے، لیکن "تشیع سیاسی" ہر وہ شخص ہے جس کی ہمدردی علی اور اولاد علی کی طرف ہو اس لیے نہیں کہ ان کی محبت اجر رسالت ہے یا ان کی امامت ارکان ایمان میں سے ہے، بلکہ اس لیے کہ ان میں انسانی فضائل و کمالات پائے جاتے ہیں اور بنی امیہ و بنی عباس نے ان پر بہت زیادہ ظلم ڈھایا تھا، فطری طور پر انسان مظلوم کی طرف جھک جاتا ہے، ابو الفرج اموی اپنے ذاتی اور ایمان کے اعتبار سے کوئی شک نہیں کہ وہ سواد اعظم کے مذہب پر تھا، عقیدہ وہ وہی دین رکھتا تھا جو اس کے آباؤ اجداد کا تھا، وہ امامت اصول دین میں نہیں سمجھتا تھا وہ نص اور امام کی عصمت کا قائل نہیں تھا، لیکن جو کہ وہ وسیع النظر تھا اپنے آباؤ اجداد بنی امیہ اور بنی عباس ظلم چیرہ دستیوں سے واقف تھا، زیادہ سے زیادہ اس کو زیدی مذہب سمجھا جاسکتا ہے جو خلفائے ثلثہ کی صحت خلافت کے قائل ہیں اور فقہ ابو حنیفہ کے مقلد ہیں، زیدی فرقہ مذہب اہلسنت میں کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ علامہ حسن بن احمد الزیدوی المصری لکھتے ہیں۔

منہلہ الزیدیہ و ہولاء یسبون الی زید بن زیدی فرقہ زید بن علی کی طرف منسوب ہے یہ فرقہ شیعہ مذہب علی زین العابدین و ہمدان افضل الشیعہ سے افضل ہے اور ان لوگوں سے زیدیوں کا عقیدہ بہت والظہم عقیدہ حتی انک لا تکاد تری زیادہ پاک و بہتر ہے یہاں تک کہ اہلسنت و زیدی فرقہ میں فرقاً بینہم و بین اہل السنۃ تم کو کوئی فرق نظر نہ آئے گا،

(ادب الحافظ حاشیہ ۹۵ تالیف علامہ حسن الزیدوی طبع رحمانیہ مصر)

اس لیے ابو الفرج اموی کا شمار فرقہ اہلسنت میں کیا جاوے گا، ابو الفرج کا اصل دین و مذہب کتاب الاغانی سے بھی ظاہر ہو جاتا ہے امامیہ کے بالکل خلاف ہے یہ ضرور ہے کہ ابو الفرج کی نگاہوں میں علی اور ان کی اولاد مظلوم دیکھائی دی، وہ اس سے متاثر ہوا، ظلم تھا اس لیے اس نے مقابل الظالمین کو تالیف کیا اور اس طرح اس نے باوجود اموی ہونے کے اپنی فطری ہمدردی کو مظلوم کے سامنے ظاہر کر دیا، اس کی یہ ہمدردی جس کو "التشیع الیاسی" کے لفظ سے تعبیر کئے گئے ہیں، ویسے ہی جیسا کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز مروانی نے یا بعض دوسرے خلفاء بنی عباس میں تھا، ابو الفرج اموی کی طرح اور دوسرے ادباء و مشائخ بھی تھے جو باوجود متدین مذہب امامیہ نہ ہونے کے، شیعہ بتلائے جاتے ہیں، دکتور عمر فروخ اپنی کتاب "عقربۃ العرب فی العلم والفلسفہ" میں لکھتے ہیں:-

ان کثیرین من الشعراء والادباء لم یکنوا شیعۃ قط ومع ذلك لم یستطیعوا الا ان یکنوا متشیعین یحسبون بہذا الالہ الذی اصاب آل البیت و هذا الظلم الذی نزل باحقادہم بعد ذلك من ہولاء ابا تمام وابن الرومی، علی شدة صلتہم ببنی العباس ولورد لك استغراب ابی العلاء المعری حیثاً وجد اہل بغداد یبدعون بان ابن الرومی متشیع فقال ولكنی ما اراہ الا علی مذہب غیرہ من الشعراء مبادیل علی ان بعض خصائص هذه الحركة قد انتشر بین غیر اہلہا،

(عقربۃ العرب ۳۲ طبع اول دمشق)

کتاب قدما جن میں منہجیات بنی امیہ کا وجود آج بھی ہے | یہ واقعہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ (اس عہد میں) شیعہ تحریک ابھی ہو گیا تھا کہ جو شیعہ تھے ان کو بھی شیعہ سمجھا جاتا تھا، یہی دکتور عمر فروخ اپنی دوسری تالیف ابن الرومی میں لکھتے ہیں:-

فان ابن الرومی کان متشیعاً علی مذہب اکثر الشعراء العباسیین یا لم لمصائب الالبت ولم یکن شیعياً لیقول بان الامامۃ "الخلاۃ" انما هی فی ابناء علی بالنص

(ابن الرومی منہج بیروت)

ابن الرومی عہد بنی عباس کے اکثر شعرا کی طرح مصائب الہیہ پر دردمند ہونے کی وجہ سے تشیع مظلوم ہوتا ہے لیکن دراصل عقیدہ و دین کی بنا پر شیعہ نہ تھا جو اس کا قائل نہ ہو اگر خلافت و امامت اولاد علی کے لیے مخصوص ہے، خصوصی صاحب کو "شیعہ دینی" و "تشیع سیاسی" میں فرق کرنا چاہیے،

تشیع سیاسی عقیدہ و دین کے اعتبار سے شیعہ امامیہ نہ ہوگا بلکہ کسی مذہب ہو سکتا ہے، خیرات کہاں سے کہاں آپڑی، الحدیث ذو ثیجوں میں یہ عرض کر رہا تھا کہ خصوصی صاحب نے چند خطبے ابو الفرج اموی کی کتاب میں دیکھے، خصوصی صاحب اپنے مطالعہ کو جاری رکھیں وسعت نظری کی خاطر سہی، لیکن مندرجہ ذیل مصنفین کی تصانیف بھی ضرور ملاحظہ کریں جو یہ رضی سے مقدم یا ان کے معاصر ہیں، ان کے مطالعہ کے بعد موصوف کو معلوم ہو جاوے گا کہ مندرجہ بالا کتب قدما صدراول کے ضائع ہو جانے کے بعد بھی کہاں کہاں پائے جاتے ہیں،

- نصر بن مزاحم المنقری التیمی الکوفی ... کتاب الصنفین
- ابو الحسن ابن محمد الدائمی المتوفی ۲۱۵ھ ... تاریخ الخلفاء و کتاب الاحداث و الفتن
- ابو جعفر محمد بن حبیب النخعی البغدادی المتوفی ۲۴۵ھ ... کتاب الخیر فی تاریخ الخلفاء
- مروان بن بکر الجاحظ البصری المتوفی ۲۵۵ھ ... کتاب البیان و التبيين
- ابن قتیبہ الدینوری المتوفی ۲۶۵ھ ... عیون الاخبار، غریب الحدیث، ادب الکاتب، الاما و ایاتہ تاریخ
- ابن دحیح السیوطی الکاتب العباسی المتوفی ۳۴۵ھ ... اخبار الطوال
- ابو حنیفہ الدینوری متوفی ۲۸۵ھ ... کتاب المبرد
- ابو العباس المبرد المتوفی ۳۸۵ھ ... تاریخ الرسل و الملوک
- محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۲۰ھ ... کتاب المجتبی
- ابو محمد محمد بن حسن بن درید اندلسی متوفی ۳۲۱ھ ... عقد الفرید
- ابن عبدہ اندلسی متوفی ۳۲۶ھ ... اصول الکافی و فروع الکافی و روحۃ الکافی
- محمد بن یحییٰ القطینی متوفی ۳۲۹ھ ... تحف العقول عن آل الرسول
- ابو محمد حسن بن علی بن شعبہ اکلبی متوفی ۳۳۲ھ ... مروج الذہب
- ابو الحسن علی بن حسین المسعودی المذلی متوفی ۳۴۴ھ ... نوادر
- ابو علی القالی متوفی ۳۵۵ھ ... من لا یحضرہ کتاب التوجیہ علی الشرائع، معانی الاخبار و غیر ذلک
- ابو جعفر ابن بابویہ التمی متوفی ۳۸۵ھ ... کتاب الاوائل، کتاب من احکم من الخلفاء الی القضاء
- ابو ہلال العسکری متوفی ۳۹۵ھ ... کتاب الارشاد و کتاب الجمل
- محمد بن محمد بن النعمان الشیخ المفید متوفی ۴۱۳ھ ... تجارب الامم
- ابن مکیہ متوفی ۴۱۳ھ ... حلیۃ الاولیاء
- حافظ البونیم متوفی ۴۳۰ھ ... کتاب التہذیب، کتاب الامالی
- ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی (۳۸۵ ۴۶۰ھ) ... کتاب الاعجاز و الایجاد
- ابو منصور عبد الملک النعمانی متوفی ۴۲۹ھ ... دستور معالم الحکم و التورکام اشیم
- تاضی ابو عبد اللہ محمد بن سلامۃ القضا علی متوفی ۵۲۲ھ ...

یہ دو مصنفین ہیں جو یہ رضی سے قبل یا ان کے معاصر و قریب العہد ہیں، اسی سلسلہ میں حافظ ابن عساکر دمشق متوفی ۵۴۶ھ کی تاریخ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی مجمع الجوامع اور علامہ علی متقی متوفی ۹۱۱ھ کی کنز العمال بھی ملاحظہ فرمائیں، اس مطالعہ کے بعد



خصوصی صاحب مشکوٰۃ میں سے نہ رہیں گے بایں شرک اگر موصوف کو حضرت علی سے طبعاً غدا نہیں ہے، بلکہ انھیں یہ یقین ہو جائے کہ نبی البلاء عتیقاً امیر المومنین ہی کا کلام ہے

## دوسرے شبہ کا جواب

کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کے خطبے لوگوں کو حفظ تھے آخر وہ پیغمبر اور دوسرے خلفاء کے خطبے و موعظ کیونست حفظ ہو کر مدون ہوئے  
بیشک پیغمبر اسلام کے خطبے بھی مرتب و مدون ہوئے  
علامہ جاحظ لکھتے ہیں :-

وهذه خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم مدونة ومخلدة مشهورة وهذه خطب ابى بكر وعمر وعثمان وعلي رضي الله عنهم اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ کے خطبے جاحظ سے پہلے اور اس کے بعد بھی جمع کئے گئے، چنانچہ ابوالحسن علی بن محمد المدائنی متوفی ۳۸۰ھ نے خطبہ النبی کا ایک مجموعہ مرتب کیا عبدالرزاق البیہقی البصری متوفی ۲۵۵ھ نے کتاب خطب النبی کو تالیف کیا اور جاحظ کے بعد بھی خطبہ النبی کے مجموعے ابوالعباس جعفر بن محمد المستنصری متوفی ۳۲۰ھ اور ابوالعباس انحر بن نصر بن عقیل بن نصر الارسلانی متوفی ۳۵۰ھ نے مدون و مرتب کیے لیکن ہم کو خلفائے ثلاثہ کے متعلق علم نہیں کہ ان حضرات میں سے کسی ایک کے خطبے کو مستقل کسی ایک مؤلفین کے کتاب میں مرتب مرقون کیا، اصل جلی نے کشف الظنون میں کتب المہنت کا استقصا کیا ہے لیکن اس کتاب میں اس کا ذکر نشان نہیں کہ خلفائے ثلاثہ کے خطبوں کا کوئی مجموعہ مرتب کیا گیا یا اس موضوع پر کوئی مستقل کتاب ہی لکھی گئی، یقیناً جاحظ نے ان کے بعد ابن عساکر نے "البيان والتبيين" اور "عقد الفريد" میں خلفائے ثلاثہ کے چند خطبوں کو نقل کیا ہے، اصل یہ ہے کہ رسول اللہ کے خطبے و موعظ و احتجاج کی جیسی حفاظت مسلمانوں کو کرنی چاہیے تھی نہیں کی، رسول اللہ کے گرد و پیش جن لوگوں کا جمع ہوا تھا ان کو علوم و معارف سے کوئی دیکھی نہ تھی کہ وہ فوراً جمع و تدوین کی طرف متوجہ ہوتے، آنحضرت کا کلام عرصہ کے بعد جمع کیا گیا عباس محمود العقاد لکھتے ہیں :-

"واما خطب وادعية ووصايا واجوبة عن اسئلة كتبت بعد حينها" (مترجمہ جاحظ طبع مصر) اصحاب رسول جمع و تدوین کے مخالف تھے بات یہ ہے کہ اصحاب رسول جمع و تدوین کے مخالف تھے، ابتدا میں تو جمع قرآن کو بھی نہیں ہوتا تھا، ابوبکر نے صاف کہا تھا "كيف تفعل شيئا لم يفعله رسول الله" ہم وہ کام کیونکر کریں جس کو خود رسول اللہ نے نہیں کیا یہ خیال تھا خلیفہ اول ہی کا نہیں تھا بلکہ زید بن ثابت نے بھی یہی کہا تھا "كيف تفعلون شيئا لم يفعله رسول الله" آپ لوگ ایسی بات کیونکر کریں گے جو رسول اللہ نے نہیں کی ہے، (صحیح بخاری باب جمع القرآن) اگرچہ حضرت علیؑ نے اس فرض کو ادا کیا تھا اور رسول کی حیات ہی میں آپ نے قرآن کو جمع و مرتب فرما دیا تھا جس کے شائع و عام ہونے میں بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تقدیر نے مدد نہیں کی، (ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص ۲۷۷) جمع قرآن کے متعلق مشہور تابعی محمد بن سیرین بیان تک کہتے ہیں :-

مات ابو بكر ولم يجمع القرآن وقتل عمر لم يجمع القرآن (انسان سیرینی ص ۱۷ طبع مصر) ابوبکر مر گئے اور قرآن نہیں جمع ہوا اور عمر قتل کر دیئے گئے اور قرآن نہیں جمع ہو سکا، احادیث و آثار رسول کو مدون کرنا بہت محنت و مباحثہ کے بعد کسی نہ کسی طرح قرآن کو جمع کر دیا گیا لیکن حدیث و سنت کی اجازت نہ تھی جمع و تدوین تو درکار اس کو روایت کرنے سے بھی روک دیا گیا، خلیفہ اول ابوبکر کا حکم تھا فلا تتحدوا عن رسول الله شيئا منكم فقلوا تم لوگ رسول اللہ کے آثار (حدیث، خطب، وصایا

جامعین خطبہ النبی

خطبہ رسول کا جمع و تدوین بھی عرصہ بعد ہوئی

جمع قرآن کی حلاوت

حدیث و سنت کی اجازت نہ تھی

بنیاد بیست کتاب اللہ (تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی جلد اول ص ۱۷ طبع ثنائیہ حیدرآباد) جو اہل بیت (ک) کو کچھ بیان نہ کرو، دیکھو اگر تم سے کوئی اس کو دریافت کرے تو اس سے کہہ دیا کرو ہمارے اور تمہارے درمیان قرآن مجید ایک مرتبہ نہ معلوم کس خیال کے ماتحت ابوبکر نے رسول اللہ کی حدیثوں کو جو تعداد میں پانچ سو تھیں جمع کیا اور اپنی بیٹی حضرت عائشہ کے سپرد فرما دیا لیکن شب کو موصوف اپنی اس غلطی پر قبضہ ہوئے اور صبح ہوتے ہی اپنی بیٹی کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ بلما اصبح قال اى بنیة هلمى الاحاديث التى عندك فحنته بها فذعنا بنار فخرقتها، بیٹی میری وہ حدیثیں لاؤ جو تمہارے پاس ہیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب میں اس مجموعہ کو اپنے باپ کے پاس لائی تو انھوں نے آکر لٹا کر سب کو جلادیا۔ (تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی جلد اول ص ۱۷ طبع حیدرآباد، ریاض النضرہ نجف الطبری فضائل ابوبکر، کنز العمال، علی نقی،)

مرتب ہی نہیں بلکہ اپنے اس نظریہ کی تائید میں یہ لوگ ایک حدیث بھی روایت کرتے تھے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے لا تكتبوا عني ومن كتب عني غيب القرآن فليحرقه (مجمع مسلم) مجھ سے جو سنو اسے تحریر نہ کرو، اگر کسی نے قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ اور روایت کر کے نقل کیا ہو تو اس کو مٹا ڈالو۔

حضرت عمر اپنے حال کو روایت حدیث سے برابر منع کرتے رہتے تھے، چنانچہ قرطبہ بن کعب کو جب عراق کا والی مقرر کیا گیا تو یہ حکم دیا تھا کہ جرد القرآن وأقلوا الرواية عن رسول الله صلعم وانشاء بيككم، فلما قد قرظة بن كعب قالوا حدثنا فقال نهانا عمر، رضى الله عنه، (سنن الدارمی جلد ۱ ص ۱۷۷) بیان اہم عبد البر جلد ۲ ص ۱۷۷، تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد ۱ ص ۱۷۷) اسی پر اتفاقاً نہیں بلکہ روایان حدیث پیغمبر کو سزا دی جاتی تھی، ایک مرتبہ زمانہ حضرت عمر کے بعد ابوہریرہ صحابی رسول سے "ابو سلمہ" نے یہ دریافت کیا کہ "اكننت تحدث في زمان عمر هكذا" کیا آپ عمر کے زمانے میں بھی اپنی حدیثوں کو روایت کرتے تھے، اس کے جواب میں موصوف نے فرمایا "لو كنت احدث في زمان عمر مثل ما احدثكم لصرتي بمنزلة فقهه" اگر میں اسی طرح سے عمر کے زمانے میں روایت حدیث کرتا ہوں تو وہ مجھ کو درے سے مارتے (تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد اول ص ۱۷ طبع حیدرآباد)

جامع بیان النعم جلد ۲ ص ۲۱ میں ابو عمر سے روایت ہے کہ ابوہریرہ یہ کہا کرتے تھے لقد حدثتكم باحادیث لو حدثت بها زمن عمر بن الخطاب لصرتي بمنزلة فقهه بالندسة خلیفہ دوم عمر بن خطاب نے ابوہریرہ کو حکم دیا تھا :-

لتترك الحديث عن رسول الله أو لا تحفظوا من دوس (اخرجہ ابن عساکر کسافی کنز العمال جلد ۵ ص ۲۳۹) احادیث رسول کا بیان کرنا ترک کر دو ورنہ تم کو شہرہ کے قبیلہ دوس کی زمین کی طرف بھیج دوں گا

خلیفہ دوم نے روایت حدیث کے جرم میں خلیفہ دوم نے روایت حدیث کے جرم میں، ابن مسعود، ابوہریرہ، ابو مسعود انصاری اور حضرت صحابہ کبار کو مقید کیا ابوہریرہ انصاری ایسے صحابہ کبار کو مقید بھی کر دیا تھا ملاحظہ ہو،

داخرج الطبرانی عن ابراهيم بن عبد الرحمن ان عم حبس ثلاثا ابن مسعود وابا الدرداء و ابالمسعود الانصاري فقال قد اكثرتم الحديث عن رسول الله صلعم خبسه بالمدینه حتى استشهد (تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد ۱ ص ۱۷۷) محدث طبرانی نے ابراہیم بن عبد الرحمن سے اخراج کیا ہے کہ عمر حبس ثلاثا ابن مسعود، ابوہریرہ، ابومسعود انصاری کو مقید کر دیا تھا اور ان سے یہ کہا تھا کہ تمہارا جرم یہ ہے کہ تم لوگوں نے رسول اللہ سے بہت زیادہ احادیث روایت کی ہیں یہ لوگ مدینہ میں قید رہے یہاں تک کہ عمر قتل کیے گئے،

ابوبکر نے اپنی بیٹی کو بیٹی کے جلادیا

رسول اللہ کے حدیث کے متعلق حلاوت

عمر کا روایت حدیث سے منع کرنا

عمر کا بیان حدیث کو سزا دینا

ابوہریرہ کا خوف

ابوہریرہ کو شہرہ کے قبیلہ کا دشمن

ابن مسعود، ابوہریرہ، ابومسعود انصاری روایت حدیث کے جرم میں مقید کر دیا







کسی غیر عالم پر وی عرب صحابی رسول کے متعلق یہ تمنا ظاہر کی جاتی اور اصل خلفاء ثلاثہ اس میدان کے مرد نہ تھے، وکلل فن حلال علامہ جاحظ لکھتے ہیں کہ عثمان جب خلیفہ ہوئے اور سب سے پہلے منبر پر خطبہ کہنے کے لیے گئے تو

صعد عثمان بن عفان صلی اللہ تعالیٰ عنہ المنبر منبر پر پہنچنے کے بعد عثمان کی زبان بند ہو گئی اور خطبہ نہ فارغ علیہ فقال ان اباکم وکم کا نا بعد ان لھذا المقام مقالاً وانتہی امام عادل احوج منکر الی امام خطیب (کتاب البیان والتبيين جلد اول ص ۱۲۹ مطبوعہ مطبعة الفتوح الادبیہ قاہرہ ۱۳۳۲ھ) جو خطیب ہو

(کتاب البیان والتبيين جلد اول ص ۱۲۹ مطبوعہ مطبعة الفتوح الادبیہ قاہرہ ۱۳۳۲ھ)

ابن عبد ربہ اندلسی نے نقل کیا ہے کہ یہ بھی کہا تھا، "لوگو پہلے پہل کی ہر سواری بڑی دشواری ہوتی ہے اگر زندہ رہا تو خطبہ تیار کر کے لاؤں گا اور خدا ہر دشواری کے بعد آسانی پیدا کرتا ہے" عقد الفرید جلد دوم ص ۳۶۳ طبع مصر) ہر حال خلیفہ سوم کے اس عجز و اقرا سے نہ صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود خطیب نہ تھے بلکہ ان کے پیش رو خلفاء ابو بکر و عمر بھی خطابت پر قدرت نہیں رکھتے تھے، جمعی تو وہ حضرات پہلے سے خطبہ تیار کر کے رشتے اور پھر منبر پر جاتے

علامہ جاحظ مشہور و معروف ماہر لسانیات و اخبار عرب محمد بن سلام انجلی البصری متوفی ۲۳۲ھ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:- قال محمد بن سلام النجلی کان عصف بن الخطاب رضی اللہ عنہ تقریر کے وقت جب کسی کو دیکھ لیتے تو ان کی زبان

اللہ تعالیٰ عندہ اذا رأى الرجل یتلجج کلامہ (کتاب البیان والتبيين جلد اول ص ۱۲۳)

خود خلیفہ ثانی کا یہ قول تھا کہ "ما تصعد فی کلام کما تصعد فی خطب السکاح"۔ مجھے باتوں میں اتنی دشواری و پریشانی نہیں ہوتی جتنی خطبہ نکاح پر ہوتی ہے (کتاب البیان والتبيين جلد اول ص ۱۲۳) ظاہر ہے کہ خطبہ نکاح مختصر اور آسان زیادہ بلیغ نہیں ہوتا، بہ نسبت دوسرے خطبوں جن کی شان علمی و ادبی ہوا کرتی ہے، ابن المقفع مشہور بلیغ و ادیب سے لوگوں نے اس کا سبب پوچھا کہ اس کی کیا وجہ تھی، انھوں نے جواب دیا ممکن ہے کہ یہ وجہ ہو کہ خطبہ نکاح میں سننے والے بالکل قریب ہوتے ہیں اور لوگوں سے نگاہیں چار ہوتی ہیں لیکن منبر پر جانے سے یہ بات نہیں بلکہ حاکم نہ شان رعوب و دبہ بہ پیدا ہوتا جو کچھ بھی کہہ جاؤ کوئی چون و چرا کرنے والا نہیں، یہ بھی تاویل کی ہے کہ خطبہ نکاح میں طرح بھی کرتے ہیں چونکہ اس میں غیر مستحق کی مدح کا خیال رہتا ہے اس لیے دشواری ہوتی تھی لیکن جاحظ کہتے ہیں:-

ولم یکن ان هذا التاویل لیجوز اذا کان الخطیب موقوفاً علی الخطابة فاما عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ و اشباہہ من الائمة الراشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فلم یکنوا لیتکلموا ذلک الا فیمن لیسحق المدح (کتاب البیان والتبيين جلد اول ص ۱۲۳)

کسی ماہر خطیب و مقرر کے لیے بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر خطبہ دینا یا تقریر کرنا ایک ن ہے اس کے کمال کا مظاہرہ حالات میں ہوگا، اسی مقام پر جاحظ نے امیر المؤمنین علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے

روى ابو مخنف عن الحارث الاعور قال واللہ لقد رايت علیاً وانه لیخطب قاعداً کفایاً وھما رأی کما لہ یرید بقولہ قاعداً خطبۃ السکاح (کتاب البیان والتبيين جلد اول ص ۱۲۳ طبع قاہرہ ۱۳۳۲ھ) اور جنگ کی حالت میں بھی اسی جلات و جہالت سے خطبہ فرماتے تھے جس طرح کہ اسن و امینان کی حالت میں خطبہ فرماتے تھے (جاحظ کہتے ہیں کہ بیٹھ کر خطبہ دینے سے مدح و خطبہ نکاح ہے)

عثمان بن عفان کی زبان نہ تھی

خلفائے بنی ہاشم

عمر کو زبان نہ تھی

عمر کو خطبہ دینے کی ضرورت نہ تھی

کتاب البیان والتبيين جلد اول ص ۱۲۳

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

خلیفہ عمر میں تقریر کرنے کی فطری صلاحیت نہ تھی "عباس محمود العقاد" عبقریہ عمر میں لکھتے ہیں کہ عمر کی خطابت صفات ذہن سے متعلق تھی بلکہ ایسا تھا جس طرح کہ خلفی باؤنی لوگ ہوتے ہیں بس اسی طرح ان کی بھی حالت تھی

"نکات لہ نصرت علی بالکلام" بغیر سوچے سمجھے ہر وقت بات کرنے پر آمادہ، گویا ذہن باتوں سے بھرا ہوا ہے، ظاہر ہے کہ ایسا انسان اکمال خطیب بلیغ کیونکر ہو سکتا ہے، اس کے علاوہ ان میں یہ عیب بھی تھا

انہ کان ینطق ببعض الحروف کالصاد من کلاشقیہ بعض حروف کو وہ ذہن کے دونوں گوشوں سے ادا کرتے تھے جیسے وہی ینطق فی الاغلب من شذوق واحد، حروف صدا کو حالانکہ یہ حرف زیادہ ایک ہی گوشہ ذہن سے ادا کیا جاتا ہے

(عبقریہ عمر ص ۲۲ طبع مصر) ادا کیا جاتا ہے

خلیفہ اول کو بھی ملکہ تقریر حاصل نہ تھا اسی طرح خلیفہ اول ابو بکر بھی خطابت پر قدرت تامہ نہیں رکھتے تھے جیسا کہ حضرت عثمان کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے، دراصل ان حضرات کی نشو و نما اور زندگی کا ماحول ایسا نہ تھا جس سے ان میں ملکہ خطابت پیدا ہوتا، بغیر سوچے سمجھے جو میں آنا کہہ دیتے تھے جس کی وجہ سے بعض موقوفوں پر ذلت اور شرمندگی کا سامنا ہوتا تھا اور ایسے موقوفوں پر یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے تھے، "ان السلاء موبل بالمنطق" بات کہہ کر فی سکت آفت ہے (کتاب البیان والتبيين جلد اول ص ۱۲۳ طبع مصر) و کتاب الاشارة در اصل یہ نتیجہ تھا ان کے ذاتی پیشہ کا جس میں انسان فضول کو اس کرتا ہے اور صحیح خطابت سے کام نہیں لیتا، مورخ ابن جریر الطبری ابو بکر کے پیشہ کے متعلق لکھتا ہے

کان ابو بکر قبل ان یشغل بامور المسلمین تلجرا فکان یغد وکل یوم الی السوق فینبع ویتباع ..... وکانت لہ قطعۃ غنم تروح علیہ ورجا خرج ہو بنفسہ فیھا ورجما کفیھا فرغیت لہ وکان یجلب للحمی اغناھم اسی طرح خلیفہ دوم اپنے متعلق بیان کرتے ہیں:-

كنت اری اہل الخطاب یلذذ الوادی فی مدرعة صوف وکان قفا یتبعنی اذا عملت ویضربنی اذا قصرت وقد امسیت ولیس بیئنی وین اللہ احد، تاریخ الطبری جلد دوم ص ۳۹ طبع مصر

حالیں ہوں کہ میرے اور خدا کے درمیان کوئی حاکم نہیں خلیفہ اول وقت ہوں خطاب کے زمانہ میں یہ کام کرتے تھے اس کے بعد پیشہ ور دلال ہو گئے تھے، چنانچہ علامہ دمیری لکھتے ہیں:-

وکان عمر بن الخطاب دلالاً بین البایع والمشتري (حیوة السیوان)

ظاہر ہے کہ ایک دلال اور ادنی درجہ کا پھیری کا بیوپاری اپنے روزمرہ کے معمولات کے اعتبار سے کچھ نہ کچھ بات چیت کرنے پر ضرور قدرت رکھتا ہے، لیکن قصیح و بلیغ عالمانہ خطبہ و تقریریں نہیں کر سکتا ہے اور نہ ان میں کوئی فنی و ادبی شان پیدا ہو سکتی ہے، اس کی بنا پر لوگ اس کو یا دیکھیں یا محفوظ و مدون کرنے کی فکر کریں، اسی نقص کو دیکھ کر خلفاء کے منسنے والوں نے یہ کوشش کی کہ ان کی طرف کچھ خطبے اور حکیمانہ اقوال و مواعظ کو منسوب کریں، چنانچہ می معاویہ نے چاہا جیسا کہ خود اس کا بیان ہے، علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:-

قال امر اھلہ سعد الثقفی فخذ شیء من عبد اللہ بن عثمان بن علی بن محمد بن ابی سعید عن اصحابہ ان علیاً لما کتب الی محمد بن ابی بکر ھذا الکتاب کان یشتر فیہ ویتادب بأدبہ فلما ظہر علیہ

مولا بکری کی قیادت کرتے اور اپنے معاملات میں کچھ دخیل تھے

عمر کی نشو و نما بہت آرام میں ہوئی

عمر دلال کرتے تھے

خلفاء کے ماننے والوں نے عمر کو خطبہ دینے کا مشورہ کیا



عمر بن العاص وقتلہ، اخذ کتبہ اجمع فبعت بها  
 الی معاویہ فکان معاویہ ینظر فی هذا الکتاب  
 ویعجب منه فقال الولید بن عقبہ وعند معاویہ  
 وقد رأی اجماعہ بہ مریدہ الاحادیث ان تحرق  
 فقال معاویہ ما لاری لک فقال الولید ان  
 الرأی ان یعلم الناس ان احادیث ابی تراب عند  
 تتعلم منها فقال ویحی ان امرئ ان احرق علما  
 مثل هذا والله ما سمعت بعلمه هو اجمع منه  
 ولا حکم فقال الولید ان کنت تعجب من علمه وقضا  
 فعلمه تعالیه فقال لولا ان ابا تراب قتل عثمان  
 ثم اتانا لاخذ عنه ثم سکت هنیئۃ ثم نظری  
 حبسائہ فقال انا لا نقول ان هذه من کتب علی  
 بن ابیطالب علیہ السلام وکن نقول هذه  
 من کتب ابی بکر الصدیق کانت عند یسند محمد  
 فنحن ننظر فیها وناخذ منها

(شرح ابن ابی الحدید جلد دوم ص ۱۵۷ طبع مصر)

اور اس سے علم و ادب حاصل کرتے رہتے تھے لیکن جب عمرو  
 عاص نے محمد پر غلبہ حاصل کر کے ان کو مصر میں قتل کر دیا تو اس  
 نے ان تمام رسائل و کتابوں کو محمد کے سامان میں سے ضبط کر کے  
 معاویہ کے پاس بھیج دیا، معاویہ اس کتاب کو عظمت کی نگاہ  
 سے دیکھنے لگا، ایک روز جب کہ معاویہ اس کو بہ نگاہ عظمت  
 دیکھ رہا تھا، ولید بن عقبہ بھی اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا وہ معاویہ  
 کے اس تاثر کو دیکھ کر کہنے لگا ان احادیث کو جلا دینے کا حکم  
 دیدیجئے، یہ سن کر معاویہ نے کہا، خاموش تمھاری یہ رائے بہتر نہیں ہے  
 ولید نے کہا تو کیا یہ رائے مناسب ہے کہ لوگ یہ جان لیں کہ  
 ابو تراب کی احادیث آپ کے پاس ہیں جس سے آپ علم حاصل  
 کرتے رہے ہیں، معاویہ نے جواب دیا وائے ہو تجھ پر ایسے علوم کو  
 جلا دینے کا مشورہ دیتا ہے، بخدا میں نے آج تک اس سے زیادہ  
 مفید و حکم کو سنا ہی نہیں ولید نے جواب دیا کہ جب آپ علی  
 کے علم و حکمت کے قائل ہیں اور آپ ان کی اس بزرگی کو تسلیم کرتے ہیں  
 تو پھر ان سے برسر پیکار کیوں میں معاویہ نے جواب دیا اگر ابو تراب  
 عثمان کو نہ قتل کرتے اور ہمارے معاملہ میں دخل دیکر فتنہ مین  
 بنا کر دے تو ہم ہرگز نہ دیتے، یہ کہہ کر تمھاری دیر کے لیے معاویہ خاموش ہو گئے پھر کچھ سوچ کر اپنے مصاحبین سے کہنے لگے میں یہ نہ  
 کہوں گا کہ علی کی تحریریں ہیں بلکہ یہ کہوں گا کہ ابو بکر صدیق کے نوشتہ ہات ہیں جو ان کے بیٹے محمد کے پاس تھیں جن کو ہم پڑھتے اور مستفی  
 ہوتے ہیں

معاویہ نے اس سلسلہ میں بڑا پردہ لگایا، جس کا ذکر تفصیل کے ساتھ ابوالحسن المدائنی نے کتاب الاحداث میں کیا ہے، معاویہ  
 نے تمام مالک و دوسرے گورنروں کو یہ حکم بھیجا تھا،

فاذا جاءکم کتابی هذا فادعوا الناس الی الروایۃ  
 فی فضائل الصحابة والمخلفاء الاولین ولا تذکروا  
 خبرا یروہ احد من المسلمین فی ابی تراب الا وانی  
 یمناقض لہ فی الصحابة مفتعلة فانی هذا  
 احب الی وافر لعینی وأدحض لجملة ابی تراب  
 وشیعته

محبوب ہے اور اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے اور علی و ان کے شیعوں کے حجت و دلائل کو توڑنے کا یہی ایک طریقہ ہے  
 پھر کیا تھا اس حکم کے پہنچنے ہی سے نتیجہ ہوا کہ

فرویت اخبار کثیرۃ فی مناقب الصحابة مفتعلة  
 لاحقیقۃ لہا وحید الناس فی روایۃ ما یمجری  
 هذا المجرى حتی اشداد بذكر ذلک علی  
 المناہر والقی الی اعلیٰ الکتابتیب تعلموا  
 صبیانہم وعلما ہم من ذلک الکتابیا الواسع  
 حتی رورہ وتعلموا کما یتعلمون القرآن وحقی

لوگوں نے کثرت سے فضائل صحابہ میں ایسی ایسی خبروں کو روایت  
 کیا جن کی کوئی حقیقت ہی نہ تھی، انھیں اخبار و احادیث کو  
 لوگوں نے گزر گاہوں پر چلتے پھرتے مشہور کیا یہاں تک کہ  
 مسجد کے منبروں پر یہ اخبار و جعلی احادیث بیان کیے گئے  
 خود ساختہ معلموں نے ان کو کتابوں میں لکھ کر لوگوں اور  
 جوانوں کو پڑھایا اور از بکر کیا پھر تو اس تعلیم کی اتنی ترقی ہوئی

علمہ و بنا تہم و نساء ہم و خذ ہم و حشمہم  
 فلبثوا ذلک ما شاء اللہ

(ابن ابی الحدید جلد سوم صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸ طبع مصر)

اور حیان توحیدی نے شیخین کے لیے کلام فصیح وضع کیا اس امر سے یہ یگانہ کا نتیجہ تھا کہ ابو حیان التوحیدی المتوفی ۱۸۱ھ نے شیخین  
 کی کمال بلاغت و فصاحت کو ظاہر کرنے کے لیے سلسلہ حدیث سقیفہ ابو بکر کی زبانی ایک مفصل پیغام اور زبان عراقی گفتگو وضع  
 کر کے شیخین کی طرف منسوب کرنا اپنا ایک مذہبی فریضہ سمجھا اور ظاہر کیا،

لا عرف فی الارض رسالۃ اعتقل منها ولا ین  
 وانھا لتدل علی علم وحکم و فصاحتہ و  
 فقاہتہ فی دین و دہاء و بعد غور و شدہ  
 غوص

زین پر میں اس کیمانہ و دلائل پیغام سے بہتر کوئی پیغام نہیں  
 جانتا جو اپنے مشکل کے علم و حکمت، فصاحت و فقاہت،  
 تدبیر و سیاست اور انتہائے غور و فکر پر دلالت کرتا ہو،

لیکن ابو حیان کی اس موضوع و متغول (من گھڑت) تقریر و گفتار کو خود المسند نے بھی شیخین کا کلام نہیں تسلیم کیا، اور  
 یہ مشککین المسند عام اس سے کہ مقررہ ہوں یا اشاعرہ کسی نے بھی اس سے استدلال نہیں کیا، بلکہ ابن ابی الحدید جو شیخین  
 کی خلافت و امامت کو ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے، اس نے اس کلام کے وضعی و جعلی ہونے پر اپنی شرح  
 میں دلائل پیش کئے ہیں اور صاف کہا ہے،

ان هذه المراسلات والمحادثات والكلام كله  
 مصنوع موضوع وانه من كلام ابی حیان التوحید  
 لانه بكلامه ومذهبه فی الخطابة والبلاغۃ  
 اشتبه وقد حفظنا كلام عمر رسالہ وكلام  
 ابی بکر وخطبه فلم نجد هما یدھبان هذا  
 المذهب ولا یمسكان هذا السبیل فی كلامهما  
 وهذا كلام علی اثر التولید لیس بخلق و این  
 ابوبکر وعمر من البدیع وصناعة المحدثین  
 ومن تامل كلام ابی حیان عرف ان هذا  
 الكلام من ذلک المعدن خرج

یہ کلام بھی جو دونوں خلفاء کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے اسی نمونے نکلا ہے،  
 ابن ابی الحدید اس کے جعلی و وضعی ہونے پر اتنے دلائل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

دكان ابن الباقلانی شہید اعلیٰ الشیعۃ  
 عظیم العصبیۃ علی امیر المومنین فلو طفر  
 بکلیۃ من كلام ابی بکر وعمر فی هذا الحدیث  
 لملا الکتب والتصانیف بها وجعلها جعیرا کذا  
 والامر فیما ذکرنا من وضع هذا القصصۃ  
 ظاہر لمن عندہ ادنی ذوق من علم البیان  
 ومعرفة كلام الرجال ولعن عندہ ادنی  
 معرفۃ بعلم السیر و اقل انس بالتواریح

(ابن ابی الحدید جلد دوم ص ۵۹۷ طبع مصر)

ابو بکر باقلانی جو شیعوں کے سخت مخالف تھے اور  
 حضرت علی سے ان کو بہت زیادہ تعصب تھا، اگر ابوبکر  
 و عمر کا یہ کلام ان کو مل جاتا تو وہ اپنی کتابوں کو اس سے  
 بھر دیتے اور اس کی آڑے کر (شیعوں کے خلاف) بڑا زور  
 لگاتے اور حقیقت تو یہی ہے جیسا کہ ذکر کر چکا ہوں کہ یہ  
 کلام فرضی و جعلی ہے اور یہ امر اس شخص پر صاف درخشاں  
 جس کو کچھ بھی علم بیان کا ذوق ہے اور لوگوں کے کام کو سمجھنے  
 پر توجہ کی صلاحیت رکھتا ہے یا سیر و تاریخ سے اس کو کچھ کچھ

مس ہے

ابن ابی الحدید  
 کا فیصلہ کہ  
 حدیث سقیفہ  
 کا داستان تو کیا  
 ہے







بزرگ علی اپنے پاک مقصد میں کامیاب ہوئے اور جہاں آپ نے شیعہ بن گئی، مجاہد بن عدی، عمر و الحنفی وغیرہ وغیرہ کے  
سے بلند مثال شخصیتوں کو پیش کیا، وہاں آپ نے ابن عباس، ابوالاسود دیکھل، حارث، اصمغ، زید، عقیق، عبید اللہ وغیرہ وغیرہ  
کے سے قوی الحافظہ، صحیح الفکر، ذہین اور گہری فکر و نظر رکھنے والے علم و ادب کے شہساز بھی پیدا کر دیے، صرف عرب ہی نہیں  
بلکہ غیر عرب موالی، عجمی، بطنی، بھی آپ کے فیض علم سے ایسا مستفید ہوئے کہ بالآخر یہی غیر عرب گوئے سبقت لے کر جولان عرب  
آگے بڑھ گئے، آپ نے عربوں میں جو غریب نظر پیدا کر کے ان کو آثار و اوار بنا دیا تھا کہ علم و ادب کو قرشی و عربی عصیت سے  
بچلا نہیں جاسکتا تھا، اب ہر عربی بولنے والا اس فکر میں ہوتا تھا کہ اپنے میراث ادب کی حفاظت کرے، جن کو علی سے سیاسی اختلاف  
تھا وہ بھی علی کے ادب کی حفاظت ضروری سمجھتے تھے، کیونکہ عربی بولنے والوں کی یہ گراں بایہ دولت تھی، جس کو وہ برباد  
کر سکتے تھے، علی کے بعد جتنے فصیح و بلیغ ادیب پیدا ہوئے چاہے وہ نسلاً عرب ہوں یا غیر عرب وہ سب کے سب اس سے  
فائدہ حاصل کرتے رہے کیونکہ بغیر اس کے ان میں وہ کمال نہیں پیدا ہو سکتا تھا جس کو وہ چاہتے تھے وہ علی کے خطبوں کو زانی  
یاد رکھتے تھے اور ایک دوسرے سے روایت کرتے تھے، علی سے اختلاف رکھنے والے، زیادہ اصبی، قطری بن الفجاء خارجی،  
حجاج اصبی، کون ایسا بلند مرتبہ خطیب ہے جو حضرت کے خطبوں سے متاثر نہیں ہوا، اسی طرح عبد الحمید بن عقیق،  
الاموی، عبد اللہ بن المقفع الکاتب العباسی، ابن نباتہ الخطیب الشہور وغیرہ سبھی تو ہیں، جو مستفید و متفہم تھے،  
یہ لوگ علی کے خطبہ در سائل کو یاد کر کے اپنے خطابت و کتابت کے قدرتی چشموں میں جوش و روانی پیدا کرتے تھے، اگرچہ  
اس سلسلہ میں یہ بھی ہوا کہ غلط فہمی سے علی کے بعض خطبوں و مقالوں کو دوسروں کا سمجھ لیا گیا یا اموی ذہنیت پرانہ  
کوشش کرتی رہی، لیکن حقیقت پر پردے نہ پڑ سکے، اور یہ معلوم ہو کے رہا کہ یہ جو سرس محدن کا ہے،  
یہ ہیں وہ تاریخی و فنیاتی اباب جن کی بنا پر حضرت کے خطبے لوگوں میں مشہور رہے اور ان کو مدون و محفوظ رکھنے کی  
کوشش کی گئی،

علی کا کلام  
سرائے طور  
ادبی

## جواب شبہ سوم

کہا جاتا ہے کہ نخی البلاغہ میں بعض خطب و عبارات ایسے ہیں خصوصاً خطبہ شقیقہ جس میں صحابہ کو بُرے الفاظ و تشبیہ  
ایک لیا گیا ہے، اس لیے یہ کلام حضرت کا نہیں ہو سکتا، خود ہی صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

"The abusive language, cursings and revilings of  
the Companions, especially in the famous Shiqshiqiya  
(Shaqshaqiyya) are not attributable to a pious and  
God fearing Imam like Ali"

مترجمین و تفسیرین جس وقت یہ اعتراض یا شک ظاہر کرتے ہیں غالباً وہ اس وقت نہ صرف تاریخی حقائق بلکہ لفظ  
اخلاق سے اپنی لاعلمی کا ثبوت پیش کرتے ہیں، حالانکہ باطل کو مٹانے اور حق کو ظاہر کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ نقد کی  
بجائے تائید کی جائے، اگرچہ بلاشبہ یہ بولنے والے یا شیخ عیوب کو سمجھ لے اور جان لے ہی وجہ علی جس کی بنا پر صاحب خلیفہ عظیم حضرت پیغمبر نے اپنے  
در اوی شاہر حسان بن ثابت انصاری کو خصوصیت سے اس کام کے لیے متعین فرمایا، کہ وہ اپنی نظموں میں باطل پر ناگرم رہے  
وہ ظالم و جاہل شخصیتوں کی جو کریں اور ان کی برائیوں کو صاف اور کھل کر دنیا کے سامنے پیش کریں، امام راغب اصفہانی اپنی  
کتاب الحاشیات میں لکھتے ہیں :-

نقد و  
کیا ان کے  
کے لیے  
بجائے  
تائید

قال النبی علیہ السلام لحسان بن ثابت اجمعہم  
روح القدس (جبریل) کی تائید تمہارے ساتھ ہے

صرف یہی نہیں بلکہ آپ نے حسان کو صاحب قوم کو معلوم کرنے کا حکم دیا تھا، "سل ابابکر معائب لقوم" ابوبکر کے قریبی

کی فصاحت و عیب کو معلوم کر لو کیونکہ وہ زیادہ واقف ہیں، شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری الحمد الغنائی ص ۱۳۲ جمیع مصرع  
حسان کا دیوان موجود ہے اس میں حکم رسول سے قریش کی کیسی فصاحت کی ہے، ان اشعار کو وہ رسول اللہ کے سامنے پڑھتے  
تھے اور آپ ان کو سن کر خوش ہوتے اور ان کو دعائیں دیتے، میں چند اشعار کی طرف اشارہ کرتا ہوں، آپ ان کو دیوان میں  
مکمل مع ان دوسرے اشعار کے جن کو نقل نہیں کیا گیا ہے، پڑھئے، ابوسفیان و ہند معاویہ کے والدین کے لیے کہتے ہیں  
اشرت لکاع وعادتھا  
لعن الاله و زوجها معها  
ہند الہنود طوبیلة البطر

حسان کے  
اشعار ہجو

فما منع العیر الضراط ذمارہ  
ولکن ہجین منوط بہم  
وما منعت خنزاة والدھا ہند  
کما لو طت حلقة المحمل

ابوسفیان  
کی ہجو

ہلا ام تم حین حان ہجینکم  
تکلمت ابنتی ان لم یقطعک احد  
لشتم سوی حسان ان کان شاتما  
حسام یرد العیب مثلاًک واجما

ابوسفیان  
کی  
فصاحت

عضضت بایر من ابیک و خالد  
ولست بخیر من ابیک و خالد  
ولست بدی دین ولا ذی امانة  
ولکن ہجین ذودناة لمقرن  
وعضض بنو النجار بالشکر الرطب  
ولست بخیر من من معاذلة الکلب  
ولست بخیر من لوی ولا کعب  
مجاہدة ملہ غیر صاف ولا عذب

ہند معاویہ کی ہجو

لعن الصبی بجانب البطحاء  
نجلت بہ بیضاء  
تسقی الی الصبام معولہ  
فاذا تشاء دعت بمقطرہ  
غللت علی شہد العلام وقد  
اشرت لکاع وکان عاد تھا  
وفی الترب ملقی غیر ذمی ہمد  
من عبد ستمس ضلثہ الخد  
یا ہند انک صلیبہ الحرد  
تدکی لها بألوة الہند  
بان السواد لخالک جعد  
دق المثناس بناجین جلد

ہند  
اور معاویہ  
کی  
فصاحت

لن سواقط صبیان منبذہ  
بات تمخص ما کانت قوا بلھا  
فیہم صبی لہ امر لها نسب  
تقول دھنا وقد جد المخاض نبھا  
وقد غادر وہ لحر منعرا  
لن سواقط صبیان منبذہ  
بات تمخص ما کانت قوا بلھا  
فیہم صبی لہ امر لها نسب  
تقول دھنا وقد جد المخاض نبھا  
وقد غادر وہ لحر منعرا

مروان العاص کی ہجو (جو معاویہ کا وزیر باندہیر تھا)

لا تجعل الاحساب دون محمد  
لا تقبلون علی صفیر المرعد  
کفراً ولو ما بیس بیت المحدث  
دہی لہم بیثا ابولک مقصدا

عراقی  
کی  
فصاحت







اول من اتبزه حقه وخالفه علی امره وعلی  
 ذلك اتفقا واتسقا ثم اتفقا دعواہ الی  
 بیعتھما فاطبعا عنھما وتکلم علیھما فھما  
 بہ الھوموم واراد بہ العظیم ثم انہ بایع لھما  
 وسلم لھما ولا یشکرانہ فی امرھما ویطلقانہ  
 علی سرھما حتی قبضھما اللہ ثم قاما لثھما  
 عثمان فھدی بہد یھما وسار لیسرھما فعبہ  
 انت وصاحبک حتی طمع فیہ الا قاصی من  
 اھل المعاصی فظلمت لھ العوائل واطھر تما  
 عداوتکما حتی بلغتما فیہ مناکما فخذ  
 حذرک یا ابن ابی بکر وفس تبرک بفترک  
 لیقصر عن ان توازی وتساوی من یزن الجبال  
 بحلمہ لا یلین عن قصیر قناتہ ولا یدبر  
 ذومقال اناتہ محمد حمارہ وبنی لملکہ  
 وشادہ فان یک ما نحن فیہ صوابا فالوک  
 استبد بہ ونحن شرکاکہ ولولما فعل الوک  
 من قبل ما خالفنا ابن ابی طالب ولسلنا الیہ  
 لکننا سنا اباک فعل ذلک بہ من قبلنا  
 فاحذنا مثله فعب اباک بما بد اللہ اودع  
 ذلک والسلام علی من اتاب (مروج الذهب ج ۲ ص ۳۸۵)  
 جلد دوم ص ۳۸۵ طبع اول مطبع ازہریہ مصر ۱۳۳۵ھ

نے اس کے لیے اپنے دل میں کینہ کورہ دی اور اس سے اپنی عداوت کو ظاہر کیا یہاں تک کہ اس امر میں تم نے اپنا مقصد حاصل کر لیا، پس اے ابوبکر کے بیٹے دل میں ڈر اور قیاس کر اپنے بالشت کو اپنے انگوٹھے اور انگشت شہادت کے دھانی فاصلہ پر (یعنی اپنی حد سے آگے نہ بڑھو اور اپنے بزرگوں کے منہ نہ آؤ) تمہارا بالشت قاصر ہے اس بات سے کہ وہ برابری کر کے اس شخص کی جو اپنے حلم میں پہاڑوں کے وزن کو تول دیتا ہے، نہیں نرم نہا سکے گا اس کے نیزہ کو جبر و قہر سے اور نہیں پاسکتا ہے کوئی بہت بولنے والا اس کے وقار و حلم کو، پس اگر ہماری بحث درست ہے تو تمہارے باپ نے علی کے اوپر بہت ظلم کیا اور ہم تمہارے باپ کے اس میں شرک ہیں اگر اس سے پہلے تمہارا باپ وہ نہ کرتا جو اس نے کیا تو ہم بھی علی بن ابی طالب کی مخالفت نہ کرتے اور خلافت ان کے سپرد کر دیتے کہ ہم نے تمہارے باپ کو ان کے ساتھ ایسا نامہ واسلوک کرتے ہوئے دیکھا بعد اہم نے بھی دیا ہی کیا، پس اب جو کچھ ہوا اس پر اپنے باپ ہی کو ملامت کرو اور الزام دو

اچھ پرکھو مجھ کو! سلام ہو اس پر جو حق کی طرف پلٹا،  
 علی اور ابی بیت رسول پر جو ظلم بعد رسول کیا گیا ہے اس کو تاریخ الطبری جلد سوم، تاریخ ابو الفداء جلد اول، عقد الفرید ابن  
 عبد ربہ جلد دوم، تاریخ روئے المناظر ابن قتیبہ جلد یازدہم، تاریخ الکامل، کتاب الامتہ والیات ابن قتیبہ جلد اول  
 کتاب الملل اھل شریعت فی جلد اول، اذات الخلفاء ولی الشریعت ولبوی در مقصد دوم، مائتہ ابوبکر، استیعاب عبد البر  
 جلد اول اور اس کے علاوہ دوسری کتب السنن میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، ان مظالم کے تفصیلات سے دل کا پختا ہے،  
 علیؑ سے ہمہ بیت لینے کے سلسلے میں جو ظلم کیے گئے ایک مرتبہ خود معاویہ نے امیر المؤمنین کی خدمت میں یہ لکھ کر بھیجا، والیہ

اھل بیت  
 جن میں  
 رسول اللہ  
 پر ظلم کیا  
 گیا

علی الخلفاء وانت فی کل ذلک" اے علیؑ آپ ہی وہ ہیں جو خلفاء کی بیعت کرنے سے تقاد کیا یقاد البیعت المخبوش  
 حتی تبایع وانت کارہ" کنارہ کش رہے اور ہر مرتبہ اسی سرکین اونٹ کی طرح جس کی ناک میں خار دار نکیل ڈال کر گھسیٹا  
 جاتا ہے خلفاء کی بیعت کے لیے زیر دستی لائے گئے اور تم نے بہ جبر کر امت سے بیعت کی (ترجمہ علی بن ابی طالب احمد زکی صفوت ص ۵۵)  
 طبع مصر مروج الذهب جلد اول شیخ ابی العباس احمد القلقشنیدی ص ۲۷۷ طبع دار الکتب المصریہ ۱۳۲۰ھ  
 اس کا جواب حضرت نے دیا تھا وہ منج البلاغہ میں موجود ہے شیخ ابوالعباس احمد القلقشنیدی و احمد زکی صفوت لکھتے ہیں  
 کہ حضرت نے معاویہ کے جواب میں تحریر فرمایا،

وقلت انی کنت اقاد کما یقاد الجمل المخبوش  
 حتی ابایع ولعمللہ لقد اردت ان تذر فرحت  
 وان تقض فافتضحت ودا علی المسلم من عضا  
 فی ان یكون مظلوما ما لم یکن شاکافی دینہ  
 ولا مرتبا با یقینہ وھذہ حجتی علی غیرک  
 (مروج الذهب جلد اول ص ۲۷۷ طبع مصر ترجمہ علی بن ابی طالب  
 احمد زکی صفوت ص ۲۷۷ طبع مصر)  
 تیرے غیر پر میرے حق کو غصب کر لینے میں،  
 ودار کائنات مصری اپنی کتاب امات المؤمنین واخوان الشہداء میں لکھتے ہیں:-  
 واکر علی علی البیعة فسیق قسلا الی الخلیفۃ  
 بعد ان لقی ضروب الشدة من عم فغضبت فاطمہ  
 (امات المؤمنین ص ۲ مطبوعات دار الفکر العربی قاہرہ)  
 شہادت النصارى العالم الاسلامی میں بھی یہی الفاظ ہیں، "واخذ من بعده علیا للمبايعۃ ولما رات السیة فاطمہ زوجھا  
 یاتی قسلا قولولت (شہادت النصارى جلد دوم ص ۲۷ طبع مصر) اس کے بعد علی کو بیعت کرنے کے لیے گرفتار کر لیا گیا، جب جناب فاطمہ  
 نے دیکھا کہ ان کے شوہر حضرت علیؑ کو زبردستی گھسیٹے لیے جا رہے ہیں تو آپ نے فریاد کی "اس زبردستی کے بعد کیا ہوا اس کو مورخ  
 ابن قتیبہ المدنی یوں بیان کرتا ہے،

ثم ان علیا کر مر الله وجهه انی به الی ابی بکر وھو  
 یقول وانا عبد الله وخو رسول الله، فقیل له  
 بایع ابابکر فقال انا احق بهذا الامر منکم لا با یکم و  
 انتما ولی بالبیعة لی اخذتم هذا الامر واحتججتم  
 علیکم بالقرابة من النبی صلعم وناخذوہ منا  
 اھل البیت غصبا الستم زعمتم للانصار انکم  
 اول بهذا الامر منھم لما کان محمد منکم  
 فاعطوکم المغادرۃ وسلموا الیکم الامارة فاذا  
 احتج علیکم بمثل ما احتججتم علی الانصار  
 من اولی برسول الله حیا ومیتا فانصغونا ان  
 کنتم تو منون والافیووا بالظلم وانتم تعلمون  
 فقال لہ عم انک لست متروکا حتی تبایع  
 فقال لہ احلب حلبا لک شطره وشدلہ الیوم

حضرت علیؑ کو گرفتار کر کے خلیفہ ابوبکر کے پاس لائے، اس حالت  
 میں حضرت یہ کہتے جاتے تھے میں خدا کا بندہ مطیع اور اس کے  
 رسول کا بھائی ہوں، آپ سے کہا گیا کہ ابوبکر کی بیعت کرو، جو  
 دیا کہ بیعت لینے کا میں تم سے زیادہ مستحق ہوں میں تمہاری ہرگز  
 بیعت نہ کروں گا، خود تم کو چاہیے کہ میری بیعت کرو، تم نے  
 انصار سے خلافت اس دلیل سے لی ہے کہ تم کو رسول خدا سے  
 قرابت ہے جو ان کو حاصل نہیں تھا اور اب ہم اہل بیت سے یہ  
 امر خلافت تم غصب کر کے لیے لے رہے ہو، کیا تم نے انصار سے  
 بحث میں یہ نہیں کہا تھا کہ تم بہ نسبت ان کے خلافت کے زیادہ  
 مستحق ہو کر یہ حق تم میں سے تھے اس دلیل کو ان انھوں نے  
 امر خلافت تمہارے سپرد کر دیا اب میں تم پر وہی حجت قائم  
 کرتا ہوں جو تم نے انصار پر حجت قائم کی تھی، ہم رسول اللہ کے  
 ان کی حیات و ممات میں ولی و وارث ہیں پس اگر تم ایمان لائے

✓

✓

✓



برودہ علیہ السلام

کتاب الامامة والایمان طبع قاہرہ ۱۰۱۹ھ

تو ہمارے ساتھ انصاف کو، ورنہ ظلم کرنے والوں کا جو کام ہے وہ نہیں معلوم ہے، یہ سن کر عمر نے کہا ہم تو تمہیں نہیں چھوڑیں گے جب تک بیعت نہیں کر لگے حضرت نے جواب دیا تم دونوں آدمی خلافت کے تھن سے اپنے اپنے حصے کا دودھ پکھڑاؤ، آج تم ان کے لیے امر خفاف مضبوط کرو وہ کل تمہارے لیے مضبوط کر جائیں گے

خو خلیفہ دوم عمر بن خطاب کو بھی اس کا اقرار ہے کہ علیؓ پر ظلم ہوا، جیسا کہ ابن ابی الحدید نے کتاب الموفقیات لابو عبد اللہ الرزینی بیان کیا ہے

عن عبد اللہ بن عباس قال انی لاماشی عمر بن الخطاب فی سکتہ من سکتہ المدینۃ اذ قال لی یا ابن عباس ما اثری صاحبک الامطو ما فقلت فی نفسی واللہ لا یسبغنی بها فقلت یا امیر المؤمنین فارد الیہ ظلامتہ فانزع یدہ من یدی ومضی یحمرہ

ابن ابی الحدید جلد سوم ص ۱۰۰ طبع مصر

اپنا ہاتھ نکال لیا چونچلے سے ویٹے ہوئے تھے اور تھوڑی دور کچھ لگتا تھے ہوئے چلے، صرف یہی نہیں بلکہ خلیفہ عمر کو اس کا بھی اقرار ہے کہ حضرت علیؓ ان کو اور ابو بکرؓ کو کاذب آثم، غادر، خائن سمجھتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم جلد دوم کتاب الجہاد والیرباب حکم النبی ص ۱۰۰ مطبوعہ انصاری دہلی میں موجود ہے

خطبہ شقیقہ کو تحقیق اہل سنت قبول کرتے ہیں، اس خطبہ کو محققین اہل سنت قبول کرتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ یہ علیؓ ہی کا کلام ہے، علامہ ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے استاد شیخ ابو الحسین مصدق بن شبیب واسطی نے سنا ہے میں بیان کیا کہ انھوں نے جب اپنے استاد شیخ ابو عبد اللہ بن احمد معروف بہ ابن خطاب کے سامنے خطبہ شقیقہ پڑھا تو ان سے دریافت کیا "انقول انھا مضمولة" کیا آپ کی مثال یہ خطبہ صحیح نہیں ہے اور اگر جاہل ہے؟ ابن خطاب نے کہا "لا واللہ وانی لاعلم انھا کلامہ کما اعلمہ اندک مصدق" واللہ ایسا کہ نہیں ہے میں یقیناً یہ جانتا ہوں کہ یہ علیؓ ہی کا کلام ہے، اس کا یقین مجھے اتنا ہی ہے جتنا اس بات کا کہ تم مصدق ہو، "مصدق نے کہا" "ان کثیرا من الناس یقولون انھا من کلام الرضی" لیکن بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ وہ خود سید رضی کا خود ساختہ نہیں کا کلام ہے، ابن خطاب نے جواب دیا

ان الرضی ولعل الرضی هذا النفس وهذا الاسلوب وقد وقعنا علی رسائل الرضی وعرفنا طریقتہ وفتنہ فی الکلام المشہور وما یقع مع هذا الکلام فی خل ولا خفاء قال واللہ لقد وقعت علی هذه الخطبة فی کتب صنفت قبل ان یخلق الرضی جائت سنۃ ولقد وجدتها مسطوۃ بخطوط اعرافا اخرت خطوط من ھو من العلماء

بھلا رضی یا رضی کے علاوہ کس اور کو کہاں یہ قدرت اور پرزیاں تیرے میں نے سید رضی کے رسائل و مصنفات کو دیکھا ہے ان کے طرز نگارش کو اچھی طرح پہچانتا اور ان کے کلام منثور اور جو کچھ بھی اس میں اچھائی پڑائی ہے سب کو جانچ چکا ہوں، رضی کے کلام کو اس کلام سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، خدا کی قسم میں نے اس خطبہ شقیقہ کو ان کتابوں میں دیکھا ہے جو رضی کے پیدا ہونے سے دو سو برس پہلے لکھی اور تصنیف کی گئی ہیں اور میں نے اس کو ایسے علماء اور

واھل الادب قبل ان یخلق النقیب الواحد والد الرضی

ادباء کے خطوط سے لکھا پایا ہے جن کی تحریر کو میں پہچانتا ہوں علماء و ادباء کے ہاتھوں سے لکھا ہوا یہ خطبہ شقیقہ اتنا قدیم ہے کہ علامہ سید رضی تو کیا اس وقت ان کے باپ نقیب ابو احمد بھی نہیں پیدا ہوئے تھے

اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد خود ابن ابی الحدید کہتے ہیں

قلت وقد وجدت ان کثیرا من هذه الخطبة فی تصانیف شیخنا ابی القاسم البلیخی امام البغدادیین من المعتزلة وکان فی دولة المقتدر قبل ان یخلق الرضی جملة طویلة ووجدت ایضا کثیرا منها فی کتاب ابی جعفر بن قتبہ احد متکلمین الامامیۃ وهو الکتاب المشہور المعروف بکتاب الانصاف وکان ابو جعفر ھذا من تلامذۃ الشیخ ابی القاسم البلیخی ومات فی ذلک العصر قبل ان یکون الرضی موجودا علامہ کمال الدین ابن مینم اپنی شرح میں لکھتے ہیں:-

لقد وجدت هذه الخطبة فی موضعین تاریخھا قبل مولد الرضی جملة احدھا انھا مضمونة کتاب الانصاف لابی جعفر بن قتبہ تلمیذ ابی القاسم الکعبی احد شیوخ المعتزلة وکان وفاته قبل مولد الرضی الثانی وجدتها بسنخۃ علیھا خط الوزیر المالحی علی بن محمد بن الفرات وکان وزیر المعتد سر باللہ وذلک قبل مولد الرضی بنیف وستین سنة قال والندی یغلب علی ظنی ان تلك النسخة کانت کتبت قبل وجود ابن الفرات جملة

شرح ابن مینم ص ۵ طبع ایران

شیخ ابو جعفر ابن بابویہ القمی المتوفی ۳۸۰ھ نے کتاب علل الشرائع باب العلة التي من اجلها ترک الناس علیا میں اور کتاب معانی الاخبار باب معانی خطبة امیر المؤمنین میں دو مختلف اسناد سے جو عکرمہ عن ابن عباس تک نہیں تو تباہی خطبہ شقیقہ کو روایت فرمایا ہے، آخر ان کے کتاب معانی الاخبار کا ایک نسخہ جو ۳۸۰ھ کا لکھا ہوا تھا جناب سید علی بن طاووس صاحب کتاب الطرائف کی نظروں سے گزرا ہے اور سید علی بن طاووس نے خطبہ شقیقہ کو اپنی کتاب الطرائف میں ابو الحسن ابراہیم بن محمد بن سعید بن ہلال الثقفی کی کتاب الغارات سے نقل کیا ہے

علامہ ابو ہلال العسکری متوفی ۴۸۰ھ نے بھی اپنی کتاب مواعظ و زواجر میں خطبہ شقیقہ کو نقل کر کے اس کی شرح کی ہے، یہاں تک کہ خود سید رضی کے عہد کے مشہور متکلم اہل سنت قاضی القضاة عبد الجبار صاحب المعنی معاصر شریفین رضی و رضی نے خطبہ شقیقہ کو قبول کر کے اس کے مضمون میں تاویل کی ہے جس کا جواب سید رضی نے کتاب ثانی میں دیا ہے جو کتاب المعنی کی رو سے (کتاب ثانی صفحہ ۲۱۴، ۲۱۵ طبع ایران) ابو سعید منصور بن الحسین الابن ابی الوزیر المتوفی ۵۳۹ھ نے اپنے مصنفات نثر الدر و زمرة الادب میں خطبہ شقیقہ کو نقل کیا ہے

ابو الفضل احمد بن محمد بن ابراہیم الادیب الیشاپوری المتوفی ۵۳۹ھ نے کتاب مجمع الامثال میں خطبہ شقیقہ کا اعراف

شیخ القاسم البلیخی کے خطبہ شقیقہ کا رد

ابو جعفر ابن قتبہ کے مصنفات میں وجود

کتاب قداء میں خطبہ شقیقہ کا وجود

مصنفات ابن بابویہ القمی کے خطبہ شقیقہ کا رد

ابن طاووس کے خطبہ شقیقہ کا رد

کتاب الغارات

ابو ہلال العسکری کے خطبہ شقیقہ کا رد

کتاب المعنی

کتاب ثانی

کتاب مجمع الامثال



کیا ہے کہ امیر المومنین کا کلام ہے،  
 ابو السعادت مبارک مجد الدین ابن ابی حجری متوفی ۷۵۰ھ نے اپنی کتاب النہایہ فی غریب الحدیث میں پندرہ مقامات پر مندرجہ ذیل لغات کے ضمن میں خطبہ تشقیق کا اعتراف کیا ہے، (۱) جذ (۲) جذو (۳) شفق (۴) سف (۵) فصح (۶) خضم (۷) ربح (۸) حلا (۹) زبرج (۱۰) خلق (۱۱) نسیم (۱۲) عطف (۱۳) عطف (۱۴) شفق (۱۵) نزل  
 علامہ سبط ابن ابی جوزی الحنفی المتوفی ۷۵۲ھ نے اپنی کتاب خواص الامہ میں ابوالقاسم الانباری کے اساد سے جو عکرمہ بن عباس تک پہنچی ہوئی خطبہ تشقیق کو بتام و کمال نقل کیا ہے (تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۳۷، ۳۸، ۳۹، طبع ایران)  
 علاء الدین علاء الدین ابوالکارم احمد بن محمد السمنانی المتوفی ۷۵۲ھ نے بھی اپنی کتاب عروۃ الوفی میں خطبہ تشقیق کا اعتراف کیا ہے

محدث نقوی مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۱۲۰۱ھ نے کتاب قاموس میں بعض لغت تشقیق اس کا اعتراف کیا ہے  
 یہ خطبہ امیر المومنین علیہ السلام کا ہے  
 ششعقۃ بالکسر شیء کا لڑیہ یخرجہ البعین فیہ اذا حاج والخطبة الششعقۃ العلویۃ لقولہ لا بن عباس رضی اللہ عنہ لما قال لہ لواطرت مقاتلک من حیث افضیت یا ابن عباس حیہات تلک ششعقۃ ہدرت لمرقت  
 وہ تو ایک ششعقۃ یعنی جوش کا نتیجہ تھا، جو بلند ہوا اور اب ختم ہو گیا۔  
 علامہ محمد طاهر قسطنطینی حنفی متوفی ۱۲۹۴ھ نے بھی اپنی کتاب مجمع البحار میں بعض لغات متذکرہ نہایہ ابن ابی حرجن کو ابھی درج کر رکھا ہے اس خطبہ کو کلام امیر المومنین ہونے کا اعتراف کیا ہے،  
 قاضی القضاات شہاب الدین احمد الخفاف متوفی ۷۹۹ھ خطبہ تشقیق کو امیر المومنین کا کلام تسلیم کرتے ہوئے اس کی عبارت "اذ" و "اد" کا استعمال صحیح نہیں ہے علم خود و محاورات عرب سے غلط ثابت کیا ہے اور اپنی تائید میں شعرا و فضلاء عرب و حدیث بلکہ خود معترض کے کلام "مقامات" کے شواہد پیش کیے ہیں اس ضمن میں علامہ خفاجی نے خطبہ تشقیق کے ایک جملہ کو بھی مقام استشہاد میں پیش کیا ہے جس میں "اذ" جواب "بینا" کی حیثیت سے وارد ہوا ہے، خفاجی لکھتے ہیں،  
 فی الحدیث بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تانا رجل وفی کلہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بینما هو یستقبلہا فی حیاتہ اذ عقدہا لآخر بعد وفاتہ (شرح درۃ النواصی فی ادہام الخواص صفحہ ۱۲۹)

علامہ خفاجی کہتے ہیں اور حدیث میں یہ فقرہ موجود ہے بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تانا رجل اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں یہ جملہ بھی موجود ہے بینما هو یستقبلہا فی حیاتہ اذ عقدہا لآخر بعد وفاتہ خفاجی جس کلام امیر المومنین میں اس جملہ کا رد و ہوا نبلا رہے ہیں، وہ خطبہ تشقیق ہے چنانچہ اس خطبہ میں یہ جملہ انہیں لفظوں میں موجود ملاحظہ ہو شیخ البلاغہ خطبہ مذکورہ ترجمہ اس جملہ کا یہ ہے، یا تو وہ (خلیفہ اول) اپنی زندگی میں اپنی لغزشوں سے بچنے کے لیے دوسروں کی مدد جانتے تھے یا یہ ہو کہ وہ خلافت کو اپنی موت کے بعد دوسرے شخص (عمر) کے لیے مضبوط کر گئے۔  
 تمام شارحین اہلسنت قبول کرتے ہیں کہ ان تک شواہد پیش کیے جائیں مختصر یہ ہے کہ متذکرہ بالا علماء اہلسنت کے علاوہ تمام وہ کسی نے انکار نہیں کیا شارحین شیخ البلاغہ علماء اہلسنت سے ہیں وہ سب کے سب خطبہ تشقیق کو قبول کرتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ امیر المومنین کا کلام بلاغت نظام ہے یہ دوسری بات ہے کہ اس کے معنوں میں توجہ و تامل کر لیا بغیر کچھ اظہار رائے کیے ہوئے ناظرین کے ذمہ چھوڑیں کہ وہ اخبار و تاریخ کی روشنی میں باصول و روایت خود صحیح نتیجہ اخذ کریں

جیسا کہ مفتی محمد عبدہ مصری نے کیا ہے، چنانچہ وہ اپنی شرح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:-

ولم العرض لتعدد ما روی عن الامام فی مسئلۃ الامامۃ او تجزئہ بل توکلت للمطالع بحکمہ فیہ بعد الالتفات الی اصول المذاهب المعلومۃ فیہا والاخبار الماثورۃ الشاہدۃ علیہا  
 (شرح محمد عبدہ مقدمہ شرح خطبہ)  
 ملا یعقوب لاہوری شرح تہذیب الکلام میں لکھتے ہیں:-  
 ولا ینبغی لاحد ان ینسب ہذا الکلام الی حیل شیعہ وما ذکر فیہ من بعض الالفاظ الموهوم بخلاف اصل السنۃ فعلی تقدیر ثبوتہ لہ محامل و تاویلات  
 کسی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ ایسے کلام کو کسی شیعہ کی جانب نسبت دیدے، راہیہ امر کہ اس میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو سنن عقائد کے خلاف ہیں اور ان سے مذہب اہلسنت کی مخالفت کا ہم یہ ہوتا ہے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کی وجہ سے یہ کہا جاوے کہ یہ حضرت علی کا کلام نہیں ہے ان کو بر تقدیر تعلیم مختلف توجہات و تاویلات سے درست ثابت کیا جاسکتا ہے۔

علامہ محمد علی الدین عبد الحمید الاستاذ فی کلبۃ العربیہ بالجامع الاثری نے بھی اپنی شرح شیخ البلاغہ (مطبوعہ مطبعۃ الشفاۃ مصر) کے مقدمہ میں ان قریضات اور سخت الفاظ و فقرات کو جو خلفائے ثلاثہ اور دوسرے صحابہ کے خلاف آپ کے خطب میں وارد ہوئے ہیں صراحت کے ساتھ نہ صرف ان کو قبول فرمایا ہے بلکہ یہ ثابت کیا ہے کہ یہ امیر المومنین ہی کا کلام ہے، موصوف کی اصل تقریر کو ناظرین آئندہ کے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے،

## چوتھا شبہ

شیخ البلاغہ کے خطبوں میں ایسے بلند افکار و مضامین فلسفیانہ و علم کی گنجین ہیں جن کا وجود اس عہد میں نہ تھا خصوصاً عہد مالک اشتر اس عہد نامہ کا ایک شیعہ جو شیعہ کا لکھا ہوا ہے اور جو سلطان بایزید دوم (متوفی ۸۷۴ھ) کے پاس تھا دستیاب ہوا ہے، یہ نسخہ شیخ البلاغہ والے عہد نامہ مالک اشتر سے مختلف ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رضی بن عہد نامہ میں اضافہ کر دیا ہے و حقیقت ان دونوں نسخوں کی اصل کو اگر ہم اس کو حضرت علی سے تسلیم کر لیں تو وہ بہت مختصر اور چند سطروں میں ہوگا، مضمون کے اعتبار سے طاهر بن اکحیم نے جو عہد نامہ اپنے بیٹے عبداللہ کو لکھا یہ عہد نامہ مالک اشتر کے مطابق ہے اس لیے یہ دونوں ایک ہی زمانہ کے معلوم ہوتے ہیں! نہ کہ حضرت علی کے عہد کا،

## جواب

معرض کاہ عمر رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے، اسلام نے غور و فکر کی دعوت دی ہے، تدبر و فکر کرنے کو وہ عبادت بتلاتا ہے وہ عقل ہی کو صداقت مذہب کا معیار بتلاتا ہے،  
 مفکر مکان و زمان کے قید و بند سے آزاد ہوتا ہے اور نہ فطرت کی بخششیں اس کو فیض پہچانے میں نکل کر پڑتی ہیں، یہ فلسفہ حکمت کیا ہے؟ غور و فکر کرنے والے انسان کا ایک فطری کمال ہے، علامہ ابن خلدون نے فلسفہ کی یہی تعریف کی ہے،  
 ہی طبیعۃ اللسان من حیث انہ ذو فکر بحیثیت اس کے کہ انسان صاحب فکر ہے فلسفہ اس کی فطرت میں داخل ہے  
 اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ علی بن ابی طالب سب سے پہلے مفکر اسلام نہ تھے، ایک مفکر میں جن فطری خصوصیات و صلاحیت کا ضرورت ہوتی ہے وہ علی ابن ابیطالب میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں، پھر پیغمبر اسلام کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ہی ساتھ

اسلام نے دعوت دی

لغز طوط ان لایما







فلو انما اعتبرنا الاستواء هنا على العرش كاستواء الملوك على عروشهم الخ جنانا تشبيهه الله بالناس والى ان العرش يجتوي الله ولقد اشار الامام علي الى ذلك صراحة في انشاء خطبه الاولى في هج البلاغة عند الكلام على تنزيه الله فقال ..... ومن قل على امره فقد اخل منه ومعنى ذلك اننا اذا قبلنا ظاهر المعنى من الآية لزمنا ان نعتقد ان الله فوق العرش فقط وليس ايضا عن يمينه و ياراه وتحتاه

(عقربہ العرب صفحہ ۳۰ و صفحہ ۳۱)

مراد قرآن کے سمجھنے میں صرف خطا ہی نہیں بلکہ بدعت و کفر و فسق کی حد تک پہنچنا پڑیگا، اس قسم کے آیات قرآن میں کم نہیں ہیں جن میں تاویل ضروری ہے سمجھ لیں ان کے آیت استواء ہے "ثم استوى على العرش" یا "الرحمن على العرش استوا" کیونکہ اگر ہم یہاں پر "استوى" کے وہی معنی لیں جس طرح ملک اپنے تخت پر بیٹھتے ہیں، کا استواء الملوك علی عروشہا، تو ہم خدائے پاک و برتر کو انسانوں کے مشابہہ کر دیں گے، اور یہ کہ عرش خدا کو گھیرے ہوئے ہے، اسی امر کی طرف حضرت علی نے ہج البلاغہ کے پہلے خطبہ میں اشارہ فرمایا ہے جس میں آپ نے خدائی تشریف کو بیان فرمایا ہے

..... اور جس نے کہا کہ خدا کس چیز پر ہے تو اس نے گویا اس جگہ کے علاوہ دوسرے مقام کو اس سے خالی کر دیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اگر آیت استوی کے ظاہری معنی کو مراد لیں تو پھر خدا عرش پر رہ گیا اور اس کے سوا کہیں نہیں

علی باطنی منطق تھے اسطوکی منطق تھی اور امیر المومنین علی بن ابی طالب کے خطبات میں علم کلام کی بحثیں موجود ہیں وہاں یہ بھی ثابت ہے کہ

ہو کہ ہج البلاغہ میں جو پہلا خطبہ تشریف باری و خلقت زمین و آسمان کے متعلق ہے وہ حضرت علی کا خطبہ ہے اور یہی اصل مطلب ہے جس کو اس محل پر میں ثابت کر رہا ہوں اسی خطبہ کے متعلق مشکلیں یہ وہم کرتے ہیں کہ اس میں منطقیانہ انداز استدلال ہے اور اس میں علم کلام کے مسائل ہیں، یہ مشکلیں اس کو تو دیکھتے ہیں لیکن اس طرف نہیں متوجہ ہوتے کہ خود علم منطق کی ایجاد دسے پہلے ایک مفکر صحیح استدلال کرتا تھا اور انھیں اصول کو دیکھ کر جو صاحبان فکر استعمال کرتے تھے علم منطق اس قابل ہوا ہے کہ صحیح استدلال کے شرائط متورکے، ترتیب مقدمات جو اصطلاح میں صغری و کبری کہلاتے ہیں اور اس سے نتیجہ اخذ کرنا، یہ فطرت مستقیمہ و فکر صحیح رکھنے والا انسان برابر کرتا رہتا ہے، اس کا تعلق کتاب بن سے نہیں ہے محتاج فن تو وہ ہے جو استخراج نتائج کی فطری صلاحیت رکھتے ہوں لیکن جو فطری صلاحیت کی بنا پر جو باطنی منطق واقع ہوئے ہیں وہ اس فن کے محتاج نہیں ہوتے، یورپ کا مشہور مفکر و بلند مرتبہ مصنف لاک (Locke) نے کیا خوب بات کہی ہے کہ "ایسا بھی کیا غضب ہے کہ خدا انسان کو فقط وہ سیر والا جانور بنا کر چھوڑ دیتا اور ان کو دانش مند بنانے کا کام اسطو (موجد منطق) کے سپرد کرتا،" جسے پہلے علی ہی نے مسائل توحید کو علی بن ابی طالب کے خطبات و اقوال پر نظر کر کے تو معلوم ہو گا کہ وہ ایک ایسے مفکر ہیں جو اپنی علمی انداز میں بیان فرمایا

فطرت مستقیمہ سے باطنی منطق واقع ہوئے ہیں علی کے ہر کلام میں منطقیانہ استدلال پایا جاتا ہے عام اس سے کہ آپ کا کلام کسی موضوع سے کیوں نہ متعلق ہو دراصل یہ علی بن ابی طالب ہی ہیں جنہوں نے سب پہلے مسائل توحید کو علمی انداز سے دلائل کے ساتھ بیان فرمایا ہے

خلفائے مطالب قرآن پر غور و فکر کے بعد دیکھیں کہ عبادت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن میں بہت سی ایسی آیات ہیں جن میں تاویل بہت ضروری ہے، لیکن اس کے باوجود صحابہ و تابعین میں بکثرت ایسے لوگ ملتے ہیں جو تاویل و درایت و عقل سے کٹ کر دیکھ کر غلط فہمی کو مراد لیتے ہیں اور خدا کی تعظیم اور اس کی رویت کے قابل ہو جاتے ہیں اور اصل یہ نتیجہ اس کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں کو شیعتی کے ساتھ قرآن کے معانی و مطالب کو سمجھنے سے روکا گیا تھا

جو قرآن کے مطالب کو سمجھنا چاہتا تھا اس کو نہاد جانا، چنانچہ خلیفہ دوم کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص شیعی نامی زید بن ابیہ اس کے آیت نشاہات قرآن کے متعلق معلومات ہم پہنچانا چاہا یہ خبر جب حضرت عمر کو ہوئی تو آپ نے اسے ہلا بھیجا اور پید سے اس کے لیے قتل خرمائی سنیاں فراہم کر لی تھیں اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا خدا کا بندہ شیخ ہوں میں نے آپ کے سنی اٹھالی اور دھڑا دھڑا مارنا شروع کیا اور فرماتے جاتے تھے کہ تو خدا کا بندہ شیخ ہے اور میں خدا کا بندہ عمر ہوں

میں نے اتنا مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور خون جاری ہو گیا، اس نے کہا اے امیر المومنین بس کچھ اپنی سزا کو پہنچ گیا، اسی روایت کو دوسرے عدل سے نافع بنی عبد اللہ نے بیان کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ انسا مارا کہ صبیح کی پشت لہو لہان ہو گئی پھر اسے چھوڑ دیا اور اسے اول نظر کیا کہ زخم پشت اچھے ہو جائیں اور پھر بلا کے مارنا شروع کیا پھر پیٹھ زخمی ہوئی پھر چھوڑا، پھر زخم اچھے ہوئے پھر بلایا صبیح نے کھلا بھیجا کہ اگر مجھے آپ قتل ہی کرنا چاہتے ہیں تو قتل حیل کا حکم دیجئے اس روز روز کی زد و کوب سے نجات پاؤں اور اگر بلا کے میرے زخم دیکھنے ہیں تو اب میں اچھا ہو گیا ہوں، نیز حضرت عمر نے درگزر کیا اور اسے اس کے وطن جاسے کی اجازت دے دی مگر ابو موسیٰ اشعری کو جو اس سرزمین کے گورنر تھے حکم بھیج دیا کہ اس شخص کا جس کا نام صبیح ہے بالیکاٹ لکھا دے اور کوئی شخص اس کے پاس نہ آئے بیٹھے اور نہ اس سے راہ و رسم رکھی جائے اس کا لب بن زید روایت کرتے ہیں کہ صبیح کے متعلق لوگوں نے خلیفہ عمر کو اطلاع دی کہ وہ بصرہ سے آیا ہے اور تفسیر قرآن لوگوں سے پوچھا کرتا ہے آپ نے بغض و غضب فرمایا، اے اللہ ایسا کہ صبیح میرے ہاتھ لگے اور میں اس پر قابو پا جاؤں، چنانچہ ایک روز صبیح غلامہ و عبا اپنے ہاتھ آگیا اس وقت لوگ کھانا کھا رہے تھے یہ بھی دسترخوان پر بیٹھ گیا جب کھانے سے فارغ ہوا تو حضرت عمر کے یہاں صبیح نے کہا اے امیر المومنین یہ تو بتلائیے "قرآن میں" ان آیات نہ دیکھا فالحاصلات و قرا کے کیا معنی ہیں اور اس کا کیا مطلب ہے، یہ سن کر آپ نے فرمایا اے ہوجھ پر تو وہی ہے (اچھا لے بتاؤں) یہ کہہ کر آپ نے آستین چڑھائی اور اس پر کڑوں کا پینہ بربانے لگے، یہاں تک کہ اس کا عامہ سر سے اتر گیا اور اس کی دوڑ لپٹیں لہرانے لگیں آپ نے کہا کہ اگر تیرا سر نہ اترتا تو مجھے قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا جب وہ ادھر مرا ہوا تو اسے ایک کان میں بند کر دیا اور روزانہ اس کو نکال کر کوڑے مارا کرتے تھے پھر اسے بالان تیر پر بٹھا کے بصرہ بھیج دیا اور ابو موسیٰ کو حکم دیا کہ اس سے کوئی بات چیت نہ کرے اور اس کا بالیکاٹ کیا جائے اور کبھی یہ کوئی خطبہ کسی مجمع میں نہ پڑھنے پائے چنانچہ یہی کیا گیا باوجودیکہ وہ سردار قبیلہ تھا لیکن کس مہر سی میں مرا

عن ابی ہریرہ جلد ۱ ص ۵۵، تاریخ ابن عساکر آفاق المیثی جلد ۲ ص ۵۵، کنز العمال جلد ۲ ص ۲۹۹، نقل عن الداری و نصر المقدسی و الامامی و ابن الجارود و اللکاف و ابن عساکر و المصنف جلد ۱ ص ۵۵، فتوحات الاسلام جلد ۲ ص ۵۵، ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ محدث دوم صفحہ ۸۲، ۱۹۹

ابو العباس بیان کرتے ہیں کہ ہم خلیفہ دوم عمر بن خطاب کی خدمت میں تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا "الحج الکثیر" کا ہے یا کم عمر نے اس تیر کو جو ان کے ہاتھ میں تھا سائل کے عامہ میں اس طرح چھو یا کہ اس کا عامہ سر سے گر پڑا اور یہ سمجھنے لگے کہ کیا تیرو ہی کہے "والذی نفس عمر بن الخطاب ببیدہ لی حد تک محلی قالاً یحیت العقل عن رسک کنز العمال جلد ۱ ص ۳۱۱ حضرت عمر کا یہ عام حکم تھا کہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش نہ کرو، جیسا کہ کتب السنن میں ہے

عن عدانہ قرأ قوله تعالی فانشاء فیہ فاکھتہ انی قوله حضرت عمر نے ایک روز یہ آیت فانشاء فیہ فاکھتہ ..... وانا لقال ما الالب ثم قال هذا العری هو التکلف یعنی فرمایا اپنی زندگی کی قسم یہ تکلف ہے یہ تکلف ہے (یعنی سمجھنے کی زحمت میں کون پڑے) پھر حکم دیتے ہیں لوگوں کو کہ تمہیں قرآن میں بیان کیا ہے اور جس کو تم نے جان لیا ہے اس پر تم عمل کرو اور جس کو نہیں سمجھے اس کو خدا کے علم کے خوالہ کو نہ سمجھنے کی کوشش نہ کرو (مسند ک امام حاکم جلد ۲ ص ۵۵، تاریخ بغداد خطیب بغدادی جلد ۱ ص ۵۵، تفسیر کشاف زحشری جلد ۲ ص ۲۵۴، تفسیر المنیر جلد ۲ ص ۲۵۴، سیرت عمر بن خطاب ابن الجوزی ص ۱۳، الموافقات ابن ابی جلد ۱ ص ۲۵۴، تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۵۴، تفسیر خازن جلد ۲ ص ۲۵۴، در المنثور السیوطی جلد ۲ ص ۲۵۴، کنز العمال جلد ۲ ص ۲۵۴، تفسیر ابو اسود جلد ۲ ص ۲۵۴)

یہ حالت عام ہو گئی، یہ حالت عموماً مدینہ کے باشندوں کی تھی جہاں صحابہ تابعین بند کر دیا

یہ حالت عام ہو گئی، یہ حالت عموماً مدینہ کے باشندوں کی تھی جہاں صحابہ تابعین بند کر دیا

معنی قرآن  
پہنچے ہوئے

عمر کا حکم  
قرآن کو  
سمجھنے کی  
کوشش نہ کرو







والشریعة و علماء الادب والبلاغة فهو استاذ  
هو لاء جیعا بالسند الموصول فالامام الحق لقب  
به وهو الحق الامیة بلقب الامام

عقبة الامام

۱۵۵/۱۵۶

عالم اسلام میں سب سے پہلے علی ہیں جو  
معلم حکمت و فلسفہ ہیں علامہ ابن ابی احمد یہ کہتے ہیں :-

علاء کلام  
علی ہی کے  
شاگرد ہیں  
اور آپ ہی  
علوم طحاوی  
کے امام تھیں

واما الحکمة والبعث فی الامور الالهیة فلم یکن من  
فن الحدیث من العرب ولا نقل فی جهاز اکابرهم واصنافهم  
شیء من ذلک اصلا من هذا فن کانت اليونان و  
اوائل الحکماء واساطین الحکمة یزغدون به واول  
من خاض فیہ من العرب علی علیه السلام لهذا اتجد  
انباحث الدقیقة فی التوحید والعدل مشقة عنه  
فی فرض کلامه وخطبه ولا تجد فی کلام احد  
من الصحابة والتابعین کلمة واحدة من ذلک ولا  
تصورونه ولو تصورتم لم یفهموه وانی للعرب ذی ذی  
ولقد انتب المتکلمون الذین یحجون بجمار المعقولات  
الیہ خاصة دون غیره ومولا استاذهم ورائسهم  
واجتذبتہ کل فرقة من الفرق الی نفسها الاثری  
ان اصحابنا یتقون الی واصل بن عطاء واصل  
تلمیذ ابی ہاشم ابن محمد بن الحنفیة والبرہاشم  
تلمیذ امیہ محمد بن محمد تلمیذ امیہ علی علیه السلام  
فاما الشیعة من الامامية والزیدیة والکیانیة  
فانتهاؤهم الیہ ظاهرا واما الاشعریة فانهم

ہم کہتے ہیں  
وہ علم طحاوی  
کے شاگرد  
ہیں

باخرہ یتقون الیہ انصار لان ابی الحسن اشعری  
تلمیذ شیخنا الی علی رحمہ اللہ تعالیٰ والی علی تلمیذ  
ابی یعقوب الشحام والی یعقوب تلمیذ ابی الہذیل  
والی الہذیل تلمیذ ابی عثمان الطویل و عثمان الطویل  
من عطاء فعاد الامر الی اشعریة الی علی  
علیہ السلام واما انکرامیہ فان ابی الہیثم ذکر  
فی المعرفت کتاب المقالات ان اصل مقالہم و  
عقیدہم متفق الی علی علیہ السلام من طریقین  
احدہما الیہم یسند ان اعتقادہم عن شیخہم  
شیخ الی ان یتقی الی سفیان الثوری ثم قال و  
سفیان الثوری من الزیدیة ثم سأل نفسه

علمائے متکلمین اور توحید و عدل پر بحث کرنے والوں کے جس قدر  
بھی گروہ ہیں ان سب کا سلسلہ آپ کی ذات پر ختم ہوتا ہے جس  
طرح فقہا و علمائے شریعت اور علماء ادب و بلاغت کا سلسلہ آپ  
کی ذات سے متصل ہوتا ہے اور اصل حضرت ہی ان سب کے استاذ ہیں  
پس آپ کی ذات سب سے زیادہ احق ہے امام کہلانے کی

بہر حال متکلمین نے علم کلام کو آپ ہی سے سیکھا ہے اور یہ سب سب آپ ہی کے شاگرد ہیں

حکمت و فلسفہ اور مسائل الہیات پر بحث و نظر کرنا یہ عربوں کا  
فن نہ تھا اور نہ ان کے بڑوں اور چچوں سے اس موضوع پر  
کچھ منقول ہے، یہ فن تو مخصوص تھا یونانیوں اور اہل حکما سے  
اور ایسے اگلے لوگوں سے جو حکمت کے ستون تھے ہاں عربوں میں جو  
سب سے پہلے حکمت و فلسفہ میں در آیا وہ علی علیہ السلام ہیں اسی  
پسے توحید و عدل کے دقیق مسائل آپ کے بار کلام و خطب میں  
پھیلا ہوا ہے اور صحابہ و تابعین کے یہاں اس موضوع پر ایک  
کلمہ بھی نہیں پایا جاتا اور نہ ان لوگوں کے کلام میں اس کا تصور ہی پایا  
جاسکتا ہے اگر وہ اس کو کچھ سمجھتے بھی ہوں تو سمجھا نہیں سکتے عربوں  
کو اس سے کیا تعلق، اسی بنا پر وہ متکلمین جو بجا معقولات کی شاگردی  
کرنے والے ہیں وہ خصوصیت سے حضرت ہی کی طرف منسوب ہو  
نہ آپ کے غیر کی طرف اور ان متکلمین کے ہر فرقہ نے حضرت کو اپنی طرف  
کھینچا ہے یعنی یہ کہ اس فرقہ کو حضرت سے خاص تعلق ہے ذکر اس  
کے غیر کو (کیا نہیں دیکھتے ہو کہ ہمارے اصحاب معتزلہ منسوب ہیں اصل  
بن عطاء کی طرف، اور اصل شاگرد ہیں ابو ہاشم بن محمد حنفیہ کے اور  
ابو ہاشم شاگرد ہیں اپنے باپ محمد حنفیہ کے اور محمد حنفیہ شاگرد ہیں  
اپنے پدر بزرگ ابو علی علیہ السلام کے لیکن شیعہ امامیہ زیدیہ

کیا نہیں ان فرقوں کی حضرت تک انتہا ہونا وہ بالکل ظاہر ہے  
رہے اشاعرہ ہیں اشعری فرقہ بھی بالآخر حضرت ہی تک پہنچی  
ہو اسے اس لیے کہ ابو الحسن اشعری شاگرد ہیں ہمارے شیخ ابی  
کے اور ابو علی شاگرد ہیں ابو یعقوب شحام کے اور ابو یعقوب شاگرد  
ہیں ابو الہذیل کے اور ابو الہذیل شاگرد ہیں ابو عثمان طویل کے اور  
ابو عثمان طویل شاگرد ہیں واصل بن عطاء کے تو اس سلسلہ سے ہجرت  
فرقہ ہیں حضرت علی تک پہنچی ہو جاتا ہے لیکن "کرامیہ" تو اس  
فرقہ کے متعلق ابن ہشیم نے کتاب المقالات میں ذکر کیا ہے کہ ان  
کے اصل عقائد و مقالات دو طریقوں سے حضرت تک پہنچی ہوئے  
ہیں اول یہ کہ یہ لوگ نہ دیتے ہیں اپنے اعتقادات کی ایک شیخ سے

فقال اذا شیخکم الا کبیر المذی یتقون الیہ  
کان زید یا فمنا بالکم لا تکنوا زیدیة واجاب  
بان السفیان الثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ  
وان اشہر عنہ الزیدیة الا ان تزیدہ  
انما کان عبارة عن مولات اہل البیت  
وانکار ما کان بنو امیہ علیہ من  
الظلم واحلال زید بن علی و  
تغیہ و تصویبہ فی احکامہ و  
واحوالہ ولم ینقل عن سفیان  
الثوری انه طعن فی احد من الصحابة  
الطریق الثانی انہ عدم مشایخہم واحلال الواحد  
حتی انتہی الی علماء الکوفة من اصحاب  
علی کسلیہ بن کھیل وحبہ العرفی وسلم بن ابی الجعد  
والفضل بن حکیم وشیعہ والاشعری وعلفہ و  
وہبیرہ بن مریم والی اسحق الشیبی وغیرہم ثم  
قال ہولاء اخذوا العلم من علی بن ابی طالب علیہ السلام  
فہو یسئل لجماعۃ یعنی اصحابہ واقوالہم متعولۃ عنہ  
وما خذہ منہ واما الخوارج فانما ظاہر الیہ  
مع طعنہم فیہ لانہم کانوا اصحابہ وعنہ مرقوا بعد  
ان تعلی عنہ واقبوا منہم شیعۃ انصارہ بالجل والصفین  
ولکن الشیطان ران قلوبہم واعمى بصائرہم  
(شرح ابن ابی احمد المجلد الثانی ص ۱۲ مطبوعہ دار الکتب العربیہ)

دوسرے شیخ کی طرف یہاں تک کہ نہ پہنچی ہو تو ہے سفیان ثوری تک  
اور سفیان ثوری زیدی تھے

اس کے بعد ابن ہشیم نے اپنے نص میں ایک سوال کیا ہے کہ جب تمہارا  
شیخ ابی زیدی ہے تو تم سب کیوں نہ زیدی کہتے جاؤ پھر اس سوال  
کا جواب خود یہ دیا ہے کہ سفیان ثوری خدا ان پر رحمت کرے اگرچہ  
مشہور بہ حیثیت زیدی ہوں گے کہ ہیں لیکن ان کا زیدی ہونے سے  
مراد موالی الہییت ہونا، بنی امیہ کے نظام کی وجہ سے بنی امیہ  
سے مخالف ہونا اور زید بن علی کی تعظیم و احترام اور احکامات و  
احوالات شریعت میں زید کا محفوظ و محفوظ سمجھنا ہے سفیان ثوری  
کے متعلق کہیں نہیں پایا جاتا کہ کسی ایک صحابی پر بھی طعن کیا ہو،  
دوسرے یہ کہ ابن ہشیم نے شاخ کرامیہ کو ایک کے بعد ایک کر کے  
گناہا ہے یہاں تک کہ ان علماء کو فہم تک پہنچے ہیں جو صحابہ کرام پر  
علی سے تھے جیسے سید بن کھیل حبہ العرفی، سالم بن ابی جعد،  
فضل بن حکیم، شعیب، ایش، عدیہ، ہیر بن مریم، .....  
ابو اسحق شیبی وغیرہم اس کے بعد یہ کہتا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں  
جنہوں نے علی بن ابی طالب سے براہ راست علوم کو حاصل کیا ہیں  
حضرت ہی رئیس جماعت علماء ہیں اور ان علماء کے اقوال حضرت ہی  
سے منقول و مانوڈ ہیں لیکن خوارج ان کی نسبت بھی حضرت کی طرف  
ظاہر ہے اگرچہ ان لوگوں نے حضرت پر طعن کیا پہنچے یہ لوگ حضرت  
کے اصحاب ہیں تھے حضرت سے علم حاصل کرنے کے بعد دین سے  
نکل گئے اور شیطان نے ان کے دل پر قندہ کر لیا اور یہ اپنی بعیت  
کھو بیٹھے

ان حقائق کے بعد کیونکر یہ کہنے کی جرأت ہوتی ہے کہ علی کے بعض خطبات میں مضامین علم کلام ہیں اس لیے ان کی نسبت حضرت  
کی طرف شکوک ہے

جس وقت عالم اسلام میں علوم کا فقدان تھا اور اصل آپ ہی سے علم کلام کی ابتدا ہوتی ہے، جب دوسرے سلطنت و مملکت کی خواہشات  
علی اس کی اشاعت کرتے تھے آپ دنیا کے سامنے اپنے سرمایہ عقل و فکر کو لٹانے کی فکر میں تھے

نباس امور العقائد دیکھتے ہیں :-

وقد لبث علی بن ابی طالب زہاء ثلاثین  
سنة منقطعاً او یکاد یتقطع عن جمہاد الحکم  
والسیاسة متفرغاً او یکاد یتفرغ لفنون البعث  
والعلم استیاملاً کل ما سمع ویراجع کل ما  
قرأ ویعرف کل ما یعرف ممن یلقاہ ویستطلع  
انباءہ والمرعاة وقضایا کفہما یکن قسط  
الثقافة العالمیة قلیلاً فی بلاد الاسلام  
علی ثلاث الامام، فقیہ ولا یریب الکفاۃ للعقل

تیس سال تک علی بن ابی طالب حکومت و سیاست سے الگ رہے  
اور مختلف علوم و فنون کی تعلیم و تدیس اور بحث و نظر میں متغول  
رہے، جو سنتے تھے اس پر غور کرتے تھے اور جو دیکھتے تھے اس پر  
تدبر کرتے تھے اور درحقیقت کی طرف برابر توجہ دیتے تھے اور  
ہر قسم کے خیالات و محاجات و قضایا پر نظر رکھتے تھے اگرچہ  
اس زمانہ میں مالک اسلامیہ میں علوم و معارف کی کمی تھی  
بے شک عقل بیدار و بصیرت تمام کی رہبری اور اس کو سمجھنے کے  
لیے اتنا بہت کافی ہے جو امام نے اپنے فہم و دھندلے سے سمجھا



البیضان والبصیرة الراعیان تفهیم ما فیه الامام وان ینبت ما ینبتہ نہج البلاغۃ من الخواطر والاحکام

اور جو کچھ کہ نبی البلاغہ کے ذریعہ حضرت کے انکار کا نام کو دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔

(عبقریۃ الامام ص ۱۸۱)

اتحاد العقائد دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

تقی کتاب نہج البلاغۃ فیض من آیات التوحید و الحکمة الالہیۃ تتسع بہ دراستہ کل مشتغل بالعقائد و اصول التالیۃ و حکمۃ التوحید و رہبانہ الشک الباحت فی نسبہ بعضہا الی الامام لغلبۃ الصنیعۃ الفلسفیۃ علیہا و امتزاجہا بالاعراض و المصطلحات الی اقتبت بعد ذلک من ترجمۃ الکتب الافریقیۃ والاعجمیۃ و لایسما الکلام علی الاضداد و الطباع و العدم و المحدود و الصفات و الموصوفات و لکن الذی یفرک الباحت و لا یشک فی نسبہ الی الامام او فی جواز نسبہ الیہ قسط و اف لتحقيق رأی القائلین بسبق الامام فی مضمار علم الکلام و اعترا ف المعترفین لہ بالاساذیۃ الرشیدۃ لکل من یحیی بہ من اصحاب الاراء و المقولات و هو علی جملۃ خیر ما یعرف المؤمن من ربہ و ینزہ بہ الخالق فی کمالہ

(عبقریۃ الامام ص ۱۸۱)

تنبہہ کر سکتا ہے

خدا کے متعلق اسلامی نظریہ کی سب سے بالاتر و عبقری و مصری نے فلسفہ الہیات اور تاریخ خدائتاسی کے موضوع پر ایک اعلیٰ مثال علی کا خطبہ ہے

قابل قدر کتاب لکھی ہے جس کا نام "التنبہ" ہے جس میں دنیا کی مختلف اقوام و مذاہب میں خدا کے متعلق جو مختلف تصورات و نظریات ہیں اس پر فلسفیانہ انداز سے ایک تاریخی بحث کی ہے، اسی بہتم بالثان کتاب میں وضو نے خدا کے متعلق اسلام کا جو بلند نظریہ ہے اس کی مثال میں امیر المومنین کے اس مشہور و معروف خطبہ کو جو نبی البلاغہ میں خطبہ اول کی حیثیت سے موجود ہے پیش کیا ہے، اس وقت میرے سامنے عقاد کی اصل کتاب نہیں بلکہ اس کا فارسی ترجمہ ہے، جس کا نام "خدا ہے" اس لیے بچانے عربی عبارت کے اس کا ترجمہ پیش کرتا ہوں، عقاد مصری لکھتے ہیں :-

"خداوند عالم کے متعلق اسلامی نظریہ کی بلند و برتر مثال نبی البلاغہ کا وہ خطبہ ہے جس میں صفات کو معنی تمثیل (معنی صفت) ذات خداوندی نہ معنی اسماء حسنی بیان کیا گیا ہے اس لیے کہ اسماء حسنی قرآن میں موجود ہے جس سے سب مسلمانوں میں کوئی نہیں ہے، اب میں اس مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کا کچھ حصہ پیش کرتا ہوں الحمد للہ الذی لا یبلغ مدحتہ القائلون — الی — ولا حکۃ احد ثلھا ولا ہامۃ نفس ضطرب فیہا الی اخر الخطبہ" کو یہ خیال سے پورا خطبہ میں نے نہیں نقل کیا ہے، اس خطبہ کے بعد مجھ کو اس کا حق ہے کہ میں یہ کہوں کہ خدا کے متعلق یہ ایک ایسا نظریہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (ات عباس محمود العقاد

کتاب "اللہ" اب ایوان بعد الفیض ص ۱۸۱ و ترجمہ فارسی "خدا" ص ۱۶۶ تا ۱۶۸ چاپ اقبال طہران

جس کو خطبہ ہے جس کو کچھ کو منکرین و متعجب و مضطرب ہو کر شک کرنے لگتے ہیں لیکن عقاد ساناقد و ادیب مورخ و محقق و حکیم فیلسوف اس میں شک کی گنجائش نہیں پاتا بلکہ اس کو امیر المومنین کا کلام ہونے کی حیثیت سے تمام دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے، اور یہ بلاشبہ

استاد عقاد کا اقرار کہ نبی البلاغہ کے خطبوں سے ہمیں مسائل طبع و حکم میں ان سے کئی محقق انکار نہیں کر سکتا

خداوند عالم کے متعلق اسلامی نظریہ کی یہ ایک سب سے اعلیٰ مثال ہے۔

مسلمانان عہد رسالت کے دلوں میں شکوک تھے جو لوگ بعد عہد رسالت کی تاریخ پر دقیق نظر رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اگرچہ عربوں میں ظاہری جگہ علی نے اپنی تقریروں و خطبوں سے دور کیا اسلام تھا لیکن دراصل وہ اصول دین و عقائد میں مستحکم تھے وہ اسلام کے خلاف ہر شک و اور اعتراض کو اپنے دل میں جگہ دینے کو تیار تھے، وہ اسلام کے خلاف ہر مخالف کو اذکوہ صرف کٹنے ہی کے لیے آمادہ تھے بلکہ اس کو قبول کرتے تھے، اس نازک موقع پر برخلاف خلفاء مابقی کے کہ وہ لوگوں کو سوچنے، سمجھنے اور چون و چرا کرنے پر ان کا گلا گھونٹتے تھے حضرت نے علیؑ سے لال سے مستضعفین کے ایزاد و مستضعفین کے شکوک کو رفع فرمایا

انا ذا شیخ عبد اللہ العلانی لکھتے ہیں :-

دیجسن بنات نشیرہنا الی ان کتاب نہج البلاغۃ اذا در سناہ دراستہ نقدیہ نفع فیہ علی مایوں کہ ہذا الظن، نفیہ خطبہ کثیرہ و محاسن کثیرہ تتدر علی مسائل من اصول الدین کان الناس لا یفتنوا و یساوونہ عضا و یتساءلون بها فیما بینہم من مسائل تتعلق بالذات الالہیۃ فی اغلب الاحیان کمثل خطبۃ الاشیاع وھی من جلائل خطبہ و کان سألہ سائل ان یصف اللہ حتی کانہ یراہ عیاناً فخصب الامام و عرفہم بیزہ اللہ، و خطبۃ فی ابتداء خلق السموات و الارض و خطبۃ فی تازیہ اللہ و اجوبہ فی الخیریۃ الادیمیۃ و الارادۃ الخیریۃ معضلة القضاء و القدر) فاما لعلی ما هو متحکمہم من حیرۃ حقیقۃ فان الاسلام زعم انہ وضع حداً لحدہ الحقیقۃ بما فرض من مثل و تعالیم، عادت فظہرت علی اشکال سلاۃ و بالاختصاص بعد علیہ المزج الکبری الی ادی الیہا الفہم السریع، فدخل ذوی الدیانات الاخری فی الاسلام و الامم لا تغیر دیاناً تھا کیا تغیر تو تھا ثبت ہذا الحقیقۃ او انماھا و لکنہ اعطاھا شکل الخجۃ الدینی (تاریخ الحسین نقد و تحلیل ص ۱۱۵، ۱۱۶ طبع بیروت)

روک تمام کی، لیکن یہی مذہب و شک ایک اسلامی شکل میں دوبارہ ظاہر ہوا خاص کر سرعت فتوحات کے بعد جب دوسری قوموں سے زبردست میل بول ہوا اور دوسرے دین و مذہب کے لوگ جب حلقہ گروش اسلام ہوئے کیونکہ تو میں اپنے دینی عقائد کو کاسانی سے نہیں بدلتی ہیں جس آسانی سے وہ اپنا لباس تبدیل کرتی ہیں اس لیے یہ مذہب دینی اور عقائد کا شک باقی رہا بلکہ اس میں ترقی ہوئی

لیکن اب یہ اجتہاد دینی کی شکل میں ظاہر ہوا (یہ اشارہ ہے خوارج، مرجعہ و جبر یہ عقائد و رجائات کی طرف)

اب حال نبی البلاغہ کے خطبات میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اسی طرح یہ بھی عجیب اعتراض ہے کہ "خطبہ غضا شمر" خطبہ کا خطبہ طاووس میں جن جانوروں کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں ان میں بہت ہی وقت نظر سے کام لیا ہے اور کمال مصوری کا مظاہرہ ہے اس لیے یہ امیر المومنین کا کلام نہیں ہے، اس اعتراض پر معترض کی بجائے عقل پر مبنی معروض ہوتی ہے اعلیٰ سادہ و سلیس و عارفانہ غرض غناس فطرت ہو وہ ان جانوروں کے ظاہر حالات پر غور کر کے ان کی صحیح تصویر کو اپنے الفاظ میں نہیں بیان کر سکتا عربوں کے کم سن اور ناچھکچھک میں بھی یہ صلاحیت موجود تھی کہ وہ اپنے الفاظ میں صفات کو اس طرح بیان کر دیتے تھے کہ اصل موصوف کی

مناسب ہے کہ ہم اس طرف بھی اشارہ کریں کہ نبی البلاغہ کا مطالعہ اگر ہم ذرا وقت نظر سے کریں تو اس سے بھی ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے اور ہمارا مقصود حاصل ہوتا ہے کہ اس وقت کے لوگ اپنے عقائد میں پختہ نہ تھے (اس لیے کہ نبی البلاغہ میں بہت سے خطبے اور تقریریں ایسی ہیں جن میں اصول دین کے مسائل پر بحث کی گئی ہے، معلی ہوتا ہے کہ لوگ امیر المومنین سے براہراں مسائل کو دریافت کرتے رہتے تھے یا خود آپس میں اس زمانہ کے لوگ ان مضامین پر بحث و مباحثہ کیا کرتے تھے، یہ مسائل زیادہ تر ذات الہی سے متعلق ہیں، مثلاً خطبہ اشراج کے جو حضرت کے جلال خطبہ میں سے ہے، ایک مرتبہ ایک سائل نے حضرت سے عرض کیا کہ خدا کے صفات اس طرح بیان فرمائیے کہ گویا اسے آنکھوں سے دیکھا، یہ سن کر آپ غضبناک ہوئے اور خدا کی تائید یہ کہ آپ نے بیان فرما کر اس کو چھوڑ دیا، اسی طرح آپ کا وہ خطبہ جو زمین و آسمان کی خلقت کے متعلق ہے، اور وہ خطبہ جو خدا کی تائید یہ کہ متعلق ہے (یعنی خطبہ توحید) اور آپ کا وہ جواب جو حریت اخلاق و ارادہ جزیہ (یعنی مسئلہ شکر) قضا و قدر کے متعلق ہے۔ امیر المومنین کے یہ سب خطبے اور جو آپ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کے دلوں کے اندر عقائد کے متعلق ایک پوشیدہ حیرانی (تذبذب و شک) موجود تھی اور وہ ذات العقیدہ نہ تھے اگرچہ اسلام نے اپنی تعلیمات سے اس حیرانی و تذبذب کی







لم تکن شیئا اخر غیر مراعاة الظروف و مسائل علی بن ابی طالب و خطبه و وصایا و عهود و الی ولایت تجری علی هذا المظاہر بظیل حین یکتب عهدا بیان فیہ ما یجب علی الحاکم فی سياسة القطر الذی یرعاه و یوجز حین یکتب الی بعض خواصہ فی شان معین لا یقتضی التطویل» (المنزل الغنی الجزء الاول ص ۵۵)

طبع مصر  
ہیں کیونکہ

وہاں طول و اطالی کی ضرورت نہیں ہے۔

عہد نامہ مالک اشتر بھی مقتضائے حال کی بنا پر طویل ہے حضرت کا وہ مشہور و معروف عہد نامہ جو مالک اشتر کے نام سے اس کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ یہ طو لانی ہے، دستور دہی مبارک کی تقریر سے یہ ایراد بھی برطرف ہو رہا ہے، نتیج البلاغ میں موجود ہے، اور تفسیر رضی سے پیشتر کے مصنفات میں بھی یہ پایا جاتا ہے چنانچہ اس کو شیخ اجل ابن عربی علی بن شہنشاہی المتوفی ۷۳۳ھ نے نہ تمام و کمال اپنی کتاب فتح العقول میں درج کیا ہے۔

عہد نامہ کے مضامین علی کے زمانہ سے ارفع و بلند ہیں؟ اربابہ امر کہ ایسا بہت باتان دستور سیاسی امیر المومنین کی طرف کیوں اس اعتراض کا شیخ عبد اللہ علاء الدین کی طرف سے جواب منسوب ہو سکتا ہے، جب کہ اس کے مضامین عالیہ علی کے عہد سے ارفع و اعلیٰ ہیں اس کا جواب شیخ عبد اللہ علاء الدین کی زبان سے سنئے۔

هذا ابو صلنا الى ان التنظيم الكامل لم يتقن عهد الخلفاء لاحد من بني امية و في حياة مدنية خالصة تدعوهم اليه على انهم قطعوا اشواطا في سبيل التنظيم العام و لا يتوهم متوهم حينئذ يتكلم عن النظام انما يعني الناحية الشرعية التي كملت بالعراق و انما تعني من الناحية العلمية الاجرائية اي من ناحية التشكيلات و الترتيب خاصة و ان الواقع على الكتب التي عنيت بهذه الناحية من الكتب ككتاب المادري المرسوم بالحكام السلطانية يقع على تجربات تقنية و محاولات تنظيمية تمت في عهد الخلفاء الانهال تجاوز هذه الصعقة اي لم تنس على وجه يسمح لنا باطلاق اسم النظام عليها الا في اتسع و مجازية و هذه المحاولات و التجربات احدثت دوى لعقليات القضاة العريقة ان يقدموا دستور النظام العام بكافة ما يلائم فيه و ما لا يرب فيه انما كان صاحب الكون عقليته قضائية نظامية في هذا العهد فهو قد استفاد من

اس عہد نامہ کا ذکر رضی نے کیا ہے  
نتیج البلاغ میں موجود ہے  
ابن عربی علی بن شہنشاہی المتوفی ۷۳۳ھ نے نہ تمام و کمال اپنی کتاب فتح العقول میں درج کیا ہے۔

دور خلافت  
میں مکمل  
نظام سلطنت  
تیار کیا

کل ما مر بالحکم العربی الاسلامی من اشکال و ايضا من حاجة المجمع من وجه و محاسن و مساوی المحاولات التي حاولها الخلفاء قبله من وجه اخر تقدم دستور التنظيمی بظہر فی عهد الی الا شتر الخفی بعد الاختبار و الامتحان الواضح و هذا العهد يشهد فيه بعض الباحثين مستندین الی ان الافکار النظامية التي يحتوی علیها لا تنحصر باضافتها الی عصر شیخ و ما ذکرنا لتبيين بانہ لا محل للشك لان علیا موهوب فی القضاء و الادارتهما فی ذلك شك، حتی قيل قضیة ولا ابا حسن لها

وقد اهتم المسترغون بعد ذلك بجمع اقصیة و احکامہ و تنظیماتہ فالف الترمذی کتابا فی مجلدین دعاه "اخصیة علی" و الف ابن قیم الجوزی کتابا فی "السیاسة الشرعية" ملاک باخصیة، هذا اید لنا علی ان علیا کان یتنازل بعقلیة نادرة فی القضاء المتصل بالتنظیم و لان المحاولات التي صدرت من ابی بکر جاء نفوس فیها و عمر کان اکثر تشبها بالتنظیم و میلا الیہ فکثرت فی عہدہ التشکیلات لوعا ما ثم جاء عثمان فاقونظما و غیر نظما و استحدث مثل ذلك و علی یرقب کل هذا التطور النظما هی و متصل بالشعب یری مقلد رضاه عن هذا القربان فاستفاد من هذه المحاولات التي صورت به الی ما عنده من فطرة قضائية خارقة، ان ذلك استطاع ان یطابق باین امانی الناس و بین النظم التي تحكمهم و ان یعطى ايضا تشریعات اصلاحية تتصل بالاجتماع و السياسة و النظام العام، فاذا کان الشیخ هو المشرع القانوني فان علیا هو المشرع النظامی، فبعد علی الی الا شتر الخفی لیس فیہ ما یدعو الی الشک فیہ او استبعادہ عنه و هو اول دستور حکومی صدر من سویہ الاسلام و ینظر من هذا العهد ان علیا کان یرغب فی مدته خلافتہ الی احد الشعوب الاسلامیة

عوام کے مطالبات و ضروریات کو اچھی طرح جانتے تھے اور اپنے مابین کے خلفا کوئی طرز حکومت کی اچھائی و برائی لکھنے کے سامنے تھے اس بنا پر ملت اسلامیہ کے ہر قسم کے امتحانات و تجربات کے بعد آپ نے ایک مکمل جامع و مانع دستور سلطنت و نظام حکومت کو عہد نامہ مالک اشتر کے نام سے امتحان کے سامنے پیش کر دیا۔ بعض لوگوں کو اس امر میں شک ہے کہ یہ عہد حضرت ہی کا ہے، اس لیے کہ اس میں جو نظام و دستور مذکور ہے، وہ عہد حضرت کے سطر کے ہر قسم کے لیکن یہ شک درست نہیں ہے اور یہ دلیل بہت ہی گہرا اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ حضرت علی میں انتظام سلطنت و تدبیر حکومت و تشکیل ادارہ کا علم خدا داد و فوہی ہے، قانون و دستور کے علم میں آپ محتاج تعلیم نہیں تھے، آپ ہی کے لیے یہ نقل مشہور ہو گئی ہے قضیة و لا ابا حسن لها اور بڑے بڑے علماء شریعت نے آپ کے قضایا و احکامات و دستورات کو جمع کر کے کتاب لکھ ڈالی ہیں مثلاً ترمذی نے دو جلدوں میں کتاب اخصیة علی لکھی اور علامہ ابن قیم جوزی نے کتاب ایات الشریعہ لکھی جو حضرت کے قضایا سے بھری ہوئی ہے یہ دلیل ہے اس امر پر کہ حضرت علی علم نظام حکومت و قانون ریاست و احکام سلطنت میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے خصوصاً ان دور کی حکومت کی پالیسی اور عثمان کی منظم و غیر منظم سلطنت کو آپ اچھی طرح ملاحظہ فرما چکے تھے چونکہ آپ کو حکومت سے انفصال تھا اس لیے ان حکومتوں میں عوام کی رضا و عدم رضا کے اسباب کو بھی اچھی طرح سمجھتے تھے اس لیے آپ نے سیاسی و معاشی حالات سے اچھی طرح مطلع ہو کر اپنے خدا داد علم و مافوق العادة فطری قابلیت سے مفاد امت کے لیے ایک مکمل دستور لکھ دیا جو تدبیر حکومت و سلطنت و معاشرتی و سیاسی اصلاحات و ضروریات پر حاوی ہو پس اگر بیغیب اگر کم شارع شریعت اسلام ہیں تو علی کا قانون ساز حکومت اسلامی ہیں، عہد نامہ مالک اشتر میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے بلکہ شک وہ امیر المومنین علی ہی کا خود نوشتہ سب سے پہلا اسلامی دستور حکومت ہے جو فرمان نبوی کی حیثیت سے ایک گورنر کے نام سے صادر کیا گیا

علی نے خلافت  
کا دور  
دیکھا اور  
اس کا فائدہ  
پر مطلع ہوئے

علی محتاج  
تعلیم نہیں  
تھے  
خدا داد ہی  
صلاحیت  
انتظام  
سلطنت کی  
تھی  
علی اسلام  
آپ کے قضایا  
کو جمع کر کے

بیغیب اگر کم  
شارع شریعت  
ہیں تو علی کا  
قانون ساز حکومت  
اسلامی ہیں

عہد نامہ  
مالک اشتر  
میں کسی قسم  
کے شک و  
شبہ کی گنجائش  
نہیں ہے



الذي ركب باشميل من الامم المختلفة بعلي شيدى  
عظيم وكان عملاً موفياً جلاً ونظماً صابراً لا يلهو  
بادوام المجتهدات من النواحي الشرعية ولكن  
الثورة الداخلية التي اثبتت عليه وادرت  
حول شخصيه اعلمته واوقفت كل حركة  
الاصلاحية التي ابتدأها بحزم وشدة  
(تاريخ الحسين نقد وتحليل صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۲ طبع بيروت)

عہد نامہ ایک سبک تحریر علمی ہے اسلوب و طرز پر ہے  
علاوہ ازیں عہد نامہ مالک اشتر کا اسلوب انداز بیان سبک تحریر  
وطرز عبارت خود اپنے مقام پر ایک زبردست ثبوت ہے کہ اس کا لکھنے والا امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کے علاوہ اور کوئی  
دوسرا نہیں ہے اسی بنا پر دکتور احمد رفاعی اپنے "المقدمہ" میں اس کو نقل کرنے سے پہلے اس کی طرف ان الفاظ میں توجہ  
کرتے ہیں یہ والیک عہد امیر المؤمنین الاحمام علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ لا شتر الغنی وارضوا ان  
تذکر اسلوب علی و اثرہ (المقدمہ صفحہ ۱۷۷ طبع مصر)

صاحب حماة الاسلام علامہ مصطفیٰ کاشغری نے اس عہد نامہ کو حضرت علی کا کلام سمجھتے ہیں علامہ مصطفیٰ کاشغری نے اس عہد نامہ کو حضرت علی کا کلام سمجھتے ہیں  
لو اصلحت دعوة من النفوس ناسد هاد وادب موصفا  
لکان دعوتہ رضی اللہ عنہ فی صلاح حال مسلمین  
جلیل الاثر ولو ساعد الدھر لارتقت الامة العربية  
فی عہد حتی شقت الغلاک بار تغاٹھا و نافت  
بواسطہ الامم فی کل شیء و ناھیک عن جمعیت  
بعض حکماء فقاقت بها الاسفار و تلیت بعض معجرات  
بلاغتہ فزلزلت علی لبھا ما استعجز عن الاحراج ای  
و جذاک لطیف ہو مخاطب الناس بما یعینھم و  
یغشھم و یرقی جمہ المسلمین ہان الی الکمال و تعلق  
بالانکار دون الاثبات بمثل عہدہ رضی اللہ عنہ  
الوقت الغنی الذي مآذ بالادامر الصادقة والزفا  
لرادة و طالب الناس بالطاعة عليه و حكمه باتباع  
ما فيه احوال قانون سیر العمال فی الامۃ الاسلامیہ

(حماة الاسلام جلد اول صفحہ ۱۳۵ طبع مصر)  
اس عہد نامہ کا وہ عہد نامہ جو مالک اشتر کے نام ہے جو حیات انسانی میں کام آنے والے اور دلوں میں سمجھانے والے اور امان دہانے  
کا کلمہ ہے جس پر حال اور کار بند ہونے کے لیے نور انسانی کو دعوت دی گئی ہے دراصل امت اسلامیہ میں کارگذاران حکومت کے  
لیے یہ سب سے پہلا دستور قانون ہے

الاتا ذہر الامم النصر بیرت بیزور الی حیات علی بن ابی طالب کی فصل سی ام میں بعض اہل انار ادبی امیر المؤمنین لکھتے ہیں  
طلب امیر المؤمنین و ہر ایک مومن و مومنہ کو اس عہد نامہ کی تعلیم و تربیت کا جذبہ پیدا کرتے ہیں  
ان عہد نامہ میں امام اپنے اویجا و یہ و دستار داروں کو ان امور اور وہ خطبے آپ کے عہد کے مختلف طور و طریقہ اور حالات مذکور

کشت مالک اشتر از معجزات ادبی عرب محبوب می شود  
(ترجمہ کاہن ذہن کا علی بن ابی طالب عہد الامم النصرت)  
کے خطبے میں سب معجزات ادب عرب میں شہرہ پرتے ہیں  
الاتا ذہر الامم الزیات نے تاریخ الادب العربی میں لکھا ہے :-

وخطبة فی البحث علی الجهاد ورسائلہ الی معاویہ  
ووصفہ الطائوس و الخفاش و الدنیا و عکد الاشتراک  
الغنی ان حصہ تعد من معجزات اللسان العربی و بدائع  
العقل البشری (تاریخ الادب العربی طبع مصر)

الاتا ذہر الامم السید احمد الہامی کہ مصری نے اپنی کتاب "جوہر الادب" میں اس عہد نامہ کو امیر المؤمنین  
کے کلام کی حیثیت سے قبول کر کے تمام و کمال وارد کیا ہے (جوہر الادب الفصل الثانی عشر صفحہ ۱۰۴ تا ۱۰۵ طبع مصر)  
سیحی علامہ ادا با دکنی عہد نامہ کا اعتراف کرتے ہیں یہاں تک کہ غیر مسلم سیحی ادا با بھی اس عہد کو امیر المؤمنین کے آثار میں سمجھتے ہیں اور اس  
کی عظمت کے متعلق ہیں چنانچہ عہد اسج الانطاکی مدیر جریدہ العمران مصر لکھتا ہے :-

وفی هذا العهد من ضروب السياسة وفنون الحكمة  
من سياسة الرعية فایخانی بہ ان یکتب بہ علی  
الواح الذهب و یعلق علی جدران دوسرا حکما  
لیتأقرا بادبہ و یعملوا بہ لتسعد الرعية و لتعمر  
البلا و وهو وحده یشھد لسیدنا امیر المؤمنین  
بأنه افضل من حکم الناس و خیر من جاء للحکم  
بالقسط و احکم من سطر الیاسة الحکمیة  
علی صفحات القوطاس (العقیدۃ العلویۃ لعلہ المسیح  
الانطاکی صفحہ ۳۷۹ مطبوعہ رئیس فخر مصر)

وہ علامہ ادا با دکنی نے عہد نامہ کی مستقل شرح کی صرف یہی نہیں بلکہ بعض علماء نے عہد نامہ مالک اشتر کی مستقل شرحیں لکھی ہیں جو ان  
کوئی شرح کے علاوہ ہیں جو بعض نوجو بلاغت کی گئی ہیں ان مخصوص اور مستقل شرحوں میں علامہ ادا ہشت کی یہ شرحیں خاص اہمیت  
رہتی ہیں اس حیرت انگیز عہدہ کی شرح (مقتبصر) یا یہ جو خلاصہ ہے مصر سے طبع ہوئی اور الاتا ذہر الفکیکی کی شرح (الرائی والریة)  
تیر ملک و یاست کے متعلق حضرت کی دوسری تحریریں امیر المؤمنین کا صرف یہی ایک سیاسی "صحیفہ" نہیں ہے جس میں اصول جہاد و  
کی تعلیم دی گئی ہے بلکہ حضرت نے جس قدر رسائل فرمائے ہیں وہ سب سب تیر ملک و یاست  
کی تعلیمات سے پر ہیں اسی قسم کا عہد حضرت نے محمد بن ابی بکر کو بھی تحریر فرمایا تھا جس کو محمد بن عاص نے محمد بن ابی بکر کو نقل  
کے بعد ان کے سامان سے حاصل کر لیا تھا اور اس کو معاویہ کے پاس بھیج دیا تھا۔ صحابہ کرام ابن ابی اکرید نے ان فقرہ کو لکھا کہ یا خطیبہ  
(ترجمہ ابن ابی اکرید جلد دوم صفحہ ۱۳۵ طبع مصر) ابن ابی اکرید کہتے ہیں :-

ان یکن کتاب الذی کان معاویۃ ینظر فیہ و یحب  
منہ و یفتی بہ و یقضی بقضایا و احکامہ و  
هو عہد علی علیہ السلام الی الاشتراک فانه لیسج  
وحدہ و منه تعلم الناس الاداب و القضا یا و  
الاحکام و الیاسة و هذا العہد صار الی معاویۃ  
لما سار الاشر و مات قبل و صولہ الی مصر و کان

امین ہیں اس طرح آپ کے خطوط معاویہ کے نام ہیں اور وہ فتور  
جو احمد نامہ ملک و انتظام سلطنت کے لیے آپ نے مالک اشتر  
کے خطبے میں سب معجزات ادب عرب میں شہرہ پرتے ہیں  
الاتا ذہر الامم الزیات نے تاریخ الادب العربی میں لکھا ہے :-  
وخطبة فی البحث علی الجهاد ورسائلہ الی معاویہ  
ووصفہ الطائوس و الخفاش و الدنیا و عکد الاشتراک  
الغنی ان حصہ تعد من معجزات اللسان العربی و بدائع  
العقل البشری (تاریخ الادب العربی طبع مصر)  
الاتا ذہر الامم السید احمد الہامی کہ مصری نے اپنی کتاب "جوہر الادب" میں اس عہد نامہ کو امیر المؤمنین  
کے کلام کی حیثیت سے قبول کر کے تمام و کمال وارد کیا ہے (جوہر الادب الفصل الثانی عشر صفحہ ۱۰۴ تا ۱۰۵ طبع مصر)  
سیحی علامہ ادا با دکنی عہد نامہ کا اعتراف کرتے ہیں یہاں تک کہ غیر مسلم سیحی ادا با بھی اس عہد کو امیر المؤمنین کے آثار میں سمجھتے ہیں اور اس  
کی عظمت کے متعلق ہیں چنانچہ عہد اسج الانطاکی مدیر جریدہ العمران مصر لکھتا ہے :-  
وفی هذا العهد من ضروب السياسة وفنون الحكمة  
من سياسة الرعية فایخانی بہ ان یکتب بہ علی  
الواح الذهب و یعلق علی جدران دوسرا حکما  
لیتأقرا بادبہ و یعملوا بہ لتسعد الرعية و لتعمر  
البلا و وهو وحده یشھد لسیدنا امیر المؤمنین  
بأنه افضل من حکم الناس و خیر من جاء للحکم  
بالقسط و احکم من سطر الیاسة الحکمیة  
علی صفحات القوطاس (العقیدۃ العلویۃ لعلہ المسیح  
الانطاکی صفحہ ۳۷۹ مطبوعہ رئیس فخر مصر)  
وہ علامہ ادا با دکنی نے عہد نامہ کی مستقل شرح کی صرف یہی نہیں بلکہ بعض علماء نے عہد نامہ مالک اشتر کی مستقل شرحیں لکھی ہیں جو ان  
کوئی شرح کے علاوہ ہیں جو بعض نوجو بلاغت کی گئی ہیں ان مخصوص اور مستقل شرحوں میں علامہ ادا ہشت کی یہ شرحیں خاص اہمیت  
رہتی ہیں اس حیرت انگیز عہدہ کی شرح (مقتبصر) یا یہ جو خلاصہ ہے مصر سے طبع ہوئی اور الاتا ذہر الفکیکی کی شرح (الرائی والریة)  
تیر ملک و یاست کے متعلق حضرت کی دوسری تحریریں امیر المؤمنین کا صرف یہی ایک سیاسی "صحیفہ" نہیں ہے جس میں اصول جہاد و  
کی تعلیم دی گئی ہے بلکہ حضرت نے جس قدر رسائل فرمائے ہیں وہ سب سب تیر ملک و یاست  
کی تعلیمات سے پر ہیں اسی قسم کا عہد حضرت نے محمد بن ابی بکر کو بھی تحریر فرمایا تھا جس کو محمد بن عاص نے محمد بن ابی بکر کو نقل  
کے بعد ان کے سامان سے حاصل کر لیا تھا اور اس کو معاویہ کے پاس بھیج دیا تھا۔ صحابہ کرام ابن ابی اکرید نے ان فقرہ کو لکھا کہ یا خطیبہ  
(ترجمہ ابن ابی اکرید جلد دوم صفحہ ۱۳۵ طبع مصر) ابن ابی اکرید کہتے ہیں :-  
ان یکن کتاب الذی کان معاویۃ ینظر فیہ و یحب  
منہ و یقضی بقضایا و احکامہ و  
هو عہد علی علیہ السلام الی الاشتراک فانه لیسج  
وحدہ و منه تعلم الناس الاداب و القضا یا و  
الاحکام و الیاسة و هذا العہد صار الی معاویۃ  
لما سار الاشر و مات قبل و صولہ الی مصر و کان

عہد اسج  
الانطاکی کا  
اعتراف

علی عہد نامہ  
مالک اشتر  
کی تعلیم و تربیت  
کا جذبہ پیدا کرتے ہیں



منظرفیه و یجب منه و تحقیق مثله ان یقتنی فی  
خزائن الملوک ( ابن ابی الحدید جلد دوم صفحہ مصر )  
وقت ملا ہے جب کہ اشتر بنی کو مصر پہنچنے سے پہلے ہی راہیں  
زہر سے ہلاک کر دیا گیا ہے اور ان کے سامان سے یہ عہد نامہ

اس مقام پر ابن ابی الحدید کو دھوکا دیا ہے۔ اس لیے کہ جب مقام عرب میں معاویہ کی خفیہ سازش سے مالک اشتر کو نہ ہر دیا گیا ہے تو ان  
کا سامان لوٹا نہیں گیا اور ان کو معاویہ کا مقصود صرف یہ تھا کہ خفیہ طریقے سے علی کے سپہ سالار کو زہر سے قتل کر دیا جاسکے تاکہ دنیا یہ سمجھے کہ وہ  
طبعی موت سے مرے۔ اس لیے ان کے سامان سے تعرض نہیں کیا جاسکتا تھا، کیونکہ اس سے افشاء کے راز کا خوف تھا علاوہ ازیں مالک اشتر  
خائن نہیں ہوا بلکہ حضرت کے صحابی اصغر بن نباتہ مجاشعی کے پاس مدون و محفوظ تھا (انجیل المقال) ان حضرت کا وہ فرمان جو آپ کے صحابہ کے  
پاس محفوظ نہ تھا اور خائن ہوا وہ وہاں سے جو آپ نے محمد بن ابی بکر کے نام لکھا تھا جس کے متعلق حضرت نے شہادت کے بعد انوار فرمایا  
ان استعمال محمد بن ابی بکر علی مصر فکتب الیہ  
ابن ابی الحدید جلد دوم صفحہ ۲۵۷  
لکھا کہ مجھ کو سنت (تعلیمات نبوی و اسلامی طین حاکمیت) کا علم ہو  
پس میں نے ان کو آداب حکومت و تعلیمات پیغمبر کو لکھ بھیجا مگر وہ نہ  
ان کو قتل کر کے اس کتاب کو ضبط کر لیا۔

یہ محمد بن ابی بکر اشقی کی روایت ہے جس کو کہ اس نے عبد اللہ بن محمد المدائنی سے نقل کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ فرمان وہ نہیں ہے  
مالک اشتر کے نام لکھا گیا تھا، وہ اصل جب محمد بن ابوبکر فسطاط مصر میں عمرو عاص کی فوج سے شکست کھا کر قتل کیے گئے ہیں تو ان کے سامان کو  
دشمنوں نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا جس میں حضرت کا یہ مکتوب بھی تھا جو معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا تھا اور جس کے لیے معاویہ نے ولید بن عقبہ سے  
کہا تھا کہ میں لوگوں سے یہ کہوں گا کہ یہ ابوبکر صدیق کی تحریر ہے جو ان کے بیٹے محمد کے پاس تھی، امیر المؤمنین کو اس کا انقدر تحریر کے ضابطہ بنا  
کا انوس بھی تھا جیسا محمد بن ابی بکر اشقی بیان کرتا ہے۔

فلما بلغ علیا علیہ السلام ان ذلک الکتاب صار الی  
معاویۃ اشتد علیہ حزنا ( ابن ابی الحدید جلد دوم صفحہ ۲۵۷ )  
آپ کو اس پر بہت افسوس ہوا۔

تاریخ کی اس شہادت کے بعد اب متعرض کا یہ اعتراض کیا وقت رکھتا ہے کہ آپ نے مالک اشتر ہی کو ایسا دستور کیوں عطا فرمایا، محمد بن ابی بکر  
کو جب کہ وہ مصر کے گورنر تھے کیوں نہیں عطا کیا گیا تھا؟  
رسالہ المقطعات کا فریب ۲۵۷ء کے بعد لیکن ان حقائق و دلائل کے بعد اس کو ان اور ٹیل اسٹیڈیز لندن یونیورسٹی کے پروفیسر ملوی ایک  
عہد نامہ مالک اشتر کا حنفیہ ہوا  
متعصب سبھی رسالہ "المقطعات" ماہ مارچ ۱۹۵۵ء مطابق ۲۵ رجب الاول ۱۳۷۴ء جلد ۱  
یہ مان لے آئے ہیں اور آپ اس کے صفحہ ۴۸ کو دلائل و حجت کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں، اس رسالہ میں "عبد الامام علی و کتاب السلطان  
ایہ اشقی کے زیر عنوان یہ لکھا گیا ہے کہ سلطان ایران نے متوفی ۱۳۵۷ء کا نسخہ عہد نامہ مالک اشتر جس کی کتابت ۱۳۵۷ء کی ہے وہ  
بہت مختصر ہے بمقابلہ اس عہد نامہ مالک اشتر کے جو نسخہ البلاغہ میں درج ہے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ زیادتی ۱۳۵۷ء سے زمانہ  
نسخ البلاغہ مطبوعہ مصر و بیروت سے متعلق ہے کہ درمیان میں واقع ہوئی، یہ دلیل ایسی ہے جس سے بچوں کو بھی ہمیشہ آئے کہ لندن  
کا یہ فیصلہ آنا سادہ و سادہ ہے لیکن ایک ہوش مند اس پر روتے گا، بریں عقل و دانش یا نیک گریٹ!

اس لیے کہ اگر ہمیں مکتب است و انان ملا کار غفلاں خراب خوابد مشد  
سلطان ایران نے ان سے تقریباً ساڑھے چار سو برس پہلے  
نیا جانتی ہے کہ یہ رضی صبح البلاغہ کی تالیف سے رجب ۱۳۷۴ء میں فارغ ہوئی  
یہ جیسا کہ آخر کتاب میں یہ رضی نے خود اختتام سال تالیف کو درج فرمایا ہے  
جو طبع و مخطوط نسخ البلاغہ کے ہر نسخہ میں موجود ہے اس کے بعد علماء و ادبا اس پر کتاب برابر متداول و مشہور رہی شامین اس کی  
شرح کرتے رہے اگر اس میں بعد میں زیادتی ہوئی تو کوئی شاعر اس پر غزوہ و شبہ کرتا نسخ البلاغہ کے مخطوطات جیسا کہ کثرت مخطوطات و  
دشمن سے پہلے لکھا ہوا ایک نسخہ البلاغہ نجف میں موجود ہے اس کے علاوہ ایک نادر مخطوطہ شہر جرجس کے مدرسہ  
"حسن" میں ہے جو علامہ "ساجیہ" میں واقع ہے، یہ نسخہ درج حریر پر قدیم رسم الخط میں نہایت خوش خط قلمی ہے جس کے خوان

عہد نامہ  
محمد بن ابی بکر  
کو معاویہ ۲  
میں کر لیا تھا

معاویہ نے  
اسے لکھ کر  
مالک اشتر کو  
کہا کہ میں  
لوگوں سے  
یہ کہوں گا

نسخ البلاغہ  
کے ہر نسخہ  
میں موجود  
ہے اس کے  
بعد علماء

لوگوں سے مزین ہیں، ان لوگوں میں لاہور دی رنگ کو خاص خصوصیت ہے جلد سیاہ ہے اور اس پر نقش و نگار بنائے گئے ہیں  
خاص خصوصیت یہ ہے کہ یہ نسخہ دولت بنی عباس کا مشہور کتاب "یا قوت المستعصمی" کا لکھا ہوا ہے، کا تب نے ان الفاظ کے ساتھ  
لکھے نام کو لکھا ہے "کتبہ العبد الفقیر الی رحمة اللہ تعالیٰ یا قوت بن عبد اللہ الکاتب النوری" یہ امر ضرور قابل توجہ ہے  
کاتب نے اپنی عادت کے مطابق اپنے کو "خليفة مستعصم بالله العباسی" کی طرف منسوب نہیں کیا ہے بلکہ بجائے "مستعصمی" کے  
"نوری" لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے،

قد صرح النقل عن بعض الثقات ان قدوة الکتاب  
یا قوت المنسوب الی المستعصم بالله اخرا الخلفاء  
العباسیۃ بعد ان قتل المستعصم لم یسب نفسه  
الیہ حدثاً واحتیاطاً بل کتب بذكر المستعصمی  
"النوری" نسبة اراولته وارتباطه الی ابی الحسین  
النوری اللہی ہومن خلفاء المجتہد البخداوی  
قدس سرہ  
یا قوت المستعصمی نے خلیفہ مستعصم باللہ کے قتل کے بعد بسبب  
خوف و احتیاط کے اپنے نام کے ساتھ مستعصمی لکھنا ترک کر دیا  
تھا اور ابو الحسین النوری جو جنید بغدادی کے خلفا میں سے  
تھے کے ساتھ اراولت و عقیدت رکھنے کی وجہ سے اپنے نام کے  
نوری لکھنے لگا تھا  
(مخطوطات المصل تالیف وکتور داؤد الجلی المصلی ص ۱۱۲)  
۱۲۹۷ء طبع مطبع فرات بغداد ۱۲۹۷ء

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ یا قوت نے صفر ۲۵۷ء کے بعد اس نسخہ کی کتابت کی ہے اس لیے کہ ۱۲ صفر ۲۵۷ء کو مستعصم  
قتل ہوا ہے، لکھا ہوا ایک نسخہ خطی بخط عرب کتب خانہ نا صریہ لکھنؤ میں موجود ہے جس کی کتابت محمد بن حسین معروف  
برائے انکال بھیجی گئی ہے جو علماء اہل سنت سے ہیں، موصوف نے صرف کتابت ہی نہیں فرمائی ہے بلکہ حاشیہ پر عمل لغات اور  
تشریحات و انادات کا اضافہ بھی فرمایا ہے جس کی حیثیت ایک مستقل شرح کی ہو گئی ہے، اس نسخہ میں از ورق ۱۱۱ تا ورق ۱۰۷  
تمام و کمال عہد نامہ مالک اشتر موجود ہے، ورق ۱۰۷ کے حاشیہ پر نفس عہد نامہ کے متعلق یہ افادہ فرمایا ہے۔

افادہ ۱۰ - ہذا العہد کانت عامۃ شایعۃ لجمیع المسلمین  
وان لم یکن الا شریعۃ برفانۃ توفی بدہ عن قلیل بعد ذلک  
ورق ۱۰۷ تا ورق ۱۰۸ کتابت ان لفظوں میں درج ہے :-  
وقع الغراغ من شریعۃ یوم الثلثا الرابع والعشرین  
من ذی الحجۃ وهو یوم المباحلہ ونعم فوافق اتمام  
الختار کلام الامام المقدم للمناصلۃ والمصدی  
للمباحلہ یوم المباحلہ سنۃ اربع وسبعین و  
ستمائة طبریۃ بخط العبد المذنب الضعیف و  
المجرم الخفیف محمد بن الحسین المعروف بابن  
الظفاری الکجی حاملاً ومصلیاً -  
یہ عہد نامہ تمام مسلمانوں میں عام طور سے رائج و شائع رہا ہے اگرچہ  
مالک اشتر اس پر عمل نہ ہو سکے کیونکہ صدر و عقبہ کے بعد ہی انکی وفات واقع ہوئی

اس سے قریبی نسخہ جو شاہ محمد کا لکھا ہوا ہے ممتاز العلماء سید محمد تقی صاحب کے کتب خانہ شہر لکھنؤ میں موجود ہے جس کا خط بہت  
بلا کیڑہ ہے، اس سے بھی زیادہ قریبی مخطوط نسخ البلاغہ جو تقریباً ۱۲۵۷ء کا تحریر کیا ہوا ہے لیٹن لائبریری سلیم یونیورسٹی  
علی گڑھ میں موجود ہے جو بعض کتب ادب نمبر ۴ پر محفوظ ہے، لیکن ان میں سے کسی قدیم ترین نسخے کو میں نے ۲۹ ستمبر ۱۹۲۵ء  
مطابق ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۴۴ء یوم و شبہ کو طہران میں وکتر سید صدر الدین نصیری کے محفوظات مخطوطات میں دیکھا ہے یہ نسخہ  
کا لکھا ہوا ہے جو علامہ سید رضی متوفی ۱۳۵۷ء کے انتقال کے ۷۰ سال بعد کا تحریر کر دیا ہے، اس کے کاتب نے اپنے نام اور سال  
کتابت کو ان الفاظ میں لکھا ہے۔

فرغ من کتابتہ فضل اللہ بن طاہر بن مظہر الحسینی  
فی الرابع من رجب سنۃ اربع وستمائة  
اس کی کتابت سے فضل اللہ بن طاہر بن مظہر حسینی نے جو تحریر  
۱۲۹۷ء میں فراغت حاصل کی۔

شہر مدینہ میں  
یا قوت مستعصمی  
کا لکھا ہوا  
نسخ البلاغہ  
جس کا کاتب  
۲۵۷ء  
کے بعد لکھا

۲۵۷ء  
کا مخطوطہ

۲۵۱۰  
کا مخطوطہ

۲۵۵۰  
کا مخطوطہ

۲۳۳۲  
کا مخطوطہ



اس نسخہ پر الامام ابو یوسف یعقوب بن احمد نے اپنے خط سے یہ اشعار لکھے ہیں

نہج البلاغة نہج مہج جدد  
اعدل الیہ فضیہ الخیر والرشد  
عن شافیات عظات ککھا سدر  
صلی علی ناظمیہا ربنا الصمد  
ما حالہم دونہا ان کت لا تصنفی  
اس کے بعد علامہ مذکور کے خلف الصدق الامام ابو جعفر الحسن بن یعقوب نے یہ اشعار لکھے ہیں :-

نہج البلاغة روض جادة درر  
نہج البلاغة وشی حاکہ صنع  
ارجونہ ملیت عطر اماذا افتتحت  
صدقتکم سادتی والصدق من عادتی  
صلی الاله علی بحر اواذیہ  
سرت بہ تخونا مالا لا القہر

ان تمام نسخوں میں عہد مالک اشتر بن قیس فرق کے موجود ہے جو مطبوعہ نسخہ میں پایا جاتا ہے، یہ فیصلہ خلاصہ عزید بطالعہ کے ہے جو یونیورسٹی سے رخصت لے کر ان مقامات پر جائیں و ملاحظہ کریں، اس مطالعہ میں آپ کو علامہ عبدالحسین احمد الامینی لکھنے سے بھی کافی مدد ملے گی جن کی کتاب التذکرہ کو دیکھ کر آپ اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ "ان قضیۃ الغدیر لاشک فی صحتها (تذکرہ ص ۵۷۵ و ۵۷۶) نہج البلاغہ کے قدیمی مخطوطات کو ملاحظہ فرمانے کے علاوہ اگر اس کی شرح پر نظر فرمائیے تو اس وقت بھی ملکہ صاف ہو جاتا ہے۔

شرح ابن ابی احمد عبد الحمید المتوفی ۵۵۵ھ اور شرح علامہ ابن میثم المتوفی ۵۶۹ھ ملاحظہ فرمائیے ان اشعار کے مخطوطات مطبوعات میں آپ دیکھیں گے کہ نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت و مصر میں جو عہد نامہ مالک اشتر سے بعینہ وہی ان شروحوں میں بھی کسی فرق کے پایا جاتا ہے، نسخہ سلطان بایزید دوم تو ۹۷۵ھ کا لکھا ہوا ہے بقول "المقتطف" جس وقت کہ بعد سے اضافہ کیا گیا تو ان قدیمی نسخوں میں کیونکر اضافہ ہو گیا، بایزید ثانی کے نسخہ کو دیکھ کر یہ خیالی عمارت قائم کرنا کہ اگر اس سے قدیمی کوئی اور نسخہ عہد مالک اشتر کا ہے تو وہ اس سے بھی مختصر ہو گا، یہاں تک کہ آخری نسخہ چند سطروں کا رہ جائے گا کہ قدرتی ہے، بایزید ثانی والا نسخہ تو ۹۷۵ھ کا لکھا ہوا ہے، لیکن نہج البلاغہ جس کا سال تالیف سن ۵۵۵ھ سے بھی قدیم کتاب میں وہی عہد نامہ مالک اشتر جو نہج البلاغہ میں ہے اسی طناب و متنوع مضامین کے ساتھ دیکھلا دول چنانچہ محمد بن حسن بن علی بن شیبہ اعلیٰ المتوفی ۵۸۵ھ نے اسی شرح و بط کے ساتھ عہد نامہ مالک اشتر کو اپنی کتابت میں وارد فرمایا ہے، تحت العقول کے مخطوطات عراق و ایران و ہندستان کے کتاب خانوں میں موجود ہیں اس کے علاوہ کتاب عرصہ ہوا ایمان میں طبع ہو چکی ہے۔

سلطان بایزید دوم کا نسخہ عہد مالک اشتر اصل اس امر کو تسلیم کرنے میں کیا قہاحت ہے کہ سلطان بایزید دوم والا نسخہ جس کو عہد مالک اشتر سے جس کو کسی صورتی نے لکھا ہے وہ نہج البلاغہ یا تحت العقول سے اخذ ہوا ہے اور اصل معلوم ہے کہ اسے کسی شخص نے جو مذاق تصوف رکھتا تھا اس نے عہد مالک اشتر کا خلاصہ کیا ہے اپنے مذاق تصوف کی بنا پر یہاں چیزوں کو وہ ضروری سمجھتا تھا اس نے اس کو ایک سلسلہ سے نقل کیا اور بقیہ مضامین کو حذف کر دیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس نسخہ کے پہلے صفحہ پر پیشانی کے اوپر اصل عبارت کو شروع کرنے سے پہلے یہ لکھا ہوا ہے

کتاب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الیہ صلاۃ بن الاشراف فی النصیحة من قبل التصوف  
کتب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نامہ مالک اشتر

اب بتائے کیا عہد مالک اشتر کا موضوع تصوف ہے یہ تو احکام سلطنت و تدبیر مملکت کا ایک دستور ہے، بات یہ ہے کہ خدو سلطان بایزید بن محمد خان کا مذاق بھی تصوف کا تھا، اور مشہور رسولی محمد الاسکلیسی متوفی ۹۷۵ھ کا مرید تھا، سلطان بایزید کی ارادت کی وجہ سے صوفی "شیخ السلطان" کے لقب سے مشہور تھا اور سلطان بہت زیادہ اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا، اشفاق النعمانیہ بر حاشیہ و نیات الاعیان جلد اول ص ۱۷۷ طبع مصر سلطان بایزید ۹۷۵ھ میں تخت پر بیٹھا ہے، سلطان اپنے پیر سے عقیدت ولی عہدی ہی کے زمانہ سے بھی جب کہ وہ امامیہ کا حاکم تھا، کیا تجسس کرے کہ یہ نسخہ خود ان کے پیر کا عطیہ ہو اور خود ان کے پیر ہی کا لکھا ہوا بھی ہو، کیونکہ لکھنے والے نے صرف آخر میں یہی لکھا ہے "عہد الکاتب" اور اسی وجہ سے سلطان اس نسخہ کو تبرک و پیر کا عطیہ سمجھ کر اپنے پاس رکھتا رہا ہو،

خلاصہ صاحب کو ایک مشورہ | خلاصہ صاحب کو اگر صرف مابعد کے ایک مختصر و موجز نسخہ کے وجود سے یہ نہی استدلال کرنے کی عادت ہے تو میں موصوف کے مذاق طبع کو ملحوظ کر کے اس طرف متوجہ کر دوں کہ کسی موقع پر اس پر بھی قلم اٹھائیے اور یونہی رائے قائم فرمائیے۔

Rev. Alphonse Mingana, O. S. A. R. P. R. D. الفانومیگنا، ڈی، ڈی  
Agnes Smith Lewis, O. S. A. L. S. A. ایگنس اسمتھ لوئس، ڈی، ڈی، ال ال ڈی لیچ  
ڈی، ڈی، پی، ایچ، ڈی

انماذہ الریات عربی و الاسلامیہ نے سورہائے اعراف، التوبہ، مود، الرعد، ابراہیم، الحجر، الاسری، النور، القصص، العنکبوت، المؤمن، فصلت، الدخان، الحجاثیہ کے اجزاء کو بعنوان "نسخ ثمنیہ و قدیمہ من القرآن الشریف" شائع کیا ہے، متذکرہ بالا سوروں کے یہ اجزاء ایسے تین قدیمی قرآن سے تعلق رکھتے ہیں جو مصحف عثمانی کی تدوین سے پہلے مدون ہوئے تھے، اس کے علاوہ ان قدیمی صفحات قرآن کے عکس (فوٹو) بھی دیئے گئے ہیں، یہ سورے خط کوفی میں

ان سوروں میں اور مصحف عثمانی میں جو سورے درج ہیں اختلاف ہے، تفصیل کے لیے اصل کتاب ملاحظہ ہوں گا، نام یہ ہے Leaves from three ancient Qurans, Possibly pre-ottomanic with list of their variants.

یہ کتاب اسلام میں کیمبرج یونیورسٹی سے شائع ہوئی ہے اسی کے ساتھ ہی ساتھ اس خطوط قرآن کو بھی ملاحظہ کیجئے جو ہندستان کے مشہور اور فیصل لاہری لائبریری ہائے یونیورسٹی میں ہے، اس قرآن کا نمبر ۱۲۰ ہے اس قرآن کی ترتیب عثمانی ترتیب کے مطابق نہیں ہے، بلکہ تشریل کے اعتبار سے سوروں کی ترتیب یوں ہے، فاتحہ، علق، قلم، مزمل، مدثر، الی لب، تکویر، الاعلیٰ، البلیل، الفجر، الضحیٰ، انشراح، العصر، العادیات، الکوتر، الشکاشہ، المادون، الکافرون، الفیل، الفلق، الناس، الاخلاص، البقرہ، عبس، القدر، الشمس، البروج، التین، قریش، قارہ، القیامت، الہمزہ، المرسلات، ق، البلد، الطارق، القمر، ص، الاعراف، الجن، یس، زقان، الملک، مریم، طہ، مود، یوسف، حجر، الغام، صافات، لقمان، الباء، الزمر، المؤمن، السجدہ، الثوری، زخرف، دخان، جاثیہ، احقاف، ذاریات، انبیاء، غاشیہ، کہف، نحل، فوج، ابراہیم، مؤمنون، الم سجدہ، طور، ملک، الاحادہ، سراج، انباء، الزمرات، الشقاق، انفطار، محمد، رعد، رحمن، بل اق، طلاق، بقیہ، حشر، نصر، نور، حج، المنفقین، کادہ، احزاب، تحریم، الصف، جمعہ، التغابن، الفتح، التوبہ، المائدہ، النورین، الولایہ۔

خاص خصوصیت یہ ہے کہ سب کے آخر میں دو سورے "سورۃ النورین" اور "سورۃ الولایہ" زیادہ ہے جس میں اہمیت کا ذکر ہے اور حضرت علی کی خلافت کا ذکر نام کے ساتھ ہے۔

Catalogue of the arabic and persian manuscripts



in the orienet Public Library at Bankipore Patna India vol XVIII, Auratic Science Part I by مولوی معین الدین ندوی طبع پیشط مشن پریس کلکتہ ۱۹۳۰ء صفحہ ۴۳، نمبر قرآن ۱۲۰۴،

تذکرہ مخطوطات قرآن کے بعد کیا پر وقیر خصوصی اسلامک ریویو لندن میں ایک مضمون اس موضوع پر لکھنے کے لیے تیار ہیں کہ موجودہ و متداول مصحف عثمان ناقص، محزون، اور مشکوک ہے، کیونکہ جو ثبوت آپ نے عمد مالک شتر کے سلسلہ میں دیا ہے اس سے زیادہ قوی دلائل آپ کو یہاں مل جاویں گے، اور مزید ثبوت آپ کو محدثین صحاح ستہ اور مفسرین و مخرجین اہلسنت کے یہاں سے آپ کو فراہم ہو جاوے گا،

### خاصی صاحب کا ایک ضمنی شبہہ کہ علی کے عہد میں کاغذ کا وجود نہ تھا

خصوصی صاحب نے اپنے سلسلہ کلام میں ایک شبہہ یہ بھی وارد کیا ہے کہ اوائل اسلام میں عرب میں کاغذ کا وجود نہ تھا بلکہ سب سے پہلے حجاج بن یوسف نے کاغذ کا استعمال کیا، اس لیے حضرت علیؓ اپنے اس طویل عہد کو جو مالک اشتر کے نام ہے کیونکر لکھ سکتے تھے۔

### جواب

بروقیر خصوصی کے اس شبہہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موصوف قرآن، حدیث، تاریخ اسلام ان سب سے بے خبر ہیں اگر موصوف کا مطالعہ وسیع ہوتا تو یہ اشتباہ نہ وارد کرتے، قرآن مجید میں ایسی آیات موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے نزول قرآن کے وقت عربوں میں ایسی چیزیں موجود تھیں جن پر وہ لکھا کرتے تھے، سورہ بقرہ ۲۸۲ آیت ملاحظہ ہو **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَلَّيْتُمْ فَلْيُكَلِّمُوا الَّذِينَ يُكَلِّمُكُمْ فِيهَا وَلْيُحْكُمُوا فِيهَا** اسے ایان دار و جب ایک مینا و مقر تک کے لیے آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اس معاملہ کو لکھ لیا کرو

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت کے عہد میں لکھنے پڑھنے سے لوگ واقف تھے اور از شتم کاغذ ایسی چیز تھا موجود تھیں جن پر لکھا جاتا تھا، اگر ایسا نہ ہو تو یہ حکم نہیں ہو جاوے گا، اب اگر یہ کہا جاوے کہ اس حکم کی پابندی ایک مختصر یا دشت سے ہو سکتی ہے اور ایسی یادداشت کسی چیز پر بھی تحریر ہو سکتی ہے یہ ایراد تو طویل عبارات سے متعلق ہے قرآن اس شبہہ کو بھی یوں دفع کرتا ہے۔

**وَقَالُوا اساطير الاولين اكتبها فنفخ على نفثها** اور اگر یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن انگوں کے نفثے ہیں جس کو بکروہ و اصیلا (رقان آیت ۵)

کیا اس آیت سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ اس عہد میں کوئی ایسی چیز موجود تھی جس پر قرآن ایسی ضخیم کتاب جس میں سورہ بقرہ کا سوا ہولائی سورہ بکرا موجود ہو تحریر کیا جاسکتا تھا، جیسی تو کفار یہ طعن کرتے تھے، رہا یہ امر کہ آخر وہ کون سی چیزیں تھیں جن پر وہ لکھا کرتے تھے، قرآن نے اس میں سے ایک شے کو بتلایا ہے، جس کو وہ قرطاس (عہد کھڑا) کہتے تھے۔

**وَنُزِّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ فَطُوحًا حَرَامًا** (سورہ فہم آیت ۱) لے رسول اکرم قرطاس کاغذ، پر لکھی لکھائی کتاب بھی نازل کرتے دوسری جگہ ہے **"فَتَقْلُدُوا نَظِيرًا"** (انعام آیت ۹۲) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت عرب میں قرطاس کا وجود تھا جس پر لکھا جاتا تھا، قرآن میں خصوصیت کے ساتھ قرطاس کا ذکر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ چیز وہ ہے

لکھا جاتا تھا ان میں قرطاس کا استعمال عام تھا جس سے عرب اچھی طرح واقف تھے، قرطاس ہو گیا، اس کے لیے لغات ملاحظہ فرمائیے **"القرطاس ما يكتب فيه"** (مصباح المنیر) **"القرطاس الصحيفة التي يكتب فيها"** (اقترب الموائد)

**"القرطاس"** الکاخن ..... **والصحيحة** من أي شيء كانت **"(رقاموس)"** **الصحيحة** التي يكتب فيها **الصحيحة** من أي شيء كانت **"(المبجل)"** اس سے یہ معلوم ہوا کہ اہل عرب کے نزدیک جس پر لکھا جلت خواہ وہ کاغذ ہو، یا کھیرا یا چمڑا یا کوئی اور چیز جس پر لکھ سکیں اس کو قرطاس کہتے تھے، چنانچہ اوائل عرب سندسہ ذیل چیزوں پر لکھا کرتے تھے **"عصب"** (کھجور کی شاخ) **"لخغه"** (چھڑکی تیلی تختیاں یعنی سلیٹ) **"كتف"** (اونٹ یا بکری وغیرہ کے شانے کی چوڑی ڈیاں) **"قنب"** (ان کی کھڑکی) **"سرق"** (باریک کھال، جھلی) **"مهرق"** (سفید ریشمی کپڑا جس کو لکھنے کے لیے درست کرتے تھے) لیکن ان سب چیزوں میں زیادہ تر یہ لوگ رقی یا مهرق پر لکھا کرتے تھے، عموماً یہی دو چیزیں لکھنے کے کام میں آتی تھیں، **"سرق"** ایسی باریک کھال اور چمڑے کو کہتے ہیں جو کاغذ کی طرح بنائی جاتی تھی، یہ لفظ قرآن میں بھی اسی معنوں میں آیا ہے، **"لسان العرب"** میں **الرق** بالفتح ما يكتب فيه وهو جلد رقيق ومنه **قوله تعالى في سرق منشور**

علامہ ابن خلدون اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں :- **الرق** بالفتح ما يكتب فيه وهو جلد رقيق ومنه **قوله تعالى في سرق منشور** اور ای منی میں قرآن میں ہے **"وكتبنا سطورا في سرق منشور"** وہ کتاب جو کشادہ اور آبی میں لکھی ہوتی ہے

**وكانت السجلات** اوائل لا نتسخ العلوم وكتب الرسائل السلطانية والاقطاعات والصكوك في الرقوق المهيأة بالصناعة من الجلد لكنثرة الرفة وقلة التاليف صدر الملة كما نذكره وقلة الرسائل السلطانية والصكوك مع ذلك فاقصر واعلى الكتاب في الرق تشريفاً للمكتوبات وميلابها **الى الصحة والاتقان** **"مهرق"** اس سفید ریشمی کپڑے کو کہتے تھے جس پر گوند لیس کر خوب گھوٹتے اور چکنا کر لیتے یہاں تک کہ وہ لکھنے کے قابل ہو جاتا تھا **"لسان العرب"** میں ہے **المهرق** الصحيفة البيضاء يكتب فيها وقيل قوب حبره يبيض يستقى الصمغ ويعققل ثم يكتب فيه **لؤلؤ** لؤلؤ سیمی **"صناعة الطرب"** میں لکھتا ہے، **قال الزوزني** انهم كانوا ياخذون الخرق قده يطلونها بشئ ثم يصقلونها ويكتبون عليها ويسموننها المهرق **زوزنی نے کہا ہے کہ اہل عرب پہلے ایسے کپڑے کے ٹکڑے پر لکھا کرتے تھے جسے وہ روعن دے کر گھوٹتے اور چکنا کر لیتے تھے اس کو وہ "مهرق" کہتے تھے**

**قرطاس** عموماً عرب میں پایا جاتا تھا، اسی بنا پر آنحضرت صلعم نے **مزل الموت** کی اپنی ایسی وصیت تحریر فرمائی کہ اس کے بعد آپ کی امت گمراہ نہ ہو سکے اصحاب سے اس کو طلب فرمایا تھا علامہ محمد بن عبد الکریم شہرستانی متوفی ۵۵۰ھ کے کتاب **المنطق** میں لکھتے ہیں :-

**قال تانق** في مرضه عليه السلام فصار داه محمد بن اسعيل البصري باسناد عن عبد الله بن عباس قال لما اشتد بالنبي صلعم مرضه اللذي مات فيه قال استوني بدواة وقرطاس اكتب لكم كتابا لا تضلوا بعدى فقال عمر بن عبد الله صلعم قد علمه الوجع حسينا كتاب الله وكثر اللفظ فقال النبي صلعم قوموا عني لا ينبغي

پہلا جھگڑا جو حالت مرض رسول میں خود آنحضرت کے سامنے ہوا وہ یہ تھا جس کو بخاری نے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلعم پر مرض کی شدت ہوئی تو آپ نے فرمایا قرطاس (کاغذ) و دوات لاؤ مجھے لے ایسی تحریر لکھ دو جس کے بعد تم میرا گمراہ نہ ہو سکو، عمر نے کہا (معاذ اللہ) رسول اللہ پر مرض کا غلبہ ہے اس لیے عمر درست نہیں ہے) ہمارے لیے بس قرآن کافی ہے اس پر آپ

ابن خلدون  
چیزیں  
لکھنے کا کام  
آتی تھیں  
عصب  
کتف  
سرق

اہم تحریری  
اور  
دست اور  
پر لکھی جاتی  
تھیں

مهرق کپڑے  
پائے گئے

قرآن  
کے وقت کا  
چیزیں  
لکھنے کا کام  
آتی تھیں  
عصب  
کتف  
سرق

قرطاس  
کاغذ کا  
نوع

قرطاس  
کاغذ کا  
نوع







حیرہ (کوہ کے قریب پشت پر واقع تھا) کے بندرگاہ پر چین و ہندستان سے جہاز آ کر تے تھے (مروج الذهب جلد ۱ ص ۱۰۰ طبع مصر)

ان حالات میں چین سے کوہ میں کاغذ نہیں پہنچ سکتا تھا؟  
نور اور تو سمجھے کہ جس زمانہ میں عہد نامہ مالک شتر کو حضرت نے تحریر فرمایا ہے انہیں ایام میں جیسا کہ کبھی بتلایا چکا ہوں ان کے  
میں "رفع مصاحف" کا وقت دینا کے سامنے آیا جس میں معاویہ کے لشکر میں پانچ سو کی تعداد میں قرآن نیزوں پر بلند کیے گئے تھے  
معاویہ کے لشکر میں جن کو دین سے آشنا لگاؤ نہ تھا قرآن کی یہ تعداد ہے اب اسی سے اندازہ لگایا جائے کہ خود امیر المومنین کے لشکر  
میں قرآن کس زیادہ تعداد میں ہے ہو گئے علاوہ ازیں جب جنگ کی حالت میں بحالت سفر ایک لشکر میں اتنے قرآن تھے تو عام  
اسلام میں مسلمانوں کے پاس کتنے کثیر قرآن رہے ہونگے، آخر قرآن ایسی ضخیم کتاب کے لکھنے کے لیے کس پیپر پر لکھے گئے کاغذ کی  
"سیلابی لکھی تھی" اس تاریخی شہادت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں قرطاس و کاغذ کا قحط نہ تھا بلکہ عام طور سے دستیاب بہت  
عام لشکر والوں کو تو ایک ضخیم کتاب لکھنے کے لیے کاغذ دستیاب ہو جاتا ہے لیکن امیر المومنین علی ابن ابی طالب جو تمام عالم اسلام کے  
سلطان ہیں وہ اپنے گورنروں کو دستور حکومت لکھنے کے لیے کاغذ نہ پاسکیں ان ہندوستانی عجائب یہ بھی ملحوظ رہے کہ فیضان  
کے عہد سے ایرانی طرز پر "دیوان و دفتر" کی تاسیس ہوئی اس کے لیے بھی تو قرطاس و کاغذ کی حاجت تھی اس ضرورت  
کیونکہ پورا کیا جاتا تھا؟ ظاہر ہے کہ اندرون ملک یا بیرون ملک جہاں سے بھی ممکن الحصول ہوگا اس کو برآمد کیا جائیگا  
یہ ضرور ہے کہ اس خرچ کا بار بہت المال پر کافی پڑتا ہوگا امیر المومنین نے اپنے زمانہ حکومت میں یہ ضرور کیا کہ  
کے زیادہ صرف مہنے سے جو بار اسلامی بیت المال پر پڑتا تھا اس کو کم کیا چنانچہ حضرت نے اپنے مال حکومت و اہل دفتر کو یہ فرمان بھیجا  
ان امیر المومنین کتب الی عمالہ اذ قد اقلنا لکم  
وقاربوا بین سطورکم واحدا فوا من فضولکم  
واقصدوا قصد المعانی وایاکم والا کثارتان  
احوال المسالین لا تحتل الاضار  
مطلب یہ ہے کہ اصل مقصد و مراد کے تحریر کرنے سے تغلیل ہوگی جو اقتضا و ہے فضول عبارت تحریر کرنے سے اور بولے  
حروف و فاصلہ دے کر لکھنے سے روٹن یا و کاغذ بیکار ضائع جائے گا جس سے اسلامی بیت المال کا نقصان ہے اقتضا  
مسائل کے حل کرنے والے دیکھیں کہ آج اقتصاد دی مشکلات میں پڑنے کے بعد موجودہ حکومتیں جن امور پر عمل کر رہی ہیں  
وہ دراصل امیر المومنین کے مانند کہ وہ احکامات ہیں۔

ہاں جس نے کو لکھا جائے اس کی اہمیت و عظمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کو اختصار کے لیے باریک لکھنا مناسب  
نہیں ہے بلکہ اس کو روشن و جلی خط میں لکھنا چاہیے، چاہے کاغذ زیادہ کیوں نہ صرف ہو جاوے، جیسا کہ امیر المومنین  
علی السلام کا ارشاد ہے کہ مصحف کو باریک قلم سے لکھ کر چھوٹا نہ کر و (کنز العمال جلد ۱ ص ۱۳۲) اسی طرح جو عہد نامہ آپ نے  
مالک شتر کے نام تحریر فرمایا جو کہ دستور حکومت ہونے کی وجہ سے اس کی افادیت و اہمیت بہت زیادہ تھی اس لیے حضرت  
نے اس کو تفصیل کے ساتھ بہت ہی شرح و بسط کے ساتھ تحریر فرمایا اور یہاں پر کاغذ کے زیادہ خرچ ہونے کا لحاظ رکھنا  
غیر ضروری سمجھا۔

### پانچواں شبہ

شیخ البلاغہ میں تصوف کی جہلک سے جو حضرت کے عہد کا مذاق نہیں ہے بلکہ آپ کے بعد یہ مذاق پیدا ہوا اسی طرح  
اس میں غیب کی خبریں بھی پائی جاتی ہیں، علی کو غیب کی خبروں سے کیا واسطہ؟

### جواب

یہ اعتراض محمد عجیب ہے جو جہل مرکب کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، معترض نے دراصل حقیقت تصوف کو نہیں سمجھا ہے

کوہ کے قریب  
حیرہ کے قریب  
نور اور تو سمجھے  
معاویہ کے لشکر  
میں قرآن کس  
اسلام میں  
سلطان ہیں  
کیونکہ پورا  
یہ ضرور ہے  
کے زیادہ صرف  
ان امیر المومنین  
وقاربوا بین  
واقصدوا قصد  
احوال المسالین  
مطلب یہ ہے  
حروف و فاصلہ  
مسائل کے حل  
وہ دراصل  
ہاں جس نے  
نہیں ہے بلکہ  
علی السلام کا  
مالک شتر کے  
نے اس کو تفصیل  
غیر ضروری

علی کے عہد  
میں کاغذ  
کا قحط نہ  
تھا  
دیوان کی  
تاسیس جو  
خلیفہ دوم  
نے کی تھی  
اس کے لیے  
کاغذ کہاں  
سے آتا

کاغذ کا خرچ  
کرنے کے لیے  
امیر المومنین  
کا ایک نقصان  
تھا

بیت قرآن  
کے متعلق  
کا کاغذ  
تھم

اولی تصوف کو یونان کا فلسفہ سمجھے ہیں، جس سے بہت دلوں کے بعد عرب رو شاس ہوئے، غالباً اسی وجہ سے  
ان ذمہ قریح و کثرت فی الفلسفہ (پیردفیسر ادبیات عربی و فلسفہ اسلام بیروت یونیورسٹی) نے اپنی کتاب "التصوف  
فی الاسلام" کے شروع میں جو پہلا جملہ لکھا ہے وہ یہی ہے کہ "لیس التصوف فلسفۃ" تصوف فلسفہ نہیں ہے، بہر حال  
اگر کچھ کیا جاوے کہ تصوف کیا ہے تو معترض کو محل شک نہ رہے گا۔ سنئے حقیقت تصوف یہ ہے۔

در اصل التصوف العکوف علی العبادۃ والانتقطاع  
الی اللہ تعالیٰ والاعراض عن شغرف الدنیا و زینتها  
والزہد فی ما یقبل علیہ الجہور من لذۃ و مال  
وجاہ والاغتراف عن الخلق فی الخلوة والعبادۃ  
یہ قرین علامہ ابن خلدون مغربی نے بھی کی ہے (المقدمہ ابن خلدون ص ۲۷) جنید بغدادی سے جب تصوف کے لیے  
سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا۔

تصفیۃ القلب عن موافقۃ البریۃ  
ومعارفۃ الاخلاق الطبیعیۃ  
وخصائص صفات البشریۃ  
ومحایبہ الدواعی النفسانیۃ  
ومساللۃ الصفات الروحانیۃ  
والشغل بالعلوم الحقیقۃ  
واستعمال ما ہو ولی علی الابدیۃ  
والنصح لجمیع الامۃ، والوفاء للہ علی الحقیقۃ  
واتباع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فی الشریعۃ  
کتاب التمرین لمدہب اصل التصوف علامہ ابوبکر محمد بن اسحاق البخاری الکلبا بادی المتوفی ۳۸۵ھ معجمہ پر دفسر ہے۔ ج  
آدربری (میرزا محمد باقر . نو . لکھ صفحہ ۹ طبع مصر)

ایک دوسرے سائل کے جواب میں حقیقت تصوف پر جنید نے یوں روشنی ڈالی ہے  
اسم جامع لعشرۃ  
الثقل من کل شیء من الدنیا عن التکاثر فیضا  
والثانی اعتماد القلب علی اللہ عز وجل من السکون  
الاثبات  
والثالث الرغبۃ فی الطاعات من التطوع فی  
وجہ العوائق  
والرابع الصبر عن فقد الدنیا عن الخوف الی المثلۃ  
والشکوہ  
والخامس التہیز فی الاخذ عند وجود الشی  
والسادس الشغل باللہ عز وجل عن سائر  
الامشغال  
والسابع الذکر الخفی عن جمیع الاذکار  
والثامن تحقیق الاخلاص فی دخول الوسوسۃ  
تصوف ایک ایسا اسم جامع ہے جو دس معنوں پر مشتمل ہے  
۱۔ دنیا کی ہر چیز میں کمی کرنا اور زیادتی سے بچنا  
۲۔ خدا کے سوا قلب کو کسی پر اعتماد نہ حاصل ہو  
۳۔ اس کے عفو کو مانتے ہوئے اطاعت و فرماں برداری کے  
ساتھ طاعات خدا کی طرف متوجہ رہنا  
۴۔ دنیا کے فقدان پر اس طرح صبر کرنا کہ لب پر حرف سوال و  
شکوہ نہ آنے پائے  
۵۔ دنیا کے وجود ہونے پر اس قدر کو باقی رکھنا کہ گمراہی اور گمراہی نہ لے  
۶۔ دنیا کے اشغال ترک کر کے خدا کے شغل میں مصروف  
رہنا  
۷۔ تمام ذکروں کو ترک کر کے خدا کا ذکر غرض کرنا  
۸۔ دل میں وسوسہ پیدا ہونے پر تحقیق اخلاص کرنا

تصوف  
فلسفہ نہیں  
ہے

حقیقت تصوف

تصوف کی  
تعریف  
جنید بغدادی  
کی  
زبان

جنید بغدادی  
کی نزدیک  
تصوف کی  
حقیقت



والتاسع اليقين في دخول الشك  
والله اشركون الى الله عز وجل من الاضطراب والوحشة  
فاذا استجمع هذه الحاصل استحق بها الاسم  
الاقصو كاذب (حلية الاوليا، ابونعيم جلد اول ص ۲۲ طبع مصر)

ابو بكر الشبلي سے یہ چھایا کہ تصوف کیا ہے؟ جواب دیا  
تعظیم امر الله وشفقة علی عباده الله  
اس نے پوچھا کہ صوفی کون ہے؟ جواب دیا

قال من صفاء من الكدر، وخلص من الفكر وامتلا  
من الفكر وتساوى عند الله الذنوب والمدر  
عن صفاء قلبه فصغى وسلك طريق المصطفى صلعم  
ورحم الله المصطفى الفقا واذق الهوى طعم الجفا

(حلیۃ الاولیا ج ۱ ص ۲۲ جلد اول)  
والنوی مصری صوفی کی تعریف یہ کرتے ہیں  
من اذا نطق ابان نطقه عن الحقائق وان سكنت  
نطقته عنه الجوارح يقطع العلائق

امام جعفر صادق علیہ السلام صوفی کی تعریف فرماتے ہیں۔  
من عاشق في باطن الرسول فهو صوفي  
حافظ ابونعیم اس کی شرح کرتے ہیں۔

واراد جعفر بباطن الرسول صلى الله عليه وسلم  
اخلاقه الطاهرة واختياره للاخرة من تخلق  
باخلاق الرسول صلى الله عليه وسلم وتخير  
ما اختاره ورغب فيما فيه رغب وتكلم عما عنه  
تكلم واخذ بها اليه نذب فقد صفا من الكدر  
ونحى من الفكر (حلیۃ الاولیا ص ۲۲ جلد اول طبع مصر)

اسطین صوفیا کرام کے نزدیک یہ ہے حقیقت تصوف، ان تعریفوں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ غنا صریح ہیں جن سے  
تصوف کی تطبیق ہوئی ہے، کیا امیر المؤمنین علی بن ابی طالب ان صفات کے مظہر اتم نہ تھے اور کیا آپ نے ان صفات  
پر روشنی نہیں ڈالی، اسی بنا پر تمام صوفیاء کرام حضرت کو اپنا مرشد اول سمجھتے ہیں۔  
ابن ابی احمد دیکھتے ہیں۔

ومن العلوم علم الطريقة والحقيقة واحوال  
التصوف وقد عرفت ان ارباب هذا الفن في  
جميع بلاد الاسلام اليه ينتهون وعند  
يقفون وقد اخرج بذلك الشبلي والجنيدي  
وسنن ابو يزيد البسطامي وابو محفوظ موصلي  
الكرخي وغيرهم ويكفيك دلالة على ذلك الطريقة

اور مجدد علوم کے علم طریقت و حقیقت و احوال تصوف بھی  
اور تمہیں یہ معلوم ہے کہ تمام بلاد اسلام میں جو بھی اس فن  
کا جاننے والا ہے وہ اپنے سلسلہ تصوف کو حضرت تک شہنشاہ  
کہتے ہیں اور وہیں پر رک جاتے ہیں اس امر کو صراحت  
کے ساتھ شبلی، جنید، سری سقطی، ابویزید بطنی، ابویزید  
معدونی وغیرہم نے بیان کیا ہے، اور اس کے ثبوت

التي هي شعارهم الى اليوم وكونهم ليسوا فلفها  
باسناد متصل اليه عليه السلام  
میں وہ خرد کا فی ہے جو آج تک صوفیوں کے شعار میں داخل ہے  
جس کو وہ لوگ نہ متصل حضرت سے منسوب کرتے ہیں

در وقت  
تصوف کے  
مرشد اول  
حضرت علی  
ہیں

مصادر تصوف خالص اسلامی ہے ایک ایرادیہ بھی ہے کہ مصادر تصوف غیر اسلامی ہے مسیحی، یونانی، اور ہنود کے  
تصوف پر اسلامی تصوف کی بنیاد ہے گویا اس نظریہ سے امیر المؤمنین سے اس کی نفی مطلوب ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے  
تفہین کو اس کا اعتراف ہے کہ مصادر تصوف خالص اسلامی ہے، دکتور عمر فروخ لکھتے ہیں۔

ومصادر التصوف الاسلامي اسلامية  
لاشك في ذلك فان التصوف الاسلامي  
قد نشأ في بيئة الاسلام فالتصوف  
الاسلامي مبني في اساسه على الاسلام

در اصل اسلامی تصوف کا اصل منبع و مصدر امیر المؤمنین کی ذات ہے، لیکن اس امر پر ردہ ڈالنے کے لیے یہ بھی کہا  
جاتا ہے کہ کابعد تصوف کی اصل روح ”حُب“ ہے اور یہ چیز اسلامی تصوف میں غیبا ئیت سے ماخوذ ہے جو  
نبوت کے میل طالب کے بعد اسلام میں پیدا ہوا، حضرت علیؑ کے زمانے میں اسلامی فکر کب تک حقیقت سے متاثر  
ہوئی جس سے اس میں محبت کا ظہور ہوتا، یہ خیال بھی بالکل فاسد ہے، اس لیے کہ قرآن مجید میں ”روح محبت“ جلوہ  
ہے، قرآن نے محبت کی طرف دعوت دی ہے ”والذين امنوا واشتد حبائلهم“ (۲-۲۶۵) ”ان کنتم تحبون

الله فانا نحبو“ بحبکم الله ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم“ (۲-۳۱) ”فسوف یاتی اللہ بقوم یحبهم  
یمحونہ“ (۲-۵۴) لاسئلکم علیہ اجر الا المودة فی القربی“ اور خود امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کی ذات  
مظہر محبت تھی جیسا کہ رسول اللہؐ نے غزوہ خیبر میں حضرت کے متعلق فرمایا ہے ”لاعطین الراية غدا رجلا یحب  
الله ورسوله و یحبہ الله ورسوله“ یا حدیث طبرستان علی کے متعلق پیغمبر ارشاد فرماتے ہیں ”اللہم ائمتنی  
احب خلقک الیک ولی لیا کل معی من هذا الطیر فجا علی فاکل معہ“

یہ وہ صحیح و متواتر حدیثیں ہیں جن کو محدثین اسلام نے روایت کیا ہے میں نے اس وقت مناقب اخطب خوازم  
سے نقل کیا ہے، یہ علیؑ کی کمال محبت کا نتیجہ ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت کے لیے ارشاد فرمایا ہے ”انہ  
میسوس فی ذات اللہ“ انہ لاختیش فی ذات اللہ (حلیۃ الاولیا حافظ ابونعیم جلد اول ص ۲۲ طبع مصر) اس لیے  
علیؑ سے اگر حقیقی تصوف کا ظہور ہو تو کیا حیرت ہے۔

علیؑ کی ذات سے عناوین تصوف کی تطبیق احافظ ابونعیم نے تصوف کی متعدد عناوین سے تعریف کر کے امیر المؤمنین  
کی ذات سے اس کی تطبیق کی ہے اور یہ ظاہر کیا ہے کہ احوالات تصوف حضرت سے شہرت پذیر ہوئے ہیں  
جن مختلف عناوین سے تطبیق کی ہے وہ یہ ہیں:-

- (۱) ان التصوف مراد مقلة المودود ومصارمة المحدود
  - (۲) ان التصوف اسلام الغیوب الی مقلب القلوب
  - (۳) ان التصوف الرغبة الی المحبوب فی درک المطلوب
  - (۴) ان التصوف الارتقاء فی الاسباب الی المقدرات من الابواب
  - (۵) ان التصوف البروز من الحجاب الی رفعة الحجاب
  - (۶) ان التصوف السلو عن الاعراض بالسمو الی الاغراض
- حال قلب اعمال باطن کا تعلق علیؑ کی ذات سے اسلامی تصوف میں اعمال قلب پر کافی زور دیا گیا ہے، اعمال قلب  
با اعمال باطن سے مراد، ایمان، معرفت، توسل، محبت، رضا، تقویٰ، خوف، رجاء و صبر و غیر ذلک ہے کتاب  
الصحیح فی التصوف تألیف ابوالفراہج الطوسی ص ۲۴ طبع لندن ۱۹۱۲ء



امیر المؤمنین متذکرۃ بالاصفات کے منظر اتم ہیں جس کا اقرار بغیر کسی اختلاف کے تمام مسلمانوں کو ہے اور آپ ہی نے ان اعمال قلب کو عمل و قولاً ہر طرح سے واضح و روشن فرمایا ہے، حقیقت تصوف کو سمجھنے کے بعد اسی روشنی میں علامہ عبد الوہاب الشعرانی کی کتاب لوائح الانوار فی طبقات الاخیار المشہور بہ کتاب الطبقات الکبریٰ میں حضرت کے مختصر حالات صفحہ ۱۷ پر پڑھے جائیں اس سے معلوم ہو جائے گا کہ علی بن ابی طالب کا تصوف میں کیا حصہ ہے اس کتاب کا ہر باب ہی یہی ہے، جیسا کہ خود علامہ شعرانی لکھتے ہیں:-

”ہم نے اس میں مختصراً ایسے اولیاء خدا کے طبقات کا تذکرہ کیا ہے جن کی پیروی کی جاتی ہے، صحابہ و تابعین سے لے کر قرن عاشق کے اولیاء کا ذکر کیا ہے، اور مقصد اس تالیف کا یہ ہے کہ ہم یہ سمجھ سکیں کہ تصوف و آداب مقامات و احوال میں ان کا کیا طریقہ تھا اور اس سلسلہ میں ان کے عیون و جوہر کلام کا ذکر کیا ہے اور حالات کے سلسلہ میں وہی حالات بیان کیے ہیں جس سے مریدین میں کیفیت نشا ط پیدا ہو، جیسے شدت جوع بیداری گنہگار کو دوست رکھنا اور شہرت سے بچنا وغیر ذلک“ (طبقات الکبریٰ الشعرانی صفحہ ۳ طبع مصر)

علامہ العارف ابو بکر محمد بن اسحق الکلاباذی لکھتے ہیں:-

”من نطق بعلوم محمد و عبدہ عن مواجہہ و نشر مقاماتہم و وصف احوالہم قولاً و فعلاً بعد الصحابة رضوان اللہ علیہم علی بن الحسین ۴ زین العابدین وابنہ محمد بن علی الباقر وابنہ جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہم بعد علی والحسن والحسین رضی اللہ عنہم“

(کتاب التوفیق لہذب الہل الصدوق ص ۱۱۱ مطبوعہ مصر ترجمہ پرنسپل آری)

اس لیے اگر شیخ البلاغہ میں خالق تصوف و محال روحانیت جلوہ نما ہو تو کیا حیرت ہے، اس کا عباس محمود العقاد لکھتے ہیں:-

”وتلتقی سیرتہ علیہ رضوان اللہ بالفکر کما تلتقی بالخیال والعاطفۃ، لانه صاحب اراء فی التصوف والشریعة والاخلاق سبقت جمیع اکراء فی الثقافۃ الاسلامیۃ ولانه اجمی الخلقاء الراشدین ان یعد من اصحاب المذاهب التحکیمیۃ مبین حکماء العصور ولانه اوتی من الذکاء ما هو أشبه بذکاء الباحثین المنقبین منہ بذکاء السیاسة المتغلبین فهو الذکاء الذی تحسہ فی الفکرۃ والمخاطرة قبل الفتح فی نتیجۃ العمل وجری الامور“

(معارف اسلام ص ۱۰۷ طبع مصر)

جو ریاست دار (ڈپلومیٹ) ہیں پس وہ ذکاوت ایسی ہے جس کی صحت کا اعتراف تنہا عقل و فکر اس سے قبل کرے گی کہ تم معاملات نتائج اور اس کے عواقب پر نظر کر کے پیچھے

بیشک علی بن ابی طالب کو اس تصوف سے کوئی لگاؤ نہیں جو صوفیان غوم کے لباس میں دنیا میں ظاہر ہوا اور دراصل جس کی تائید بحیثیت ایک ادارہ المہدیت رسول کی مخالفت میں اموی و عباسی حکومتوں کے زیر سایہ ہوئی، اور جن کے دجل و فریب کے مرتفع ابن جوزی نے تمہیں ایسے میں چپکے کیے ہیں:-

شیخ البلاغہ اور اخبار غیبیہ یہ شہدہ کہ شیخ البلاغہ میں غیب کی خبریں بھی پائی جاتی ہیں، آخر قبل از وقوع ان ہونے والے واقعات کو قرآن کی گواہی دے گا کہ اللہ لیطیعکم علی الغیب ولكن اللہ یتبین من رسلہ من یشاء فامنوا باللہ و رسلہ (آل عمران ۱۵۹)

علامہ الغیب فلاطہ علی غیبہ احد اکامین الرضی عن رسولہ (ابن ۲۷) ہر مہرین و محدثین اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے کہ بغیر کو علم غیب تھا، اور قیامت تک ہونے والے واقعات سے آپ باخبر تھے، پیغمبر کے مشہور صحابی حذیفۃ الیمانی بتلاتے ہیں:-

”علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یساکن و یتکون الی یوم القیامۃ“

حدیث مصر البیہقی تاریخ ابن عساکر جلد ۲ ص ۹۳، تیسرے اصول جلد ۲ ص ۲۱، خلاصۃ التہذیب ص ۶۳، اصابہ ابن حجر جلد ۱ ص ۱۱۱، التقریب ص ۲۷

یہ نہیں کہ رسول اللہ نے قیامت تک کے ہونے والے واقعات کو اپنے اصحاب سے بیان فرمایا ہے، بلکہ اس کے بعد ابو داؤد اپنی کتاب صحاح میں حذیفہ سے روایت کرتے ہیں:-

”قام فی رسول اللہ مقامات ثلاث شیشا یکون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعة الا حدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ“

”وافظ البخاری“ ماترک شیئاً الی قیام الساعة الا ذکرہ ال حدیث بخاری نے ”یہ و الخلق“ میں اخراج کیا ہے اور صحیح مسلم و صحیح ابوداؤد میں کتاب الفتن میں ہے

یقول قتادہ فینا الذی صلعم مقاماً بہ فاخبرنا عن بلال الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلہم و اهل النار منازلہم حفظ ذلک من حفظہ ونسیہ من نسیہ (بخاری بدء الخلق)

یہ صحیح مسلم میں ہے اور خطب الفصاری سے روایت ہے:-

قال صلی بن رسول اللہ صلعم یوماً الفجود و صعد علی المنبر فخطبنا حتی حضرت الظہر فذلک فصلی لمصلح المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر حتی غریبت الشمس فاخبرنا بما ہوا کائن الی یوم القیامۃ قال فاعلمنا (حفظنا صحیح مسلم کتاب الفتن)

نماز پڑھا ہی ہم کو ایک دن رسول اللہ نے فجر کی، اور اس کے بعد منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا اور منبر پر سے اتر کر نماز ظہر پڑھ کر پھر منبر پر گئے اور خطبہ میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا اور پھر منبر پر سے اتر کر نماز عصر اور آفریقہ کے بعد منبر پر جا کر خطبہ کے سلسلے کو جاری فرمایا یہاں تک کہ غروب ہو گیا پس دوران خطبہ میں خبر دی ہم کو ان چیزوں کی جو قیامت تک ہونے والی ہیں، عمر بن خطاب کہتے ہیں

یہ زیادہ جانتے والا ہم میں وہ ہے جس نے اس کو یاد رکھا:-

ایک روز ہم لوگوں کو رسول اللہ نے عصر کی نماز پڑھانے کے

قرآن کی گواہی دے گا کہ اللہ لیطیعکم علی الغیب ولكن اللہ یتبین من رسلہ من یشاء فامنوا باللہ و رسلہ

حدیث مصر البیہقی تاریخ ابن عساکر جلد ۲ ص ۹۳، تیسرے اصول جلد ۲ ص ۲۱، خلاصۃ التہذیب ص ۶۳، اصابہ ابن حجر جلد ۱ ص ۱۱۱، التقریب ص ۲۷

یہ صحیح مسلم میں ہے اور خطب الفصاری سے روایت ہے:-

نماز پڑھا ہی ہم کو ایک دن رسول اللہ نے فجر کی، اور اس کے بعد منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا اور منبر پر سے اتر کر نماز ظہر پڑھ کر پھر منبر پر گئے اور خطبہ میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا اور پھر منبر پر سے اتر کر نماز عصر اور آفریقہ کے بعد منبر پر جا کر خطبہ کے سلسلے کو جاری فرمایا یہاں تک کہ غروب ہو گیا پس دوران خطبہ میں خبر دی ہم کو ان چیزوں کی جو قیامت تک ہونے والی ہیں، عمر بن خطاب کہتے ہیں

ایک روز ہم لوگوں کو رسول اللہ نے عصر کی نماز پڑھانے کے



بہار شام خطیباً فلم یبدع شیئاً بكون الى قيام الساعة کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا جمیع قیامت تک ہونیوالی باتوں کی خبر دی  
 غرض کہ صحاح اہل سنت میں کثرت ایسی احادیث موجود ہیں جن سے رسول اللہ کا عالم غیب ہونا اور قیامت تک کے ہونے  
 والے واقعات کا بیان کرنا ثابت ہوتا ہے، علامہ شیخ منصور علی ناصف اکتفی من علماء الازہر نے ان تمام احادیث و اخبار  
 منیبات کو جو صحاح ستہ میں وارد ہوئی ہیں اپنی کتاب التاج الاصول فی احادیث الرسول اجزاء انخاس کے کتاب الفتن والمناہج  
 وعلامات الساعة میں شرح و بسط کے ساتھ جمع کر دیا ہے، ان تمام احادیث کی تعداد ۱۶۰ (ایک صد و ہفتاد) ہے (ملاحظہ ہو کتاب  
 التاج جلد پنجم از صفحہ ۱۹ تا ۳۸۱ طبع مصر) ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صحاب رسول نے قیامت تک ہونے والے واقعات  
 کو رسول اللہ سے سنا لیکن کچھ تو بھول گئے اور کسی کو زیادہ یاد رہا اور کسی کو کم،

حضرت ایمان کہتے ہیں :-  
 واللہ انی کا علم الناس بكل فتنة حق کائنۃ فیما بعد میں ان ہونے والے تمام فتنوں کو سب سے زیادہ  
 جانتا ہوں جو قیامت تک ہونے والے ہیں  
 (مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۲۲۲ طبع مصر) کتاب التاج اجماع الاصول شیخ منصور علی ناصف جلد ۵ ص ۲۲۲ طبع مصر  
 جب حضرت ایمان رسول اللہ کے بتلائے ہوئے اور غیب پر مطلع ہیں تو امیر المؤمنین علی باب مدینۃ العلم کے عالم غیب ہونے میں  
 کاشک رہ جاتے ہیں وہ ہیں جن کو رسول اللہ نے اپنے علوم کا حامل و محافظ بنایا ہے  
 علامہ ابن حجر مکی قرآن و اہلبیت کے متعلق لکھتے ہیں :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القرآن و عترتہ نقالین لان النقل کل نقیس خطیر  
 وہ فوں ایسے ہی ہیں ان میں سے ہر ایک علوم لدنی کا معبر  
 اور ہر ایک اسرار و حکم عالیہ و احکام شرعیہ کا مخزن ہے  
 اٹھائے پیڑ بننے ان کی اقتدار و تکرر کے لیے است کو انجاء  
 اور ان سے علم حاصل کرنے کے لیے برا بیگھتے کیا، اور اہلبیت  
 میں سب سے زیادہ اس کے حق ہیں کہ ان سے تکرر  
 پیروی کی جاوے، وہ امام آل محمد و عالم اہلبیت علی بن  
 ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں اس لیے کہ آپ علم کی کثرت و  
 زیادتی اور اس کے دقائن کے امتداد کرنے میں سب سے مقدم ہیں  
 علامہ شہاب الدین احمد بن عبد القادر اصفہانی اجمالی الشیخ کتاب "ذخیرۃ الماک فی شرح عقد جواہر اللال میں لکھتے ہیں  
 ان القطب الذی یدور علیہ اهل عالم الغیب و علوم الباطن هو علی رضی اللہ عنہ بعد وفاة  
 المؤمن صلی اللہ علیہ والہ وسلم  
 آئی کا نتیجہ تھا کہ امیر المؤمنین کے متعلق خود اصحاب پیغمبر یہ بیان کرتے ہیں :-  
 لم یکن احد من الصحابة یقول سئلوا الاعلیٰ  
 لو مجھ سے جو کچھ دریافت کرنا ہو

حضرت علی نے اگر عالم لدنی ہونے کے بعد آئندہ ہونے والے واقعات کو بتلایا تو اس سے انکار کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے  
 علامہ اہلسنت کا اقرار اعلیٰ نے غیب کی خبر دی، علیؑ ایسے امور کا تذکرہ اپنے مصنفات میں کیا ہے جن سے امیر المؤمنین کا غیب  
 بیان کرنا ثابت ہوتا ہے، علامہ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں :-  
 و اخر ج عبد الرزاق عن جبر الہادی قال قال لی  
 افراج کیا عبد الرزاق نے جبر ہادی سے کہ جبر بن عدی نے

کیف بلغ اذا امرت ان تلحقی قلت او کائن ذلک  
 قال نعم قلت فکفک اصنع قال العنی ولا یجوز  
 قال قاضی محمد بن یوسف اخوا الحجاج وکان  
 امیرا من قبل عبد الملک بن مروان علی الیمن  
 ان العن علیہا فالعنوک لعنہ اللہ، فما فطن بها  
 الا رجل اعی لانہ انما لعن الہامیر ولم یلعن علیاً  
 لہذا من کل مات علی و اخبارہ بالغیب  
 (صواعق محرقة ص ۷ طبع مصر)

بنی ہر گز نہ تھا اس نے مجھ کو حکم دیا کہ میں امیر المؤمنین علیؑ پر لعنت کروں میں نے تعمیل حکم میں یوں کہا کہ امیرؑ نے مجھ کو علیؑ پر لعنت  
 کرنے کا حکم دیا ہے پس اس پر لعنت ہو، خدا اس پر لعنت کرے، میرے انداز کلام سے کوئی نہ سمجھ سکا سوائے ایک شخص کے جو  
 یہ سمجھ گیا کہ وہ اصل میں نے امیر پر لعنت کی ہے، ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ واقعہ علیؑ کے کرامات میں سے ہے اور ان خبروں میں سے  
 ہے جن میں علیؑ نے غیب کی خبر دی۔

مفسر کہ محمد بن محمد نے حضرت کے اخبار منیبات کو اپنے مؤلفات میں ذکر کیا ہے، علامہ ابن ابی الحدید نے بھی حضرت کے  
 جملہ اخبار منیبات کو جو الہ روایات اہلسنت جمع کیا ہے، ملاحظہ ہو (ابن ابی الحدید جلد اول صفحات ۲۰۸ تا ۲۱۱ طبع مصر)  
 الیہ شیخ البیاض کے بعض خطبہ میں کوفہ و بصرہ کے آئندہ ہونے والے انقلابات، حجاج و ہاکو کے مظالم و یغارات ایسے امور  
 کا ذکر ہوا ہے اس امر کا زبردست ثبوت ہے کہ یہ کلام امیر المؤمنین ہی کا ہے،  
 ابن خلدون مغربی کا اقرار کہ اہلبیت علامہ ابن خلدون المغربی اپنے مقدمہ کے فصل "ابتداء الدول والاھمہ"  
 صاحب کشف و کرم امت ہیں میں اہلبیت سے علوم غیب کے ظاہر ہونے کے سلسلہ میں لکھتے ہیں :-

واذا کانت الکرامۃ تقع لغیرہم فما ظنک بهم  
 علما و دینا و اثارا من النبوة و عنایۃ من اللہ  
 بالاصل الکرم تشہد لغرۃ الطیبۃ وقد  
 ینقل بین اھل لبیت کثیر من ہذا الکلام  
 غیر منسوب الی احد (المقدمہ ص ۲ طبع مصر)  
 مثال رہتی ہے اور اہلبیت سے اس قسم کے کلام بہت منقول ہیں جو کسی دوسرے کی طرف منسوب نہیں ہیں  
 اور کشف و کرامات کا ظہور اہلبیت سے بہت ہوا ہے  
 کیونکہ یہ حضرات درجہ ولایت پر فائز تھے اور جب کہ اس  
 قسم کی چیزیں اور اولیاء کے نقل و اعقاب میں بھی ہیں اور  
 حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "تم میں سے  
 (کچھ لوگ) اہل غیب ہیں جو فرشتوں سے بہ کلام ہوتے

اہلبیت  
 اہلبیت

دو جہ سے اہل لبیت کثیر - اکثر کشف ہما کا نوا  
 علیہ من الوکایۃ و اذا کان مثله لا ینکر من غیرہم  
 من الاولیاء فی ذویہم و اعقابہم وقد قال  
 صلعم ان فیکم محدثین فہم اولی الناس  
 بہذا الترتیب الشریفۃ و الکرامات الموهوبۃ  
 ابن حجر کہ اس رتبہ شریفہ و کرامات موهوبہ کے لیے اور گویہ مقابلہ میں زیادہ بہتر وہ ہیں (القدیر بن خلدون ص ۲۰۸)  
 اہلسنت کا صاحب کشف والہام کا ہونا علامہ ابن خلدون اس عمل پر پیغمبر کی ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے کہ حضرت نے ارشاد  
 فرمایا ہے "ان فیکم محدثین" یہ حدیث صحیح و مستند احادیث میں سے ہے اور کتب احادیث اہلسنت میں عام طور سے منقول ہو  
 اور علامہ نے اس لفظ محدث کی تشریح بھی کی ہے - علامہ محی الدین ابو ذر ابی بن شرف النووی نے صحیح مسلم میں لکھتے ہیں :-  
 واختارہ تفسیر العلماء محدثون، فقال ابن وہب  
 محدثوں کی تفسیر میں علامہ نے اختلاف کیا ہے ابن ابی



ملہمون وقیل مصیبون اذا ظنوا انک انهم  
حدثوا بشئ فظنوا وقیل تکلمہم بالملکۃ  
وجاء فی ردایۃ متکلمون وقال البخاری یجری  
الصواب علی المستلهم ونبیہ اثبات کراہات  
الاولیاء

حافظ محمد بن الطبری ریاض النضرہ میں لکھتے ہیں

ومعنی محدثون ای ملہمون الصواب ویجوز  
ان یحمل علی ظاہرہ وتحدیثہم الملائکۃ  
لا یوحی وانما بما یطلق علیہ اسم حدیث  
وتلاک فضیلۃ عظیمۃ (ریاض النضرہ جلد اول ص ۱۹۹)  
علامہ عبد الرؤوف المناوی تیسرے شرح جامع الصغیر میں لکھتے ہیں :-

وقال القرطبی "محدثون" بفتح الدال اسم  
مفعول جمع محدث بالفتح ای ملہمون واصداق  
الظن وهو من القی فی نفسه شیء علی وجه  
الاحتمام والمکاشفۃ من المادۃ الاعلیٰ او من  
یحیی الصواب علی لسانہ بلا قصد او تکلمہ  
الملائکۃ بلا نبوة فیظہر علی ما وقع لہ وھذا  
کرامۃ یکرم اللہ بہا من شاء من صالح عبادہ  
ومنزلۃ جلیلۃ من منازل الاولیاء (جلد ۱ ص ۵۵)

خصوص ہے اور یہ وہ بزرگی ہے کہ خدا اپنے نیک بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کو معزز و مکرم کرتا ہے  
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :-

وقد کثر ہولاء المحدثون بعد العصر الاول و  
حکمتہ زیادۃ شرف ہذہ الامۃ بوجود  
امثالہم فیہا ومضاہاتہ بنی اسرائیل  
فی کثرۃ الانبیاء فلما جاءت ہذہ الامۃ  
الحمدیۃ کثرۃ الانبیاء لکون نبیہم  
خاتم الانبیاء عوضوا تکفیر الملہمین

جن پر الہام ہوتا ہے کہ نبی اسرائیل سے شرف کم نہ ہو :-  
کیا معلوم صاحب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو ان لوگوں میں بھی شمار نہ کریں گے جن پر الہام ہوتا ہے اور حالات غیب کا  
انکشاف ہوتا ہے، علامہ ابن کثیر کے نزدیک تو اس درجہ پر رجال امت میں بکثرت لوگ فائز ہیں، علی کی ذات  
قرآن مجید علی وارفع ہے

چھٹا شبہ

کہتے ہیں کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن پر الہام ہوتا ہے  
بعض کہتے ہیں کہ وہ لوگ مراد ہیں کہ جو وہ خیال کریں وہی  
بات ہو جائے بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے وحی  
مکالم کرتے ہیں، بخاری کا قول ہے کہ مجھ لوگ ہیں جن کی زبان  
پر صواب جاری ہو اس سے کرامات اولیاء کا ثبوت ہوتا ہے

معنی محدثون کے یہ ہیں کہ وہ لوگ جن پر صحیح و درست باتوں  
کا الہام ہوتا ہو، اور یہ بھی جائز ہے کہ ظاہر معنوں پر بھی اس  
کو محمول کریں کہ ملاکہ ان لوگوں سے بغیر جن کی باتیں کرتے ہیں  
اس طرح کہ جس پر بات کا اطلاق ہو سکے، اور یہ ایک جڑی فضیلت ہے

قرطبی کہتے ہیں "محدثون" دال پر زبر اسم مفعول جمع ہر شخص  
کی، یعنی وہ جس پر الہام ہو یا جو گمان کرے وہ درست بات  
ہو، اور یہ وہ شخص ہوتا ہے جس پر ملاکہ علی سے بغیر جن کی بات  
و مکاشفہ دل میں القاء ہوتا ہے، یا وہ شخص جس کی زبان  
پر صحیح و درست بات جاری ہو جائے بغیر قصد و ارادہ  
کے، یا جس سے فرشتے ہمکلام ہوں بغیر وحی و نبوت کے  
پس اس کے اوپر وہ باتیں جو ہونے والی ہوتی ہیں ظاہر  
ہو جاتی ہیں اور یہ وہ مرتبہ جلیلہ ہے جو اولیاء کے لیے  
خصوص ہے اور یہ وہ بزرگی ہے کہ خدا اپنے نیک بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کو معزز و مکرم کرتا ہے

عصر اول کے بعد خداوند عالم نے ان محدثین کی تعداد کو  
بڑھا دیا اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اس ذریعہ سے امت  
کی بزرگی و شرف کو دو بالا کرے امت میں محدثین کی کثرت  
بنی اسرائیل میں انبیاء کی کثرت کا جواب ہے کیونکہ پیغمبر صلعم  
پر نبوت کا خاتمہ ہو گیا ہے اس لیے امت محمدیہ میں خداوند عالم  
نے کثرت انبیاء کے عوض میں ان لوگوں کی تعداد کو بڑھا دیا

جن پر الہام ہوتا ہے کہ نبی اسرائیل سے شرف کم نہ ہو :-  
کیا معلوم صاحب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو ان لوگوں میں بھی شمار نہ کریں گے جن پر الہام ہوتا ہے اور حالات غیب کا  
انکشاف ہوتا ہے، علامہ ابن کثیر کے نزدیک تو اس درجہ پر رجال امت میں بکثرت لوگ فائز ہیں، علی کی ذات  
قرآن مجید علی وارفع ہے

نسخ البلاغۃ السلب عبارت اور لفظ رنگ و روش حضرت کے عہد کا نہیں ہے کیونکہ اس میں محاسن کلام و سجع پایا جاتا ہے

اور یہ انداز بھی قلمی ہجری کا ہے

## جواب

اس شبہ کی پہلی بات بالکل ظاہر ہے کیونکہ یہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب اس عہد میں محاسن کلام و سجع کا وجود نہ ہو حالانکہ  
ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دور جاہلیت و غصہ میں کے کلام میں یہ سب چیزیں پائی جاتی ہیں یہاں تک کہ خود قرآن احادیث رسول  
میں محاسن لفظی و سجع سے خالی نہیں ہے، کیا، سہل، فکیر، میں صنعت قلب موجود نہیں، اور کیا "فاما الیوم فلا تقہر  
واما اساطیر فلا تنصر" میں صنعت سجع نہیں موجود ہے، قرآن میں محاسن لفظی و معنوی دونوں پایا جاتا ہے کیا صرف  
اس بنا پر کہ علم معانی و بیان و بدیع کی تدوین بہت عرصہ کے بعد ہوئی ہے اس لیے یہ فیصلہ کرنا درست ہوگا کہ قرآن بھی عہد  
دورن علوم و فنون کا کلام ہے۔ اس بنا پر سجع و محاسن کلام کی وجہ سے سجع البلاغۃ کے متعلق شبہ کرنا کہ یہ امیر المؤمنین کا کلام  
نہیں ہے بالکل غلط ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ ان علوم و فنون کے حصول و ضبط صدر اول یا اس کے قبل کے زمانہ ہی سے ملو  
ہو ان محاسن کلام کا وجود قبل زمانہ تدوین تھا، زمانہ مابعد میں ان کو صرف منضبط و مدون کیا گیا، کیا زمانہ جاہلیت و صدر  
اول کے اشعار میں مجور و وزن کی پابندی نہیں ہے، بحروں کی ایجاد تو بہت بعد میں ہوئی ہے، کیا زمانہ جاہلیت و ابتدائے  
اسلام کی مایہ ناز شاعری کو رد کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں کسی نہ کسی بحر کی پابندی ضرور ہے جس کے بعد میں عروضیوں  
نے ایجاد کیا ہے، جاہلیت کے کلام میں آپ کو قواعد صرف و نحو کی پابندیاں بھی نظر آئیں گی حالانکہ اس عہد میں اس کا نام  
ظان ہی نہ تھا، اس لیے اس سرمایہ ادب سے بھی انکار کر دیکھئے کہ وہ اس عہد کا نہیں ہے،  
جاہلیت و صدر اول کے کلام میں محاسن کلام و سجع کا وجود ذوق سلیم اور فطری سلیقہ رکھنے والوں کے لیے حصول قواعد اور  
فن کی ضرورت نہیں ہوا کرتی، اس لیے جاہلیت اور صدر اول اسلام کے شاعر و خطیب اور ذوق سلیم رکھنے والوں کے  
کلام میں محاسن کلام و سجع پایا جاتا ہے

ابن زکریا مبارک اپنی کتاب الفہرست الغنی فی القرن الرابع میں لکھتے ہیں :-

الحجۃ من سمایات البلاغۃ الفطریۃ  
فہو فی الشعر اللغات یجری باطراد والحکم  
والامثال ویسکن الحکم بان امثال العامۃ  
تقع غالباً مسجوعۃ وقد یجعی السجع علی  
المعنی حیث ان فی تعابیر الفطریۃ من اہل  
البادیۃ والریف، وفی ذلک دلالة علی ان  
المستحسنات اللفظیۃ مما یقصدہ العوام  
ولیس مما ینفرد بہ الخواص، وما جعہ  
الروایۃ من خطب المجاہلین اکثرہ مسجوع  
کخطبۃ قیس بن ساعدۃ الایادی وخطبۃ  
الثامۃ الذبیانی، ومع اننا نرتاب فی صحۃ  
تلك الخطب فانما نری فی وضعها مسجوعۃ  
علی فرض صحۃ الوضع دلیل علی ان الروایۃ  
کافا یفہمون ان النہج من طبیعیۃ البلاغۃ  
لجاہلیۃ وفہم الرعاۃ لہ قیۃ لانہم

سجع، ہونا فطری بلاغت کے خصوصیات و سمایات میں سے  
ہے اور اکثر زبانوں میں یکساں طور پر لفظی و معنوی حکم و امثال  
کی صورت میں پایا جاتا ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان  
عامۃ عموماً مسجوع ہوا کرتے ہیں، اور ایسے دوقافی و صحوالی  
جو فطرت سے قریب تر ہیں اپنے روزمرہ میں سجع بول جاتے  
ہیں، محضات لفظی کا عوام کے کلام میں پایا جانا اس بات  
کی دلیل ہے کہ اس کے استعمال کرنے میں صرف خواہش ہی  
نہیں متفرد ہیں،

اور راویان کلام نے جو زمانہ جاہلیت کے خطبوں کو جمع  
کیا ہے اس میں اکثر و بیشتر خطبے ایسے ہیں جو مسجوع ہیں  
مثلاً قیس بن ساعدہ ایادی و ثامہ ذبیانی کے خطبے جن میں  
سجع پایا جاتا ہے اگرچہ ان خطبوں کی صحت نسبت میں ہم  
کو شک ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی وضع  
سجع کی پابندی کے ساتھ ہوئی ہے اس لیے اس کو مان  
لینے پر بھی کہ یہ خطبہ موضوع ہیں یہ امر ثابت ہو جاتا ہے کہ

زمانہ جاہلیہ کے  
اکثر خطبے  
مسجوع ہیں  
سجع بلاغت  
جاہلیت کا  
فطرت میں  
ہے



اقرب منا بل اهل طوبى الى ذلك العهد و  
 لانهم كانوا يملكون من اصول الادب الجاهلى  
 الصحيح ما يمكنهم من الحكم على طرائق اهل  
 في التعبير ولو تركنا المشكوك فيه من الآثار  
 الجاهلية وعدنا الى نص جاهلى لا ريب فيه  
 وهو القرآن لرأينا السجع احدى سماته  
 الاساسية والقرآن نثر جاهلى كما وضعنا  
 ذلك من قبل السجع فيه بحري على طريقة  
 جاهلية حين يخاطب القلب والوجدان و  
 لا يتكرر متعنت ان القرآن وضع للمصلاوة  
 والدعوات ومواقف الثناء والخوف والرجاء  
 سور مسجوعة تماثل ما كان يرثله المتنبون  
 من النصارى واليهود والوثنيين .....  
 ومعنى هذا ان القرآن سجع لان السجع  
 كان فنا من فنون القول والدعا عند  
 الجاهلية والصلوات بطبيعتها الى لون  
 من الغن يقفل في السجع لان فداستجابة  
 للموسيقى الواحدة انية في قلوب المتبتلين  
 واليا امثلة من سجع القرآن  
 "وكم ارسلنا من نبى في الاولين ..... الى  
 ..... وانا الى ربنا المنقلبون (سورة الزخرف)  
 "والسابقون السابقون اولئك المقربون  
 ..... الى ..... وفرش مرفوعة (سورة الواقعة)  
 وعند ملاحظة سجع القرآن نراه  
 يتخلل فجاءة في بعض الاحايين  
 كان تكون القافية لونية  
 ففى في وسط السياق فاصلة  
 ميمية وفي هذا برهان على  
 ان المعنى هو الاصل وان  
 السجع لا يراد به مطلقا توافق  
 في الحروف وانما يقصد به  
 التلحين والتغليظ لان  
 التغليظ الحروف  
 مع بقاء الوزن لا يغير  
 من الرنة الموسيقية

وقف

قرآن میں  
سجع کا  
برہان

راویان ادب یہ سمجھتے تھے کہ بلاغت جاہلیت کی طبیعت میں سجع  
 داخل ہے اور راویوں کا یہ سمجھنا اپنی جگہ پر بڑی اہمیت رکھتا  
 ہے کیونکہ وہ لوگ بہ نسبت ہم لوگوں کے عہد جاہلیت سے قریب  
 تھے اور صحیح ادب جاہلیت کے اصول کو پرکھنے میں ان کو زیادہ  
 اہلیت تھی، وہ جانتے تھے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ کن عبارات  
 میں اپنے مطالب کو بیان کرتے تھے اور ان کا انداز تعبیر کیا ہے  
 آثار جاہلی میں سے اس مشکوک کلام سے اگر ہم قطع نظر کر کے  
 عہد جاہلیت کے صحیح نص کی طرف اگر ہم متوجہ ہوں تو ہم یہی نظر  
 کریں گے کہ جاہلیت کے دور میں سجع کا وجود تھا اس میں کوئی شک  
 نہیں کہ نص صحیح عہد جاہلیت کا ہے وہ قرآن ہے ہم اس قرآن  
 میں بھی دیکھتے ہیں اس کے بنیادی اسلوب میں سے ہے اسلوب  
 کو میں پہلے واضح کر چکا ہوں کہ قرآن شریلی ہے، عہد جاہلیت  
 کے اسلوب کے مطابق قرآن میں سجع پایا جاتا ہے جب کہ وہ قلب  
 وجدان کو خطاب کرتا ہے اور اس سے کوئی مخالف انکار نہیں کر سکتا  
 کہ قرآن نے نماز، دعا، حمد و ثناء، خیر و جہاد کے محفلوں کیلئے  
 سجع سوروں کو وضع کیا ہے، اسی آہنگ و ذمزمہ کی طرح جس کو  
 پیور و نصاری اور بت پرست پڑھتے ہیں، اصل مطلب یہ قرآن  
 میں سجع ہے کیونکہ عہد جاہلیت میں کلام و دعا کے لیے سجع افانین کا  
 میں سے تھے، ناز اپنی طبعی خصوصیات کی بنا پر ایک قسم کا نثر  
 (آرٹ) ہے جو سجع کی شکل میں صورت پذیر ہوتی ہے کیونکہ عبارات  
 گزار کے دلوں میں کہ ان کی کیفیت پیدا ہونے کی وجہ سے فطری  
 موسیقی کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے، اور سجع قرآن  
 کی چند مثالیں آپ کے سامنے ہیں سورہ زخرف کی آیات  
 وکم ارسلنا من نبی فی الاولین .....  
 ..... وانا الى ربنا المنقلبون "سورہ واقعه  
 کی آیات والسابقون السابقون اولئك المقربون  
 ..... وفرش مرفوعة .....  
 قرآن کے سجع کو دیکھنے میں تم محسوس کرو گے کہ گاہ گاہ وہ اپنا انداز  
 وقفہ بدل دیتا ہے جیسے کہی قافیہ ذنیبہ اور ایک بیکل سی  
 سلسلہ کلام کے درمیان ہمیشہ فاصلہ پیدا ہو جاتا ہے یہ اسلوب  
 اس امر کی دلیل ہے کہ کلام میں اصل معانی و مفہم کا لحاظ ہے  
 اور سجع سے مقصود صرف یہ نہیں ہے کہ حروف میں اتفاق ہو سکے  
 سجع قرآن کا اصل مقصد دھن و نغمہ کا باقی رکھنا ہے کہ قرآن  
 کو باقی رکھنے کے بعد حروف میں تبدیلی پیدا کر دینے سے ذمزمہ کی  
 میں تغیر نہیں پیدا ہوتا۔

وفي الاحاديث النبوية سجع مقصود  
 خلافا لما ظن السيوما سينيون، ومن  
 مثله " افشوا السلام، واطعموا الطعام  
 وصلوا الارحام وصلوا بالليل والناس نيام "مدخل الجنة  
 مدخل الجنة بسلام، ونقل الغزالي في  
 باب الاستعاذات الماثورة عن الرسول  
 " اللهم اني اعوذ بك من طمع يهدي  
 الى طمع ومن طمع في غير مطعم ومن  
 طمع حيث لا مطعم اللهم اني اعوذ بك  
 من علم لا ينفع وقلب لا يخشع ودعاء لا  
 يسمع ونفس لا تشبع واعوذ بك من الجوع  
 فانه يأس الضجيع ومن الخيانة فانها  
 بئست البطانة ومن الكسل والبخل  
 والحبن والهرمان اردد الى ارضك العمر  
 (احياء العلوم جلد ۱ صفحہ ۳۳۰)  
 وبقيدان السجع لا يطر في الحديث  
 كما لا يطر في القرآن فهو حلية تقصد  
 ولكنها لا تلزم لمافي التزاخما في  
 قهر المعاني على متابعة الالفاظ  
 وقد نجد في الاحاديث عبارات تجري مجرى  
 السجع من حيث مراعات الوزن وان لم  
 شراع فيها القافية كقوله عليه السلام  
 اللهم ان اسئلك رحمة من عندك لئلا  
 يهاق قلبى ويحتم عا شملى وتلم بها شعفى وتود بها  
 الفقى وتصلح بها دينى وتحفظ بها ثابى  
 وترفع بها شاهدى وترزق بها علق تبصق  
 بها وجهى وتلمضنى بها رشدى وتعصمنى  
 بها من كل سوء (احياء العلوم جلد ۱ صفحہ ۳۳۲)  
 "وهذا النوع من الوزن قريب من السجع  
 من حيث بناء الجملة وسنعود اليه بعد قليل"  
 "لومضنا نستقرئ خطب الصحابة  
 والخلفاء الراشدين لرأينا السجع  
 يلزم في كثير من الاحيان"  
 "وقد رأينا التوحيدى يخترع  
 حديث السقيفة ويرى من الغن

احاديث بنفیر میں بھی سجع مقصود پایا جاتا ہے بخلاف یو  
 ماسینیوں کے جو غلطی سے اس کے خلاف سمجھ رہے ہیں  
 مثال ملاحظہ ہو " افشوا السلام، واطعموا الطعام،  
 وصلوا الارحام وصلوا بالليل والناس نيام "مدخل الجنة  
 بسلام، امام غزالی نے استعاذات ماثورہ  
 میں رسول اللہ صلم سے نقل کیا ہے،  
 " اللهم اني اعوذ بك من طمع يهدي  
 الى طمع ومن طمع في غير مطعم ومن  
 طمع حيث لا مطعم اللهم اني اعوذ بك  
 من علم لا ينفع وقلب لا يخشع ودعاء لا  
 يسمع ونفس لا تشبع واعوذ بك من الجوع  
 فانه يأس الضجيع ومن الخيانة فانها  
 بئست البطانة ومن الكسل والبخل  
 والحبن والهرمان اردد الى ارضك العمر

احادیث بنفیر  
میں سجع کا  
برہان

بے شک حدیث میں ہر جگہ سجع نہیں ہو سکتا جس طرح سے کہ  
 قرآن میں ہر جگہ نہیں رہتا اگرچہ وہ آرائش کلام کا ایک عمدہ  
 عنوان ہے لیکن اس کا التزام اس لیے نہیں جاری رکھا جا سکتا  
 کہ ایک گزنی میں معانی کو الفاظ کا تابع بنانا پڑے گا۔  
 احادیث میں ہم کو بہت سی عبارتیں ایسی ملتی ہیں جن کا انداز  
 وزن کی رعایت کے لحاظ سے سجع کا سا ہے اگرچہ اس میں قافیہ کا  
 لحاظ نہیں رکھا گیا ہے جیسے رسول اللہ صلم کا یہ ارشاد ہے  
 اللهم اني اسئلك رحمة من عندك تهدى بها  
 قلبى ويخيم بها شملى وتلم بها شعفى وتود بها  
 الفقى وتصلح بها دينى وتحفظ بها ثابى  
 وترفع بها شاهدى وترزق بها علق تبصق  
 بها وجهى وتلمضنى بها رشدى وتعصمنى  
 بها من كل سوء  
 اور جملہ کی بناوٹ کے لحاظ سے وزن کی یہ قسم سجع کے لگ  
 بھگ ہے  
 " علاوہ ازیں اگر ہم صحابہ رسول و خلفاء راشدین کے خطبوں  
 کو ہم پڑھیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر و بیشتر ان میں سجع کا التزام  
 کیا گیا ہے  
 " ہم دیکھتے ہیں کہ ابوحیان نوخیز کے حدیث سقیفہ کو وضع  
 کیا اور اس نے نئی خشیت سے یہ لازم جانا کہ صحابہ کی گفتگو کو







وكان ذلك كان الكهنة كلهم فانهم كانوا اذا سئلوا عن امر جازا ابا الكلام مسجوعا كما فعل الكاهن في قصة هند بنت عتبة فانه قال لما امتحن قبل السؤال عن قصتها شجرة في كمره ففعل له نريد امين من هذا فقال حبة برفي احليل مهورنه قال عبد المسيح حياء الى سطم وهو موف على الضريح لرويا المؤيدان واريجاس الايوان واتم الكلام الى اخره مسجوعا والحكاية مشهورة ايضا فلهذا اختصرناها فالسجع اذا ليس بمنتهى عنه وانما المنهى عنه هو الحكم المتبوع في قول الكاهن فقال رسول الله صلعم اسجعا كسجع الكهان اي احكما كحكم الكهان به ذلك والا فالسجع الذي اتى الرجل لابس به لانه قال اأدى من لا شرب ولا اكل ولا نطق ولا استعمل ومثل ذلك بطل وهذا كلام حسن من حيث السجع وليس بمكرر لنفسه وانما المنكر هو الحكم الذي تضمنه في اجتماع الكاهن ان يدي الجنين بغزة عبدا اوامه

اسی طرح علامہ ابو بلال حسن بن مبرک بن سهل العسکری الترمذی نے بھی قرآن اور حدیث پیغمبر میں سجع کا بڑا ثبوت کیا ہے اور کلام مسجوع کے معنی میں نے پر بحث کی ہے، ملاحظہ ہو کتاب الصنائع الباب الثامن فی ذکر السجع والادب صفحہ ۱۹۹، ۲۰۰ طبع اول مطبعہ مصر ۱۳۲۰ھ

علامہ ابن ابی احمید استبان کلام مسجوع پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

واعلم ان السجع لو كان عيبا لكان كلام الله سبحانه معيبا لانه مسجوع كله ذو فواصل وقرائن ويكفي هذا القدر وحده مبطلا لمذهب هؤلاء فاما خطبة رسول الله صلعم هذه وان لم تكن ذلت مسجوع فان اكثره خطبة مسجوع كقول الله ان الله العزيز ذل وان مع الحياة موتا وان مع الدنيا اخره وان لكل ثمن حسبا ولكل حسنة ثوابا

سجع سے  
خبر رکھو  
کا جو  
کلام  
میں  
سجع  
کا لگا  
ہو

قرآن  
میں  
سجع  
کا ثبوت

اسلامی  
کلام  
میں  
سجع

ولكل سبعة عقابا وان على كل شيء رقيباً وان لا بد له من قورين يدان معاك هوى وانت ميت فان كان كذا يا ابا المراك وان كان ليثا اسلمك نعم لا يحشر الا معاك ولا تبعت اكامعه ولا تسأل الاعنه فلا تجعل الاصلها فانه ان صلباً أنت به وان فذل تستوحش الامه وهو علك فالكثر هذا الكلام مسجوع كما نراه ولكن خطبة الطوال كلها واما كلامه القصير فانه غير مسجوع لانه لا يحتمل السجع ولكن ذلك القصير من كلام امير المؤمنين عليه السلام فاما قوله هم ان السجع يدل على التكلف فان المذموم هو التكلف الذي يظهر من اجتهاد ونقله، السامعين، فاما التكلف المستحسن فای عيب فيه الا ترى ان الشعر نفسه لا بد فيه من تكلف اقامه الوزن وليس لطاعن ان يطعن فيه بذلك، واحق عابو السجع بقوله عليه السلام بعضهم منكوا عليه، اسجعاً كسجع الكهان ولولا ان السجع منكول لما انكر عليه السلام سجع الكهان وامثاله فيقال لهم انما انكر عليه السلام السجع الذي ليس سجع الكهان امثاله لا السجع على الاطلاق وهو صورة الواقعة، انه عليه السلام امر في الجنين بغزة فقال قائل اأدى من لا شرب ولا اكل ولا نطق ولا استعمل ومثل هذا البطل انكر عليه السلام ذلك لان الكهان كانوا حكمون في الجاهلية بالفاظ مسجوعة لقوله حبة برفي احليل هو وقوله هم عبد المسيح على جبل مشيم لرويا الموبدان واريجاس الايوان ونحو ذلك من كلامهم وكان عليه السلام قد اطلق للكهان والتضخيم، والسر ونهى عنهما فلما سمع كلامه ذلك القائل اعاد الاثكار و مراده به تأكيد تحريم العمل على قول الكهنة ولو كان عليه السلام قد انكر السجع لما قاله وقد بينا ان كثير من كلامه مسجوع وذكرنا خطبته ومن كلامه عليه السلام المسجوع خبر ابن مسعود قال الله تعالى فقال ليس ذاك ما امرتك به واما الامتناع من الله ان تحفظ الرأس وما ولى والبطن وما حوى وتذكر الموت والسبل وامن اباد الاخرة فترك مزينة الحياة الدنيا

حضرت کے جس قدر طوائف خطبے ہیں وہ سب متع ہیں، اب آپ کا کلام قصیر البتہ ایسا ہے جس میں سجع نہیں پایا گیا اگرچہ ایسا کلام سجع کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اسی طرح امیر المؤمنین کے کلام قصیر میں بھی سجع نہیں ہے، اب متوض کا یہ خیال کہ سجع تکلف و تصنع پر دلالت کرتا ہے اس کی کوئی اہمیت نہیں اس لیے کہ مذموم دراصل وہ تکلف ہے جس کی قباحیت ظاہر ہو اور سننے والوں پر گراں گذرے لیکن تکلف مستحسن تو اس میں کون سا عیب ہے آخر دیکھتے تو خود شعریں وزن کی پابندی کب تکلف سے خالی ہے لیکن اس پر کوئی مستحسن اعتراض نہیں کرتا، سجع کو بڑا سمجھنے والوں نے آنحضرت کے اس قول سے بھی احتجاج کیا ہے جو آنحضرت نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ یہ سجع مثل کھنجر کی سجع کہ ہے معتبر من کا گمان یہ ہے کہ اگر سجع مذموم نہ ہوتا تو آنحضرت ایسا کیوں ارشاد کرتے، اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے کاتبوں کی سجع کو مکر وہ و مذموم قرار دیا ہے نہ کہ مطلق سجع کو، واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے جنین کے متعلق جو ارشاد فرمایا تھا تو اس کو سن کر ایک شخص نے یہ کہا تھا "اأدى من لا مشرب ولا اكل ولا نطق ولا استعمل ومثل هذا البطل"

سجع تکلف  
و تصنع کی  
دلیل نہیں  
ہے

پس حضرت نے اس انداز کلام کو ناپسند فرمایا، اس لیے کہ ان زمانہ جاہلیت میں سجع الفاظ کے ساتھ حکم لگایا کرتے تھے جیسے کاتبوں کا قول ہے، "حبة برفي احليل هو" یا ان لوگوں کا یہ قول "عبد المسيح على جبل المشيم لرويا الموبدان واريجاس الايوان" وغیرہ وغیرہ آنحضرت نے کہا کہ سجع، سحر، علم نجوم و جوش وغیرہ کو باطل قرار دیا ہے، اس لیے کہ جب آنحضرت نے قائل کے مندرجہ بالا کلام کو سنا تو آپ نے اس کو ناپسند فرمایا۔ گویا حضرت نے اس طرح کاتبوں کے اقوال پر عمل کرنے کی حرمت پر تاکید فرمائی، اگر آنحضرت سجع کو برا سمجھتے ہوتے تو فرمایا کہ استعمال فرماتے جیسا کہ آپ کے اکثر کلام میں موجود ہے اور ایک خطبہ کو مثلاً پیش کرچکا ہوں، خبر ابن مسعود میں بھی مسجوع کلام آپ سے منقول ہے، ان تحفظ الرأس وما ولى والبطن وما حوى وتذكر الموت والسبل وامن اباد الاخرة فترك مزينة الحياة الدنيا







وان ياخذ من غول لبدوة ومن هكدهن يله كحضارة وانما  
 التكملة الجدل الادي ابعده المعرفه الدينية والثقافة  
 الاسلاميه (مقررة الامم صفحہ ۱۸۵ طبع مصر)  
 حضرت نے انھیں روزہ کے لغات و الفاظ کے ذریعہ خاص انداز سے سمجھائے اور فرمایا ہے جس سے عرب پہلے واقف تھے  
 یہ ماعدل ہما بدلا کے کلمہ سے عرب کو واقف تھے سب سے پہلے امیر المؤمنین ہی نے اس کلمہ استعمال فرمایا ہے (شفا و الغلیل حرف الیم ص ۱۸۵ طبع مصر)  
 لہذا الفاظ ازل کی قیہ معلول وغیرہ و اگر کتب اللغات میں علم کلام کے مفہوم میں وارد ہونا یہ دلیل ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی نے ان الفاظ کو  
 اس مفہوم میں وارد فرمایا جس کی پیروی متکلمین نے کی۔  
 امیر المؤمنین کا استعمال خود دلیل ہے کہ مولد نہیں ہے دوم یہ کہ مولد اس لفظ کو کہتے ہیں جس کا اہل لغت نے کہیں تذکرہ نہ کیا ہو اور کسی ایسے شخص کے کلام  
 میں نہ کہ جو جس کا قول نہ ہونے کے اعتبار سے قابل احتجاج نہ ہو اگر کسی کلمہ کا اہل لغت نے تذکرہ نہ کیا ہو اور وہ کسی ایسے شخص کے کلام میں دستیاب  
 ہو جس کا قول مستند سمجھا جاتا ہو تو اس کو مولد کہنا صحیح نہ ہوگا اس لیے قرآن یا کلام رسول صحابہ ہوں میں اگر کوئی لفظ پایا جاوے تو پھر اس کے لیے  
 کتب لغت میں سند تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ قرآن یا کلام رسول و صحابہ کرام میں اس کا استعمال ہونا خود حجت ہے (شیخ البلاغہ ص ۱۸۵ طبع مصر)  
 اس کو مستند و ثقہ عربی اصل اہل ادبیات عرب بحیثیت خاص تصحیح عربی کے اس کو برابر روایت کرتے چلے آ رہے ہیں بالکل اسی طریقہ سے جس طرح سے  
 امرء القیس اور دوسرے شعراء عرب کے کلام کو روایت کر کے قبول کیا گیا ہے صرف یہی نہیں بلکہ باوجود اختلاف مذہب عقائد کے مختلف فرق  
 اسلامی کی ایک کثیر جماعت نے شیخ البلاغہ کو امیر المؤمنین کا کلام ہونا تسلیم کیا ہے اور اس کی صحت نسبت میں شک نہیں کیا ہے اس صورت میں حضرت علی  
 ایسے فصیح العربیہ کے کلام میں کیونکر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں مولد الفاظ ہیں اگر نہ نہیں!  
 علامہ ابن ابی الحدید نے ابن ثباتہ اور امیر المؤمنین کے خطبوں کو نقل کیا ہے کہ

فلینظر المنصف هذا الكلام وما عليه من  
 اثر التوليد اولى بالنسبة الى ذلك الكلام العربي  
 المنحصر (ابن ابی الحدید جلد دوم صفحہ ۱۸۵ طبع مصر)  
 انصاف کرنے والا نظر انصاف سے دیکھے کہ ابن ثباتہ کے کلام میں  
 تولید کا اثر کس قدر ہے، لہذا اس کو امیر المؤمنین کے کلام سے جو  
 عربی محض ہے کیا نسبت ہے۔

آئیے دیکھا کہ ابن ابی الحدید کا سامع الثبوت ادیب و شاعر و خطیب و حکیم و فاضل و فہم و ایمان ابن عثمان بن عمرو بن زید بن جابر بن ابی جابر بن ابی  
 مہدائک بن ابی انوفی یہ بتا رہا ہے کہ شیخ البلاغہ جو امیر المؤمنین کا کلام ہے وہ عربی محض (خاص عربی ہے) اس میں تولید کا مطلق اثر نہیں ہے  
 اس لیے اس اس البلاغہ زنجیری و ثقہ الغلیل خفاجی کا یہ حوالہ کہ "ان الاذل والذلیلہ کلہ خطاء لا اصل له فی کلام العرب"  
 اذل و الذلیلہ غلط ہیں کیونکہ کلام عرب میں یہ نہیں ہے جانتے بخشنی و خفاجی کے عدم علم پر دلیل ہے کہ ان کے معلومات لغوی جمیع لغات عرب پر  
 غلط نہ تھے ورنہ "علی" ایسے مطلبی و اسمی و قرشی فصیح العربیہ کے کلام میں پائے جانے کے بعد یہ دعویٰ کیونکر صحیح ہے کہ کلام عرب میں یہ  
 نہیں پایا جاتا، اگر یہ دونوں اس پر مطلع ہوتے کہ امیر المؤمنین نے استعمال فرمایا ہے تو پھر کیا سمجھتے، ان دونوں کا یہ لغوی اجتہاد اس وقت  
 کے بعد کیا وقت رکھتا ہے، اہل لغت سے اس قسم کی غلطیاں کثرت ہوتی ہیں مثلاً لفظ عاشور ابو خالص عربی لفظ ہے جیسا کہ قیاس لغت و مادہ عرب  
 اس پر ثابت ہے اور حدیث بخیر میں یہ لفظ وارد بھی ہوا ہے جیسا کہ صحاح شریفہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے لیکن جوہری نے غلطی سے اس  
 مولد سمجھ لیا ہے اس لیے ازل، اکتہ وغیرہ اذک کے الفاظ کا نہ صرف شیخ البلاغہ کلام امیر المؤمنین بلکہ صحیفہ کا کلام علی بن ابی طالب  
 میں وارد ہونے کے بعد کیونکہ خالص عربی لفظ نہ سمجھا جاوے گا، اس وقت فصحاء عرب کا استعمال کرنا یہ بتلاتا ہے کہ یہ لفظ مولد نہیں ہیں بلکہ  
 سمجھنے والوں کے متعلق سمجھا جاوے گا کہ عربیت کے متعلق ان کے معلومات ناقص ہیں۔

لغت الفاظ کی جمع و تالیف حضرت علی ایسے مستند شخصیت کے کلام میں ایسے لغات کی موجودگی اگر بغرض یہ ثابت بھی ہو جائے کہ یہ لغات  
 حضرت کی محتاج ہے کتب صحاح و لغت میں موجود نہیں ہیں اس امر کا بدست ثبوت ہے کہ یہ الفاظ مولد نہیں ہیں کیونکہ لفظ  
 کے استعمال میں حضرت لغت کے محتاج نہیں ہیں بلکہ خود لغت الفاظ کی جمع و تالیف میں حضرت کی محتاج ہے۔  
 یہاں وہ یہ ہے جس کی بنا پر ابن ابی الحدید نے حضرت کے قول "ارعد و ابرق و ابرق" کو اصمعی پر حجت قرار دیا ہے جس کا یہ خیال تھا کہ "ارعد  
 و ابرق" صحیح نہیں ہے

چنانچہ ابن ابی الحدید حضرت کے مندرجہ ذیل ارشاد کے ضمن میں لکھتے ہیں،

وقال علي السلام، وقد ارعد و ابرق و ابرق و ابرق  
 هذين من الامرين الفضل، "ارعد الرجل  
 و ابرق اذا واعد و تحدد و كان الاصحى ينكره  
 و نزع منه لا يقال الا ارعد و ابرق، و لما احتج عليه  
 ببيت الكهيت "ارعد و ابرق يا يزيد فما عرعدك  
 بضائر، قال الكهيت قروني لا يحتمى بقوله، و كلام  
 امير المؤمنين عليه السلام حجة دالة على بطلان  
 قول الاصمعي، (ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۱۸۵ طبع مصر)

امیر المؤمنین کا کلام خود حجت ہے جیسا کہ اصمعی متوفی ۳۸۰ھ کے مشہور لغوی کے خیال و گمان کو مردود و قرار دیا جا رہا ہے، اصمعی کی روایت  
 ابن ابی الحدید ہی نہیں کر رہے ہیں بلکہ الفراء الکوفی متوفی ۲۰۵ھ، ابو عبیدہ المتوفی ۲۸۰ھ، ابو زید البصری متوفی ۲۸۰ھ نے بھی اصمعی کے اس  
 قول کو مردود و قرار دیا ہے، اور "ارعد و ابرق" کی صحت کو تسلیم کیا ہے کتاب الفاظ الکتابت لعبد الرحمن بن عسبی المہدانی صفحہ طبع بیروت  
 عدم علم کی وجہ سے کوئی لفظ اصمعی کی یہ کتنی بڑی غلطی تھی کہ "ارعد و ابرق" کی صحت کا قائل نہ تھا اور کثرت کو اس لیے حجت نہیں سمجھتا  
 کمال باہر نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ بدوی نہیں تھا حالانکہ لغت عرب میں بعض ایسے الفاظ مل جاتے ہیں جن کو اہل بدو و غریب جابلیت  
 نے نہیں استعمال کیا ہے لیکن ان کے عدم استعمال سے اس کے صحت میں کلام نہیں کیا گیا اور نہ اس کو کمال باہر کیا گیا، مثلاً فاسق کا لفظ ہے  
 جس کے متعلق ابن فارس لغوی متوفی ۳۹۰ھ نے اپنی کتاب الجمل میں، ابن الاعرابی لغوی متوفی ۳۸۰ھ سے نقل کیا ہے کہ وہ بیان کرتا ہے  
 کہ اس نے لفظ فاسق کو جابلیت کے کلام میں نہیں دیکھا اور نہ ان کے ارشاد میں کہیں پایا، (گویا یہ لفظ کمال باہر ہے) علامہ سلوی اس کو  
 نقل کر کے کہتے ہیں "و هذا عجيب وهو كلام عربي و له رايات في شعر جاهلي"، یہ عجیب بات ہے کہ یہ لفظ عربی ہے اور اشعار جاہلی میں  
 نہیں وارد ہوا، کتاب المزهج جلد اول صفحہ ۱۸۵ طبع مصر، اسی طرح یہ الفاظ بھی خالص عربی ہیں جن کو امیر المؤمنین نے استعمال فرمایا ہے اور زنجیری و  
 خفاجی لغت نظر کی وجہ سے مولد سمجھتے ہیں۔

لغوی نے لفظ ازل کو کتب لغت میں ضبط کیا ہے یہ تقریر تولفظ "ازلہ" وغیرہ کے متعلق بر بنائے فرض کر رہا تھا کہ اگر یہ لفظ لغت عرب میں  
 نہ ہو تو جو بھی حضرت کے کلام میں اس کا پایا جائے اس کے خالص عربی ہونے پر دلیل ہے  
 حالانکہ اس لفظ کو ایسے مستند و ثقہ لغویین نے اپنے کتب لغت میں ذکر کیا ہے جو خفاجی و زنجیری سے زیادہ لغات عرب کے محقق و ماہر ہیں  
 چنانچہ امام اللغویین ابو نصر سمیع بن حماد ابو ہریرہ اپنی کتاب الصحاح اللغہ میں لکھتے ہیں۔

الازل بالتحريك، "قدم کے معنوں میں قدیم کو ازل کہتے ہیں بعض ازل  
 یہ کہتے ہیں کہ اصل اس کلمہ کی لوگوں کا یہ قول ہے جو قدیم کے لیے  
 کہتے ہیں "لم یزل"، اس کے بعد اس کی طرف نسبت ہے  
 کہ بطور اختصار "یزل" کہا پھر "یا" کہ الف سے نقل کو دور  
 کرنے کے لیے بدل دیا اور ازل ہو گیا جیسے کہ ذی زین کا مفسر  
 غلوب ہونے والے نیزہ کو ازل و فصل اثری کہتے ہیں

جوہری اور اس کی لغت کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ علامہ جلال الدین السیوطی اپنی کتاب المزیہ فی علم اللغہ میں لکھتے ہیں،  
 وغالب هذه الكتب لم يلتزم فيها مؤلفوها التصحيح  
 بل جمعوا فيها ما صمم وشعره ويغفرون على ما لم  
 ثبت غالباً واول من التزم التصحيح مقتصر على الامام  
 جوہری اور اس کی لغت کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ علامہ جلال الدین السیوطی اپنی کتاب المزیہ فی علم اللغہ میں لکھتے ہیں،  
 جتنے کتب لغات ہیں اس میں جو اصمعی نے صحت کا التزام نہیں کیا ہے  
 اگر صحیح و غیر صحیح سب کو جمع کر دیا ہے اور ان میں بعض الفاظ جو  
 ثابت نہیں ہیں ان پر شبہ کر دیا ہے لیکن سب سے پہلے میں لغوی نے الفاظ

امیر المؤمنین  
 کا استعمال  
 ہے

علی کا کلام  
 حجت ہے

فاسق کا لفظ  
 کلام جاہلیت  
 میں استعمال  
 نہیں ہوا کہ  
 عربی لفظ جو

"ازل"  
 صحاح اللغہ  
 جوہری میں  
 موجود ہے

جوہری اور  
 اس کے لغت  
 کی اہمیت



ابونصر اسمعيل بن حماد الجوهري وهذا اسم  
 كتابه بالصحاح (المرحوم جلد اول ص ۹۹ طبع مصر)  
 سید علی دوسرے کتب لغات کا تذکرہ کرنے کے بعد پھر لکھتے ہیں :-

ولم يصل واحد من هذه الثلاثة في كثرة التذلل  
 الى ما وصل اليه الصحاح ولا نقصت تربة الصحاح  
 ولا شغرت به بوجوه هذه وذلك لانها ماضية  
 نحو في كتب اللغة نظير صحيح البخاري في كتاب الحديث  
 وليس المدارس في الاعتماد على كثرة الجمع بل على  
 شرط الصحة (كتاب المرحوم جلد اول)  
 اس لغت کی منزلت نہیں ہے بل اس بنا پر ہے کہ اس میں شہرت کے ساتھ لغات جمع کیے گئے ہیں اور یہ بات صرف صحاح جوهري ہی کا حاصل ہے

ياقوت الجوهري بحم الاوابار من لغات :-  
 كتاب الصحاح هو الذي يابى يدى الناس اليوم و  
 عليه اعتمادهم احسن الجوهري تصنيفه وجوه تاليفه  
 صحاح جوهري کے بعد کسی دوسرے لغت کے حوالے کی ضرورت نہ تھی لیکن مزید اطمینان کے لیے ملاحظہ ہو علامہ محمد بن ابوبکر بن القاسم الرازي اللغوي لکھتے ہیں :-

الاول مقدم يقال اذلى ذكر بعض هل العلم ان اصل  
 هذه الكلمة قوامهم للقديم لم ينزل نسب هذه اقل  
 يستقيم الا باختصار فقالوا ايزلي ثم ابدلت الياء  
 الفاء لانها اخف فقالوا ازل كما قالوا في المرحم المنسوب  
 الى ذي يزن ازل واصل اثر بن (صحاح جلد دوم ص ۱۳۳ طبع مصر)  
 شہور محدث لغوي محمد بن يعقوب فيروز آبادي قاموس میں لکھتے ہیں :-

لازل بالتحريك القوم وهو ازل واصله يزن منسوب  
 الى لم ينزل ثم ابدلت الياء الفاء لانهما قوالا في المرحم  
 المنسوب الى ذي يزن ازل

نیزہ کو ازل کہتے ہیں (قاموس جلد سوم باب الام فصل الهمزة ص ۲۰۳ طبع مصر)  
 محمد بن يعقوب جمال الدين محمد بن مكرم المعروف بابن منظور الاثيري المصري (لسان العرب) میں لکھتے ہیں :-

والازل بالتحريك القوم يقال اليوم مصور ومنه قول  
 هذا شئ ازل اي قديم وذكر بعض هل العلم ان اصل  
 هذه الكلمة قوامهم للقديم لم ينزل ثم نسب اليها  
 فلم يستقم الا باختصار فقالوا ايزلي ثم ابدلت الياء  
 الفاء لانها اخف فقالوا ازل كما قالوا في المرحم المنسوب  
 الى ذي يزن ازل واصل اثر بن (لسان العرب جلد اول ص ۱۳۳ طبع مصر)

الاول بالتحريك القوم هو الاصل الذي ولد منه القوم والاول  
 ملا نهاية له في اخره كالمقام جمعها راجل يجمع  
 ازل بالتحريك القوم اي ابتداء من قديم قدم کے اور اجس کی انتہاء ہو  
 مثل بقا کے یہ واجب الوجود کی صفت ہے ..... ۱۰۰۰۰۰

لازل ام من القديم قال ابن فارس وادي كلمة هي  
 التي كانت مملوكة واحب انهم قالوا للقديم  
 لم ينزل ثم نسب اليها هذا اقل لم يستقم الا باختصار  
 فقالوا ايزلي ثم ابدلت الياء الفاء لانها اخف فقالوا  
 ازل كقولهم في المرحم المنسوب الى ذي يزن اذل

(كليات ابو البقاء الكفوي فصل الالف الزاي ص ۲۲)

بے لفظ ازل و ازل کے متعلق المرحوم لغويین کی تحقیق کوئی بھی اس کو مولد و خلیل نہیں بتلا رہا ہے بلکہ خالص عربی لفظ ہے، ہاں شہور لغوی ابن فارس  
 نے اس کے قول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ لفظ زیادہ شہور نہ تھا، عدم شہرت سے اس کی صحت میں شکام نہیں کیا جاسکتا ہے، بلکہ یہ ہو سکتا ہے  
 کہ زیادہ شہور نہ ہونے کی وجہ سے کچھ لوگ اس لفظ سے ناواقف ہوئے جیسے صاحب اسرار شری اور صاحب شفا الغلیل خفا جی (یہ گیارہویں  
 صدی ہجری کے بزرگ ہیں)

لفظ کیفیت و کیت بھی کتب لغات میں موجود ہے، اسی طرح "کیفیت" کا لفظ ہے، یہ بھی لغت عرب میں اسی معنوں میں موجود ہے جس معنی میں نوح البلاغہ  
 بن واد جہا ہے مولد و خلیل نہیں ہے، شہور لغوی احمد بن محمد بن علی المقرئ القوی اپنی لغت مصباح النیر میں لکھتے ہیں "وکیفیت الشئ  
 حالہ و صفیہ" (مصباح النیر جلد دوم ص ۱۳۳ طبع مصر) "کیفیتہ" کی طرح کیت کا لفظ بھی اہل لغت کے نزدیک صحیح ہے،  
 فیروز آبادی قاموس میں لکھتے ہیں :-

كما اسم ناقص مبني على السكون او سوال عن العدد  
 وقد جعل اسما تاما فصرف وتشدد وتقول اكثر من  
 الكمية والكثرة

جہری نے بھی صحاح لغت میں یہی لکھا ہے،

كما اسم ناقص مبني على السكون وله موزع  
 الاستفهام والخبر ..... وان جعلته اسما تاما  
 شددت اخره وصرفته فقلت اكثر من الكم و  
 هي الكثرة (صحاح جلد دوم ص ۱۳۳ طبع مصر)

یہ عبارت لسان العرب میں بھی ہے، "وان جعلته اسما تاما شددت اخره وصرفته فقلت اكثر من الكم وهو کثیر" (لسان العرب جلد دوم ص ۱۳۳ طبع مصر)  
 بلکہ عربی میں کہیں کہیں اگر کسی عربی کے الفاظ کو اپنے کلام میں استعمال کیا جاتا ہے اور اہل لغت ان کلمات کے متعلق خاموش ہوتے تو اس وقت بھی  
 الفاظ مولد نہیں کہے جاسکتے تھے، "رید العرب" و "فتح العرب" نے ان الفاظ کو استعمال کیا ہے، حضرت کے استعمال کے بعد اہل لغت کی شہادت  
 کی ضرورت نہیں ہے، اگر اہل لغت ان کو نہ نقل کرتے تو یہ ان کے جہل کا ثبوت تھا،

منازلہ جلد دوم ص ۱۳۳ طبع مصر  
 الاتاذ الاکبر والمصلح الاعظم والامام الادب شیخ محمد بن عبد المصطفی الفارابی البلاء کے کتب لغت کے مقابل میں ہند قرار دیتے ہیں  
 کہ ان کے مقابل میں ہند قرار دیتے ہیں

"مکن ہے تم اس مسئلہ میں استواء امام محمد کی رائے دریافت کرو جنہوں نے بیخ بسلائے کو خواب گناہی سے بیدار کیا اور دعوت اطلاع  
 اب بارگاہ نگاہی میں جن کا کوئی دوسرا مقابل نہ تھا اس سوال کا جواب یہ ہے کہ :-

بل هو يتجاوز هذه المقادير الى الاعتراف بان  
 جميع الالفاظ صادرة عن الامام على ما هي  
 حال الكتاب حجة على معاجم اللغة اسمع اليه و  
 هو يقول هذه من هذه المطبوعة (المواساة  
 بالنسبة الاشتراك فيه ..... قالوا والفصيح  
 ہم لغویں کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو تمام مکالمات، اہل لغت  
 میں کا کلام سمجھتے تھے، صرف زبان ہی نہیں بلکہ خصوصاً الفاظ کو بھی حضرت  
 علی کی زبان سے نکلا ہوا سمجھتے تھے، یہاں تک کہ وہ بیخ بسلائے کے حوالہ  
 الفاظ کو لغت کی کتابوں کے مقابل میں ہند قرار دیتے ہیں، ملاحظہ ہو جلد  
 ص ۱۹ اس اڈیشن کا) وہ فرماتے ہیں "مواساة" کسی چیز میں دوسرے کو

ابن فارس  
 لغوی کے  
 لفظ  
 ازل و ازل  
 شہور نہیں

مصباح  
 النیر القوی  
 قاموس  
 فیروز آبادی

کیفیت

صحاح جوهري  
 صحاح جوهري  
 کمال ہے

صحاح جوهري  
 قول مستاد  
 ہے

نقد الصحاح  
 غازی اللغوي

ازل

قاسم  
 فیروز آبادی

لسان العرب  
 ابن منظور  
 الاثيري

کتابت  
 فیروز آبادی















حاصلی اللہ علیہ وسلم کاد الفقران کیوں کفرا وان  
کاد الحسد وان يغلب القدر وهذا معروف في كلامه  
العرب كقول ذي النونية

سجدت فوادى كاد ان يستخفه

خليج الهوى من اجل ما يتذكر

(شرح درة الخواص صفحہ ۱۳۳)

سجدت فوادى كاد ان يستخفه

خليج الهوى من اجل ما يتذكر

(۳۱) جواهر الادب في ارباب واثق لآل العرب الطيبة الخاسر نشر (پندرہواں ایڈیشن) ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۵ء مطبوعہ مصر / جلد اول فصل راجع بنی  
استطاف تيمور جليل النعمان ص ۵۵۰ من قديم المقسم وقال كاد والله يا قديم ان يسبق السبع قد وهبتك للصبيته  
وغفرت لك الصبوة ثم صوبت قوده وخلق عليه

(۳۲) عبد الله بن سلم بن قتيبة الديلمي التوفي ۲۵۵ھ

وذكر معاذ بن يزيد حتى كادت نفسه ان تجوز وطال بكاءه (البيان في احوال العرب ص ۱۲۵ مطبوعہ مصر ۱۳۵۲ھ)  
شرح الرئيس حكيم بن علي سينا كتاب الفوائد في حث البساتين لکھتے ہیں :-

ان روس انفسائل عفة وحكمة ومثابة ومجوعة ومجوعة العدالة وهي خارجة عن الفضيلة النظرية ومن جمعت  
له معها الحكمة النظرية فقد سعد ومن فاز معذلة بالخواص النبوية كاد ان يصير ربا انسانا وكاد ان  
عبادته بعد الله وهو سلطان العالم الامرضى وخليفة الله (البيات الشفا مخطوط)

(۳۳) خلاصی کے نزدیک دوسری غلطی یہ ہے

The preposition Ka is incorrectly used with a  
pronoun in the following phrase: in nilastu Ka -  
anta, I am not like you. (Nahj Vol 1, P 449) -  
یہ عبارت میں حرف جار (كانت) کا استعمال ضمیر کے ساتھ غلط ہے، جہاں پر حضرت نے فرمایا ہے "انی لست كانت" (نہج البلاغہ  
جلد اول نمبر ۲۹۹ ص ۴۴۹) میں ضمیر کے ساتھ حرف جار کا استعمال صحیح نہیں ہے

## جواب

یہ اعتراض بھی پہلے ایراد کی طرح جس کا بھی جواب دیا گیا ہے معترض کی جہالت پر دال ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے استعمال کو جائز قرار دیا ہے  
اس کے تسلیم کیا ہے کہ حرف جار کے ساتھ ضمیر کا استعمال ہوا ہے، اور حضرت نے فرمایا ہے "انی لست كانت" (نہج البلاغہ  
جلد اول نمبر ۲۹۹ ص ۴۴۹) میں ضمیر کے ساتھ حرف جار کا استعمال صحیح نہیں ہے

فساد الله لا يلقى الناس

فتى حقائق يا ابن ابى زياد

وحيث جرت اس کے ساتھ ضمیر کا استعمال ہوا، شاعر کہتا ہے

واو مريت وشيكا صدى اعظمه

وحيث عظمنا نقدت من عطية

اس میں "كانت" جو حرف جار ہے اس کے ساتھ ضمیر کا استعمال ہوا، شاعر کہتا ہے

خلي الدنابات شملا لا كثرنا

واما وخال كها او احرا

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ  
(۳۴) شرح الامام ابن القيم على الفقه الامام مالك ص ۱۲۵ مطبوعہ مصر ۱۳۵۲ھ

اسی طرح حرف جار كانت استعمال ضمیر کے ساتھ بھی ہوا ہے شیخ جمال الدین بن ہاشم الانصاری النحوی معنی اللیب میں لکھتے ہیں :-  
وانت ضمير مرفوع انيب عن المجرد كما قولهم ما اننا  
اور عرب اہل زبان جو یہ کہتے ہیں "ما اننا كانت" اس میں انت

كانت

بیٹا انہوں میں ہے "وقد تدخل على المرفوع نحو ما اننا كانت" اور بھی مرفوع پر حرف جار كانت داخل ہوتا ہے جسے "ما اننا كانت" وسیلہ  
میں سے اس میں ہے "منزلة اخفش ضمير مجرور است کہ موقع مرفوع شرہ در ما اننا كانت" (مسائل البھتہ فی قواعد العرب  
جلد اول صفحہ ۱۳۳)

وضع المسالك شرح الفیه میں ہے: كذا اجر لكاف المضغ الغائب :-

نحو: "كوباني قول العجايز يصف حمارا وحشا

منه خالي الذبان شاملا كثرنا وامرا وخال كها او اقربا

ونحو: مثل كها كها كها وكه كها، اتي قليلا وكذا المقصود

المخاطب نحو اننا كانت والمتكلم ما انت كي ومنه قوله

"اذا تحرب شمريت ولعن تكن كي" وقالوا ما انت

كانا وما اننا كانت

وضع المسالك شرح الفیه بن مالك ص ۲۰۷، ۲۰۸ مطبوعہ مصر ۱۳۵۲ھ

یہی شرح کافیہ بحث كاف جارہ و تشبیہ میں ہے "وقد يدخل في السعة على المرفوع، نحو ما اننا كانت"

شرح جامی مذکور بحث حروف جارہ ص ۱۸۱ میں ہے

دیکھیں اسی الکاف بالظاہر ای بالاسم الظاہر عند الجمهور فقال له استغناء عنه بمثل ونحوه / وقد  
تدخل في السعة على المرفوع نحو ما اننا كانت خلافا للمبرور فانه ايجاز ذلك مطلقا نظرا الى ملجاء في اشعارهم  
حاشیہ ۱۰۰ قولہ اجاز ذلک مطلقا فی السعة والضروقة فی المرفوع والمنصوب والمجور وفي الاسم الظاهر  
والضمير

قولہ نظرا ای لاجل النظر و حال کونہ ناظر الی ملجاء فی بعض الاشعار ملاحظہ کیا

نویسین یہ بتا رہے ہیں کہ اہل زبان کی بول چال میں "كانت" جاری ہے اور اس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا ہے اس لیے اگر

یہ نسخہ بلاغہ میں داروبے تو کیوں غلط ہو گا بلکہ اس کو غلط کہنے والا خود اپنے بے خبری اور جہالت کا ثبوت پیش کرتا ہے عرب تو عموما "وما

اننا كانت" کہتے ہیں لیکن انھوں نے "انی لست كانت" ارشاد فرمایا کہ اس جگہ کو بلاغت کے بلند ترین درجہ پر پہنچا دیا ہے

مذہبہ بلاغہ سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اس کے علویہ "لست كانت" کی شواہد میں اشعار عرب کے مطالبہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ نویسین

کی تصحیح موجود ہے کہ ضمیر مرفوع پر كانت جارہ و تشبیہ غیر اشعار میں داخل ہو کر تا ہے جس کے لیے لفظ "سعة" کا استعمال خاص طور سے کیا

گیا ہے لہذا امیر المؤمنین کے ارشاد "انی لست كانت" کی تشکیل یا شد میں محض اقوال شریعہ ہی عربوں کے پیش کیے جاویں گے جس کا

درجہ خود انھیں علم کے ادب اور نویسین ہی کی تحریرات سے یقینی طور پر ثابت ہے جیسا کہ صاحب معنی اللیب کی عبارت "وانت ضمير مرفوع

انيب عن المجرد كما قولهم اني لست كانت" سے ظاہر ہے لیکن اس عدم ضرورت کے بھی حسب تحریر شرح جامی (نظرا الی ملجاء

فی اشعارهم) نیز حسب تصریح معنی (ناظر الی ملجاء فی بعض الاشعار) اشعار عرب میں بھی ایسا استعمال موجود ہے / بہر حال امیر المؤمنین کے

گم "انی لست كانت" کی شدہ اور مثال میں عربوں کا یہی قول کافی اور کافی ہے کہ "ما اننا كانت" اور کلمات اور یقینات کی حیثیت سے

تمام کتب بول میں مذکور ہے اور "انی لست" اور "ما اننا" میں کوئی فرق حقیقتاً نہیں ہے جو کہ بھی ہے وہ صرف ظاہری ہے معنی و مقصود کے

اعتبار سے دونوں بالکل ایک ہی ہیں اور پھر محض ظاہر کا یہ پہلا جزو عمل اعتراف ہی نہیں ہے کہ جس میں فرق کا ہونا کلام صحیح بھی کہا

جا سکتا، اعتراف کا سورہ عمل جو کچھ بھی ہے وہ صرف آخر کا جزو ہے یعنی "كانت" کہ جس میں ضمیر پر كانت جارہ و داخل ہوا ہے اور یہ جزو

تحریر کے کل اور عرب کے قول میں یہاں طور سے بغیر کسی فرق ظاہری و باطنی کے کما اللہ موجود ہے

"ما اننا كانت"  
و لست كانت  
استعمال عربی  
یہاں پر











ووردت / قال ابن الاعراب، لسا الرجل اذا اتضع  
 وخش بعد رفته، واذا اضم اصلها صم استعمال  
 الناس تلاشي لشيء بمعنى اضحل، وقال القطب  
 الراوندي تلاشي مركب من لاشي ولم يفت على  
 اصل الكلمة، وقد ظهر ان ان معنى كلاهما على السلا  
 الله سبحانه يعلم ما يصوت به الرعد ويعلم ما  
 يضلل عن البروق (ابن ابى ابي جلد دوم صفحہ ۳۷۷ طبع مصر)

خلوصی صاحب کلام امام کا عجیب و غریب کہ حضرت "ضججان لا یخفی غلیبه" ..... وماتلاشت عنه بزوق الغماہ (ارشاد فرما کر)  
 کی جدید تحقیقات برقی ساکن (Electro - Statics) پر روشنی ڈال رہے ہیں،  
 ۴۔ خلوصی صاحب فرماتے ہیں :-

"نسخ البلاغہ میں لفظ ترہیب" (Terror) ڈرانے کے معنوں میں ہے حالانکہ ان زبان میں لفظ ان معنوں میں استعمال نہیں تھا

## جواب

غالباً خلوصی صاحب کا اعتراض لفظ ترہیب کے سلسلہ میں حضرت علیہ السلام کے اس جملہ سے متعلق ہے جو آپ نے دنیا کی مذمت کرنے والے کو متنبہ  
 کرتے وقت ارشاد فرمایا تھا، ..... راحت بعافیتہ وابتکرت بفعلیۃ، ترغیباً و ترہیباً و تحویلاً و تحذیراً (نسخ البلاغہ جلد دوم صفحہ ۳۷۷)  
 اور یہ وہ اہل حق و راستہ ہیں جنہوں نے اس محل پر لفظ ترہیب کو بالکل صحیح معنوں میں استعمال فرمایا ہے کیونکہ لفظ ترہیب "خوف و ڈر" (ڈرانا) کے معنوں میں ابی زبان کے نزدیک مستعمل ہے، جیسا کہ امام اللغۃ والنحو عبدالرحمن بن عسلی الہمدانی لکھتے ہیں :-

رهب ذہو رهاب، ..... اجناسا لخوف الرعب والغرر والذم  
 والمخيفۃ والمخافة والترہبة ..... وتقول اخوفت الرجل الخوف  
 تخويفاً ولخفۃ انا اخافۃ وانرہبۃ اراہبا وترہبۃ ترہيباً و ترہبة  
 ترہباً واعتمدۃ اذا ارہبۃ فتواری واسر ترہبۃ

(کتاب الالفاظ الکتابیہ صفحہ ۳۷۷ طبع بیروت)

۵۔ خلوصی صاحب فرماتے ہیں :-  
 "نسخ البلاغہ کے خطبہ قاصع میں یہ جملہ "ونارۃ اللہ رداء المجبرۃ" (نسخ البلاغہ جلد ۱ صفحہ ۳۹۴) حضرت علی کا نہیں بلکہ  
 اس کے فرقہ جبرہ آپ کے زمانہ میں نہیں ظاہر ہوا تھا

## جواب

اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے "شعر ما بد رس کہ برد" خلوصی صاحب اس جملہ میں لفظ جبرہ سے فرقہ جبرہ سمجھتے ہیں اس لیے اس کا ترجمہ  
 اس طرح فرما کر امتساع کر رہے ہیں،

"He who contended with God on the garment of Tabriyya."  
 اور نزل کیا اللہ سے جبرہ کے لباس میں

حالانکہ ہر صورت میں مطلب اس جملہ کا یہ ہے کہ وہ غلط ہے صحیح ترجمہ یہ ہے "اور نزل کیا اللہ سے کبر و غرور کے لباس میں"

"جبرۃ" لغت میں کبر کے معنوں میں آیا ہے، ملاحظہ ہو!

يجبر الرجل تكبراً ويقال فيه جبرية ايضاً

وجبروت وجبروت وجبروت بوزن فردجہ ای

کبر، (مختار الصحاح) محمد بن ابوبکر بن عبدالقادر صفحہ ۳۷۷ طبع مصر

الجبروت والجبرية والجبروت کو ابن اثیر اخبرتی نے بھی ان معنوں میں لکھا ہے

اسی لیے "امروۃ جبارہ" کے معنی مستکبرہ عاتقہ "تختہ ٹی اور سرکش عورت" اور قرآن میں "محباب عتید"

المتمرد العاتی "سرکش و گنہگار کے معنوں میں ہے، (نہایہ ابن اثیر جلد اول صفحہ ۱۶۷ طبع مصر)

خود خداوند عالم کو "مجتار" اس کی کبریائی کی وجہ سے کہتے ہیں "و الجبار الله تعالى لتكبره" (قاموس جلد اول صفحہ ۳۷۷ طبع مصر)

علامہ ابن ابی احمید اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

قولہ عليه السلام رداء المجبرية الباء المفتوحة يقال

فيه جبرية وجبروت وجبروت وجبروت وكفر وجبروت

ای کبر و انشد والی

فانك ان عاديتني عصبك واداء الجبروت المتعطر

امام علیہ السلام کا قول رداء المجبرۃ بباء مفتوحہ کے ساتھ جبرۃ

جبروت، جبروت، جبروت اور جبروت بوزن فردجہ کبر کے معنوں میں ہے

شاعر عرب کہتا ہے

فانك ان عاديتني عصبك واداء الجبروت المتعطر

(ابن ابی احمید جلد دوم صفحہ ۳۷۷ طبع مصر)

۸۔ خلوصی صاحب کو اس سے غرض نہیں کہ اعتراضات صحیح ہیں یا غلط وہ تو صرف اس عداوت و عنصیت کے مظاہرہ میں جو ان کو امیر المومنین سے  
 ہے نسخ البلاغہ پر اعتراض کو ناجہی اپنا فرض دیکھا سمجھتے ہیں اسی لیے وہ اعتراض کے لیے نئے نئے حوالے تلاش کرتے ہیں،  
 چنانچہ فرماتے ہیں،

"تاریخی قبیل و تجزیہ سے بھی ان خطبوں میں خلل عیب نظر آتا ہے مثلاً وہ خطبہ جو صفین سے واپسی کا ہے، اس میں یہ الفاظ آیا

"خیر دار و شر جہان" (نسخ البلاغہ جلد اول صفحہ ۳۷۷ طبع مصر) "خیر دار" کے الفاظ صفین پر نہیں منطبق ہوتے کیونکہ خیر دار کہو

اور شر جہان کہہ کے باشندے قریش ہیں

## جواب

افسوس کہ خلوصی صاحب نے اصل خطبہ کو نہیں پڑھا اور نہ تاریخی قبیل و تجزیہ Chronology کی رحمت نہ پڑی، اور اگر اس خطبہ کو پڑھا

ہے تو جان بوجھ کر لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کر رہے ہیں، خود امیر المومنین نے اس خطبہ میں خیر دار سے مراد مکہ معظمہ کو لیا ہے اور اس میں نے بھی یہی

کہا ہے، صفین کو "خیر دار" نہ امیر المومنین بلکہ وہ ہے ہیں اور نہ کوئی شایع یہ جھوٹا ہے، حقیقت یہ ہے کہ جنگ صفین میں جس دھوکے اور جبر

سے کام لیا گیا اس کا اثر امیر المومنین کے دل پر تھا، اس سے متاثر ہو کر صفین کی واپسی پر یہ خطبہ ارشاد فرمایا، خود خطبہ کے الفاظ یہ بتلاتے ہیں

کہ آپ کو عہد رسول یاد آ گیا جس میں اسی طرح صلوات و نفاق کی تندہ تیز ہوئی چل رہی تھیں اور جس طرح منافقین نے رسول اللہ کو دھوکے

دیے اور اسلام کو اپنے ابتدا دعوت میں ختم و فنا کرنے کی کوششیں کی، بالکل اسی طرح جنگ صفین میں امیر المومنین کے ساتھ کیا گیا۔ چونکہ

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ زمانہ حالات کے اعتبار سے بالکل یکساں تھے اس لیے آپ کو رسول کا زمانہ یاد آ گیا، حالات میں اگر مطابقت

ہو تو ایک زمانہ دوسرے زمانہ کو یاد دلائی دیتا ہے، جو صفین صفین میں علی کو پیش آئیں یہی حالات رسول اللہ پر بھی رونق دے گئے اس لیے کہ

میں رسول کی حالت اور جنگ صفین میں تفریق حکیم اس تطابق کو اور زیادہ واضح کر رہا ہے، چنانچہ آپ نے اس خطبہ میں رسول اللہ کا

تذکرہ فرماتے ہوئے، عہد رسول کا ذکر فرمایا کہ :-

والناس فی ذلک اتحدت من فیہا حبیل العین و تنزع عت  
 کی رہی ڈھکائی تھی اور یقین کے ستون کی کو کھڑے تھے، جلیل القلم

سوار کی المیقین و مختلف البحر، ولتشت الامم

جسے  
 لکھتے ہیں  
 کبر کے معنوں  
 میں ہے

اور قریش  
 جواب

امیر المومنین  
 نے خیر دار  
 سے مراد مکہ  
 کو لیا ہے  
 اور شر جہان  
 کہہ کر







نقولہ عقب انصار علیہ السلام من صفین لانه  
 انصار عتقا وقتل من مضطرب الامر من شرا کجمل  
 بواقعة التحکیم وکلیدة ابن العاص وما لہم لعداوتہ  
 علیہ من الاستغفار وما شہدوا فی عسکرہ علی انحراف  
 وھذا الکلمات لا تقال فی مثل ھذا الحال واخلق  
 بھان تکلون قیلت فی ابتداء بیعتہ قبیلہ بنی مخزوم  
 من المدینت الی البصرة وان الرضی رحمہ اللہ تعالی  
 نقل ما وجدہ فی ما سمع والغلط من غیرہ والوھم  
 سابق لہ (ابن ابی عمیر جلد اول صفحہ ۱۷۷ مصر)

نہیں ارشاد فرمایا ہوگا کہ چونکہ واقعہ حکیم کے بعد حضرت کے معاملات  
 خلافت درست نہیں ہو گئے تھے، کیوں میں اضطراب و انتشار  
 پیدا ہو چکا تھا اور معاویہ کو استحکام حاصل ہو گیا تھا ایسے حالات و  
 مواقع میں اس قسم کے کلمات نہیں کہے جاتے بلکہ صحیح یہ ہے کہ حضرت نے  
 اپنی ابتداء خلافت میں مدینہ سے جیسے آئے سے قبل یہ کلام  
 ارشاد فرمایا ہوگا، دراصل سید رضی رحمہ اللہ نے بالکل اس طرح نقل  
 فرمایا جیسا کہ موصوف نے پایا تھا اور جس طرح ثناوی نے پایا  
 فرمایا یہ غلطی سید رضی کے علاوہ دوسروں کی ہے اور گزشتہ

لیکن اگر اس کلام کو اسی خطبہ کا جزو سمجھا جائے جو آپ نے صفین کی دہائی پر ارشاد فرمایا تھا تو مناسب محل و مقتضا و حال کے اعتبار سے بھی  
 کوئی خرابی نہیں پیدا ہوتی اور اس سے کوئی خلل و عیب ہی ہوتا ہے کیونکہ آپ نے جنگ صفین کے اُن حالات سے جس میں معاویہ نے  
 نے کروڑوں کے کام لیا، کو غیوروں نے عذاری و بیوفائی کی، اور خوارج کی جماعت پیدا ہو گئی، جو لوگ آپ کے ساتھ باقی رہے ان میں  
 و صفت کے آثار پیدا ہو گئے، ان حالات کو پیش نظر رکھ کر آپ نے صفین کی دہائی پر خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے عہد رسول کے اچھے  
 حالات کا ذکر فرمایا جو آپ کے حالات سے شاہد تھے مطلب حضرت کا یہ تھا کہ آج پھر حق کو مٹانے کے لیے وہی طاقت اُبھر آئی ہے جس کو  
 رسول اللہ نے اپنے زمانہ میں دیا تھا، دراصل یہ اسلام کے مقابلہ میں ایسے مرتدین کی جماعت ہے جس نے بظاہر لباس اسلام تو پہن لیا ہے لیکن وہ  
 اپنے ہی اسلام کے مخالف ہیں جیسے کہ کفار ان قریش تھے اور ہم انہیں جو محل اسرار و حجاب و حشمت و حکمت میں اذین خدا  
 کے محافظ ہیں اس فتنہ کو جاری ہی رہی و ہدایت سے مٹایا جا سکے اس فتنہ کو برپا کرنے والے انہوں نے جاہلیت کے بیج کو زمین اسلام میں بویا  
 اور اپنے آپ کو عروستہ اس کو بیچنا وہ معاویہ اور اس کے متبعین میں لہذا اس حقیقت کو سمجھ لو کہ آل محمد کا مقابلہ کسی سے نہیں ہو سکتا دراصل یہی  
 دین کے وارث رسول کے وحی اور ولایت و حکومت کے حقدار ہیں اب جب کہ حق خلافت پلٹ کر اپنے مرکز پر آ گیا ہے تو اس موقع کو غنیمت جانو  
 اور ہماری رہبری میں خالصین کا مقابلہ ڈٹ کر کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ پھر ایک جگہ سے ہٹ جائے اور اسلام کو تباہی سے دوچار نہ ہو جائے

۱۔ خلاصی صاحب لکھتے ہیں کہ، "علی کے خطبے خود ستالی اور امانیت ہے بھر ہوئے ہیں آپ نے اپنے خطبہ میں ۲۱ مرتبہ "انا انما انا کا  
 لفظ استعمال کیا ہے چنانچہ آپ ایک ایسا ہی خطبہ دے رہے تھے جس میں آپ سب سے حالات پر شکستہ تھے کہ اس کے اندر کی خبریں تیار رہتے تھے کہ سید  
 بن نوفل ابھی نے درمیان خطبہ میں یہ کہا، یا امیر المؤمنین انت حاضر ہا ذکر و دعا لہ، یا امیر المؤمنین جو کچھ آپ بیان فرما رہے ہیں  
 ایسا سلام پڑا ہے کہ آپ کا دیکھا ہو اس لئے کہ واقعہ اس کے ظل دینے سے آپ غضبناک ہو گئے اور آپ نے اسی غصہ کے عالم میں میں ایسا  
 جواب دیا ہے میں نے وہ ہوں کہ کہہ کر اپنی مدح خدائی کرنے لگے، یہاں تک کہ وہ آدمی اس کو برداشت نہ کر سکا اور بیہوش ہو کر گر گیا اور لوگ  
 آپ کے قدموں کا راس دینے لگے، اب آپ نے چاہا کہ تقریر کو ختم کر دیں لیکن لوگوں نے اصرار کیا کہ خطبہ ناقص نہ چھوڑا جاوے، اب آپ  
 نے اس کو پورا کیا جس میں آپ نے بنی عباس و انصاروں کا صلہ لہذا کی تباہی اور امام مہدی کے ظہور کی غیبی خبریں دیں، جن لوگوں نے علی  
 کے خطبہ کو دیکھا ہے ان کی یہ سنی دہی ہے کہ ان خطبے کو لایعالی کا عالم الغیب ہونا ظاہر کریں، یہ "انا" علی کے خطبوں کی کجی ہے  
 اور اپنی حمد و ثناء خود ستالی علی کے خطبوں کا خاص امتیاز ہے، دیکھو، النثر الحسنی کی مبارک جلد اول صفحہ ۲۲۷

## جواب

اس منظر میں خلاصی صاحب نے انتہائی مہارت کا ثبوت دیا ہے موصوف نے خطبہ کے متعلق بحث کر رہے ہیں کہ اس کے خطبے حضرت علی  
 کے ہی یا نہیں، اس لیے ان کثرت اچھے خطبوں پر نقد و تبصرہ کرنا چاہیے جو بیخبرانہ طور پر مندرج ہیں لیکن چونکہ موصوف خطبہ بیخبرانہ

کے خلاف کچھ حکم ادا کرنا ضروری نہیں کہ اس لیے خطبہ عثمانی کی طرح ادا کرنا ہوتا ہے یا تو اسے اپنے اصل موضوع میں جاتے ہوئے  
 البلاغت سے ہٹ کر دوسرے خطبہ کی طرف متوجہ ہیں اور بیخبرانہ طور پر اس پر اعتراض کرتے ہیں لیکن اس میں غلطی  
 الائی کے کہ پڑھنے والا یہ سمجھے کہ یہ بیخبرانہ طور پر خطبہ ہے، چنانچہ مندرجہ بالا اعتراض میں خطبہ پر گور سے ہیں جس میں انا... انا... انا...  
 مت موجود ہے اور جس میں سید بن نوفل ابھی نے درمیان خطبہ میں سوال کیا تھا اور آپ نے اس کو مستحکم فرمایا اور پھر عثمانی کے ساتھ  
 نے فضائل و مناقب کو بیان فرمایا ہے اور جس کو سن کر سائل خوش کھڑا ہو گیا، وغیرہ وغیرہ... اس خطبہ کو سید رضی کے بیخبرانہ  
 نہیں نقل فرمایا ہوگا بلکہ خلاصی صاحب نے اس کو نقل کیا ہے، چنانچہ علامہ کمال الدین ابو سالم جو بن طلحہ القری  
 حبشی الشافعی نے اپنی کتاب "الدر النظم" میں اور شیخ الاسلام "قسطیہ" علامہ شیخ سلیمان بن ابراہیم کھنکی البیہقی القندوزی نے  
 اپنی کتاب "ینالہ المودت" میں (یہ کتاب قسطیہ سے شائع ہو چکی ہے) مفصل اس خطبہ کے ساتھ اس کا ذکر خلاصی صاحب نے  
 کر رہے ہیں ذکر کیا ہے، اور اس خطبہ کے اکثر حصے کو علامہ شہاب الدین احمد نے اپنی کتاب "توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل میں بھی  
 ذکر کیا ہے، اگر اس خطبہ کے متعلق کوئی ایراد و اعتراض ہے تو اپنے ان اچھے علمائے کچھ، یہ کیا اندھیرے میں نقل تو کریں آپ کے علمائے  
 اہل سنت اور اعتراض فرمائیے بیخبرانہ طور پر اس کا نہیں ہوو نہیں ہے، اس لیے جو بیخبرانہ است  
 یہ خطبہ جو "البیان" کے نام سے مشہور ہے، مندرجہ بالا علمائے اہل سنت نے اس کو نقل فرمایا ہے تحریر فرمایا ہے

قد ثبت عند علماء الطريقة و مشائخ الحقيقة علماء طریقت و مشائخ حقیقت کے نزدیک نقل صحیح اکتفا ہے  
 بالنقل الصحیح و الکشف الصریح  
 نقل صحیح، اور کشف صریح، کو آپ اپنے علمائے دریافت کچھ کہ کیا ہے؟  
 یہاں کہ بیخبرانہ طور پر اس خطبہ کا وجود نہیں ہے، نہ کتب اربعہ شیعہ میں ہے، نہ مصنفات علامہ نجاشی میں ہے اور نہ بیخبرانہ  
 میں ہے، شیخ رجب علی برسی جو ایک شیعہ صوفی ہیں اللہ انھوں نے کتب اہل سنت سے اس خطبہ کو اپنی کتاب "مشارق الانوار" میں  
 نقل کیا ہے، لیکن شیخ رجب علی برسی صوفی اور ان کے مصنفات کو اہل شیعہ نے قابل حجت نہیں سمجھتے، علامہ نجاشی لکھتے ہیں،  
 ولا اعتمد علی ما یفترقہ ببقولہ لا شتال کتابہ علی میں ان کی تنہا نقل کردہ چیزوں پر بھروسہ نہیں کرتا اس لیے کہ ان  
 مصنفات میں ایسی باتیں ہیں جو خط و غلط کی سوچ میں ہیں،

یہ خطبہ بیخبرانہ طور پر مندرج ہے،  
 حافظ رجب علی برسی کی کتاب میں حد سے تجاوز باتیں درج ہیں اور باوقاات اُن کی طرف غلو کی نسبت دیا جاتا ہے  
 (سفینۃ البحار شیخ عباسی جلد اول صلاہ طبع ایران)  
 رہا یہ امر کہ علی کے بعض خطبہ میں اخبار غیبی پائے جاتے ہیں تو اس کا جواب میں دے چکا ہوں کہ خود صحاح اہل سنت میں موجود ہے کہ  
 رسول اللہ نے قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبر اپنے اصحاب کو دی بعض اصحاب نے اس کو یاد رکھا اور بعض بھول گئے، اگر علی نے ہونے والی  
 اور رکھا اور بیان کیا تو کیوں حیرت ہو، خود علی ہی نے فرمایا ہے کہ جو کچھ میں بتلا رہا ہوں یہ رسول اللہ کی بتلائی ہوئی خبریں ہیں، چنانچہ  
 ایک مرتبہ "اتروا مغول" کی خبر دے رہے تھے کہ قبیلہ رطل کے ایک شخص نے عرض کیا،  
 "لقد اعطیت یا امیر المؤمنین علم الغیب" اسے امیر المؤمنین کو علم غیب عطا ہوا ہے  
 فضیحت علیہ السلام و قال، یا احاکم لیس ہو حضرت نے مسکرا کر جواب دیا، اے برادر کلمی جو کچھ میں نے خبریں دی  
 لیس علم غیب و انما هو معلوم من ذی علم، میں یہ علم غیب نہیں ہے بلکہ صاحب علم و دانش حضرت پیغمبر صلعم

کی بتلائی ہوئی باتیں ہیں، (شیخ ابی ہریرہ جلد اول صفحہ ۲۲۷ طبع مصر)  
 رہا یہ کہ "انا" علی کے خطبوں کی کجی ہے اور خود اپنی آپ تقریر کرنا یہ علم کا شیوہ ہے، خلاصی صاحب کا یہ ادعا بالکل دلیلی ہے جس  
 طرح مخالفین اسلام نے قرآن پر اعتراض کر کے یہ کہا ہے کہ مسلمانوں کا خدا کیا ہے کہ اُس نے قرآن میں شروع سے آخر تک مختلف  
 عنوان سے خود اپنی ہی حمد و ثناء کی ہے، خلاصی صاحب نے اس خود ستائی کے سلسلہ میں دکتور زکی مبارک کی کتاب "النثر الحسنی" کو تائید  
 کا والد دیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دکتور زکی مبارک نے بھی وہی اعتراض کیا ہے جو آپ امیر المؤمنین کے خطبوں کے متعلق کر رہے ہیں











معتبراً منقولاً أو بعضه والاول باطل بالضرورة  
لأننا قلنا انما اتروا ترصعة اسناد بعضه الى امير المؤمنين  
عليه السلام وقد نقل المحدثون كلهم او جلهم  
والمؤرخون كثيرا منه وليس من الشيعة ليسبوا  
الى غرض في ذلك والثاني يدل على ما قلناه  
لان من قد أنس بالكلام والخطابة وشلاطفا  
من علم البيان وصار له ذوق في هذا الباب  
لا بد ان يفرق بين كلام الركيك والفصيح  
وعن الفصيح والافصح وبين الاصيل والمولد  
واذا وقف على كراس واحد يتضمن كلاما جماعا  
من الخطباء أو لاشيين منهم فقط فلا بد ان  
يفرق بين الكلامين او قصيدة واحدة لغيره  
لعرفنا بالذوق مبادئها الشعرية في تمام ونفسه  
وطريقته ومنا هبه في القريض الاتري ان العلماء  
بعد النشاز حذوا من شعرة فصائد كثيرة  
منحولة اليه لمباينتها لمن هبه في الشعر وكذا  
حذوا من شعراي نواس شيئا كثيرا لما ظهر لهم  
انه ليس من الغاظة ولا من شعرة وكذا  
غيرهما من الشعراء ولم يعتدوا في ذلك الاعلى  
الذوق خاصة وانت اذا تأملت فخرج البلاغة  
وحدود كل ماء واحد ونفس واحد واسلوبا  
واحد كالبحر البسيط الذي بعض من البعاضه  
مخالفا لباقي الابعاض في الماهية وكما لقرا ن  
العزيز أوله كادسطه واسطه كاخرا وكل  
سورة منه وكل آية مماثلة في المأخذ والمذهب  
والفن والطريق والنظم لباقي الايات والسور  
ولو كان بعض نهج البلاغة منقولاً وبعضه  
معتبراً لم يكن ذلك نقداً لظهور ذلك بهذا البرهان  
الواضح خلاص من زعم ان هذا الكتاب او بعضه  
منقول الى امير المؤمنين عليه السلام واسلم ان  
قائل هذا القول يلحق على نفسه ما لا قبل له  
به لا تاسى فتنها هذا الباب وساطنا الشكوك  
على انفسنا في هذا القول لثبوت بعضه كلام منقول  
عن رسول الله صلى الله عليه واله ابداداً وسانم  
لما نحن ان يطعن ويقول هذا الخبر منقول و

هذا الكلام مصنوع وكن لاك ما نقل عن ابى بكر  
وعمر من الكلام والخطب والموعظ والذوب وغير  
ذلك وكل امر جعله هذا الطاعن مستند اليه فيما  
يرد به عن النبي صلى الله عليه واله والا ئمة الراشد  
والصحابه والتابعين والشعراء والمؤسسين والخطباء  
فلنا صرحى اصحاب المؤمنين عليه السلام ان يستند  
الى مثله فيما يروونه عنه من فحج البلاغة وغيره  
وهذا واضح (ابن ابى الحديد جلد دوم صفحہ ۵۴۷ طبع مصر)

عليه السلام ہیں وہ بھی استناد کر سکتے ہیں نبی علیہ السلام وغیرہ کے باب میں وہ واضح (۱) ختم ہوا کلام ابن ابی الحدید کا  
سید رضی کی ذات اس سے بلند ہو کہ اس کلام جو مختلف اہل قلم کا نتیجہ ہو اس میں کلام کی یکسانیت کیونکر قائم رہ سکتی ہے علاوہ ازین جامع  
ان کی طرف وضع کی نسبت وکجاوے نبی علیہ السلام سید رضی کی شخصیت اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ اپنے یا کسی غیر کے کلام کو امیر المؤمنین احمد رضا  
کی طرف منسوب کر دیں سید رضی کے تدین و عفت نفس کے یہ بالکل منافی ہے کہ وہ حضرت کی طرف کلام غیر کو منسوب کریں یہ ایک ایسی کجیانی کجیانی  
حقیقت ہے جس کا اعتراف وہ لوگ بھی کرتے ہیں جو نبی علیہ السلام میں کلام غیر کو بھی شامل سمجھتے ہیں  
احمد زکی صفوت لکھتے ہیں :-

امانه انتحل بعضه فلاك ما لا تری السبیل  
علی احماله به سحر (مجلد اول ابواب فتنہ طبع مصر)

سید رضی اگر نبی علیہ السلام کو غلط منسوب کرتے تو سید رضی و سید رضی یا دوسرے او باوجود شیعوں کو مستہم کرنے والے تالیف کے ان حقائق سے ختم ہوتی  
حکومت کی طرف سے مستوجب عقاب ٹھہرتے کر لیتے ہیں کہ ایسے زمانہ میں جب کہ شیعیت کا اظہار جرم ہو وہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب  
کی طرف جہلی و وضعی کلام کو کیونکر منسوب کر سکتے تھے اس میں تو ان کی جانوں کا خطرہ تھا / تدوین نبی علیہ السلام کے بعد یہ کتاب پوشیدہ  
نہیں رہی بلکہ عالم اسلام میں مشہور ہو گئی اگر اس میں کلام منقول (جہلی و وضعی) موجود ہوتا تو دارالسلام بغداد کے علماء و حفاظ حدیث  
وائے ادب جو سب کے سب سنی المذہب تھے سید رضی کو سھون و مردود و قرار دیتے اور ان کو جرم قرار دے کر بارگاہ خلافت سے  
مستوجب عقاب ٹھہراتے / اسی عہد میں شیخ الطائف ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی اپنی کتاب المصباح میں عل عاشورہ لکھتے پرورد باخلافت  
میں باز پرس کے لیے طلب ہو جاتے ہیں اور صفائی پیش کرنے کے بعد برمی ہوتے ہیں (روضات الجنات باب المیم صفحہ ۵۷ طبع ایران نو اور اجری صفحہ ۱۱۹)  
لیکن سید سے کسی قسم کی باز پرس نہیں کی جاتی حالانکہ سہولت باتوں پر اگر شبہ ہو جاتے ہیں تو حکومت کا عتاب نازل ہو جاتا ہے بجا  
سید رضی کی طرف منسوب شدہ اشعار جس میں فاطمین مصر کی مدح ہے جب خلیفہ وقت قادر با اللہ عباسی تک پہنچتے ہیں تو خلیفہ سید رضی  
پر انتہائی غضب ناک ہو جاتا ہے اگرچہ سید رضی بکلف انکار کرتے رہے کہ یہ ان کے اشعار نہیں ہیں لیکن خلیفہ کے غیظ و غضب میں  
اس وقت تک کمی نہیں ہوتی جب تک کہ سید رضی کے والد ابو احمد سید طاہر الموسوی النقیب اور ان کے بھائی سید مرصی علم الہدی  
اس محضر پر دستخط نہیں کر لیتے جو فاطمین مصر کی قدر نسب کے متعلق لکھا گیا تھا اور خود سید رضی کو یہ سزا ملی کہ ان کو نقابت سے  
برطرف کر دیا گیا (ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۵۷ طبع مصر) الشریف الرضی بقلم محمد بن ابی گیلانی صفحہ ۱۱۹ طبع مصر

چند ایسے مشتبہ اشعار پر جو ان کی طرف منسوب کر دیے گئے تھے اس پر تو یہ لے دے ہوئی اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر  
کہیں "منج البلاغة" میں جہلی و وضعی کلام ہوتا جس کو علمائے اہلسنت نہ قبول کرتے ہوتے تو اس کے نتیجے میں سید رضی کو کون سا  
روز بد و کھنا پڑتا / منج البلاغة کی اشاعت کے بعد نہ حکومت نے کوئی باز پرس کی اور نہ علماء نے رد و قدح کیا بلکہ مشہور منکر اہلسنت  
قاضی القضاات عبد الباقی صاحب المغنی اپنی کتاب المغنی میں (جو شیعوں کی رد میں ہے) مشہور خطبہ شقیقہ کو قبول کر کے اس کے معانی  
میں تاویل کرتے ہیں جس کا جواب سید رضی نے اپنی کتاب الشانی میں دیا ہے اصراف بھی نہیں کہ خلفاء و امراء کے خزانہ کثرت میں  
منج البلاغة کو جگہ ملی بلکہ اجلائے علمائے اہلسنت نے اس کی شرحیں بھی تحریر کی اور مشہور خطاطین اہلسنت نے اس کی کتابت کی بجا  
منج البلاغة

منج البلاغة  
سید رضی کو کون سا  
روز بد و کھنا پڑتا



خلیفہ شمس کا شہرہ و معروف کتاب یا قوت بن عبد اللہ المستعصی النوری نے بھی نسخہ ابلاغہ کو لکھ کر اپنے کمال فن خطاطی کا ثبوت دیا چنانچہ آج تک یا قوت شمس کا لکھا ہوا نسخہ نسخہ ابلاغہ شہرہ و معروف کے درجہ اعلیٰ کے محفوظات میں محفوظ ہے ملاحظہ ہو کتاب محفوظات الموصی تالیف و تصنیف داؤد الجلی المصنف ص ۱۲۹/۱۲۸ طبع مطبعۃ الفرات بغداد ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۴ء

ابو اسحق الصابی و نسخہ ابلاغہ اعلیٰ صاحب کس راوی سے فرماتے ہیں کہ ابو اسحق الصابی بھی و تصنیف نسخہ ابلاغہ میں سے ہے آخر یہ تو فرماتے کہ ایک نسخہ یہ تصنیف غیر مسلم کو کیا ضرورت تھی کہ وہ اپنا کلام مسلمانوں کے پیشوا حضرت علی کی طرف منسوب کر دے یہی ایسا کلام جو تالیف قرآن ہو علامہ احمد حسن الزیات "تاریخ الادب العربی" میں لکھتے ہیں

النهج البلاغة هو في المحل الثاني من كتاب الله نسخ ابلاغه بلاغت وبيان کے اعتبار سے کتاب خدا کے بعد بلاغت و بیانا

ایسے بلند مرتبہ کلام کو وہ اپنا کر کے ظاہر کرتا یا حضرت علی کی طرف منسوب کر دیتا، ابو اسحق ابراہیم بن ہلال بن زہرون احرانی الصابی اپنے مذہب صابی میں بہت سخت تھا، مورخ ابن خلکان لکھتا ہے "کان متشدد دانی دینہ" وہ اپنے مذہب میں بہت کڑی تھا یہاں تک کہ ایک مرتبہ عز الدولہ نے اس کے سامنے اس شرط پر عہدہ وزارت کو پیش کیا کہ یہ مسلمان ہو جائے لیکن اس نے انکار کر دیا **ذیات الامین ابن خلکان** جلد اول صفحہ ۱۲ طبع مصر، **تجمل الادب** جلد دوم ص ۲۱ طبع مصر، **الاعلام** خیر الدین الزرکلی جلد اول ص ۲۲ طبع مصر علامہ صفدی یا قوت الخوی لکھتے ہیں کہ:-

"ایک مرتبہ بادشاہ نے ہزار اشرفیاں اس کو اس شرط پر دیں کہ وہ باقلا کھائے لیکن اس نے اپنے مذہب کے احترام میں کہ اس نے باقلا کھانے کی اجازت نہیں دی ہے، ہزار اشرفیوں کو روک دیا اور نہیں کھایا" **تجمل الادب** جلد دوم ص ۲۱ طبع مصر ایسا کہ رقم کا مخالف اسلام امیر المومنین کے مرتبہ کو بلند کرنے کے لیے جعلی خطبے وضع کر دیا جب کہ اس کے تعلقات سنی مذہب خلفاء بغداد سے بھی بہت گہرے تھے، علاوہ ازیں ابو اسحق الصابی کے رسائل مطبوعہ ہمارے سامنے موجود ہیں جس کو امیر تمکب اسلام نے غشی کیا ہے کچا نسخہ ابلاغہ کی جلالت شان اور کجا صابی کا کلام بہت کیا نسبت ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:-

واعلم اني اضرب لك مثلاً تتخذة دستورا في كلام امير المؤمنين عليه السلام وكلام الكثرة والخطباء بعدة كابين نباتة والصابي وغيرهما انظر نسبة شعرائهم تامر والنجري وابي نواس ومسلم وال شعراء مرأى القيس والنايفة وزهير والاعشى هل اذا تاملت اشعار هؤلاء واشعار هؤلاء تجد نفسك حاكمة بتساوي القبيلين او بتفضيل ابى نواس واصحابه عليهم صلوات الله ان ذلك مما لقوله انت ولا قاله غيرك ولا يقوله الا من لا يعرف علم البيان وماهية الفصاحة ولكنه البلاغة وتفضيلة المطبوع على المصنوع ومنزلة المتقدم على المتأخر فاذا اقررت من نفسك بالفرق والفضل وعرفت فضل الافاضل ونقص الناقص فاعلم ان نسبة كلام امير المؤمنين عليه السلام الى هؤلاء هذه النسبة بل اظهر لانك تجد في شعراء مرأى القيس واصحابه من

اب من امير المؤمنين ككلام برنبرس کہ وہ باقلا کھائے لیکن اس نے اپنے مذہب کے احترام میں کہ اس نے باقلا کھانے کی اجازت نہیں دی ہے، ہزار اشرفیوں کو روک دیا اور نہیں کھایا" **تجمل الادب** جلد دوم ص ۲۱ طبع مصر ایسا کہ رقم کا مخالف اسلام امیر المومنین کے مرتبہ کو بلند کرنے کے لیے جعلی خطبے وضع کر دیا جب کہ اس کے تعلقات سنی مذہب خلفاء بغداد سے بھی بہت گہرے تھے، علاوہ ازیں ابو اسحق الصابی کے رسائل مطبوعہ ہمارے سامنے موجود ہیں جس کو امیر تمکب اسلام نے غشی کیا ہے کچا نسخہ ابلاغہ کی جلالت شان اور کجا صابی کا کلام بہت کیا نسبت ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:-

التجوت والکلام الوحشی واللفظ الغریب المستنکر شیئاً کثیراً ولا تجد من ذلك في كلام امير المؤمنين عليه السلام شيئاً واكثر فساد الكلام ونزوله فاما هو باسما حال ذلك فان شئت ان تنزوا واستبصنا فانظر القرآن العزيز واعلم ان الناس قد اتفقوا على انه في اعلی طبقات الفصاحة وتأمله تأملاً شائفاً وانظر الى ما خص به من منزلة الفصاحة والبعد عن التعقيد والتعقيد والكلام الوحشی الغریب انظر كلام امير المؤمنين عليه السلام فانك تجد مشتقاً من الفاظة ومقتضباً من معانيه ومذاهبة وحذراً وأبه حذراً ومسلوكاً به مناجاة فهو وان لم يكن نظيراً ولا مند الصلة ان يقال انه ليس بعدة كلام افصح منه ولا اجزل ولا اعلی ولا انحف ولا أنبل الا ان يكون كلام ابن عمه عليه السلام وهذا امر لا يعلمه الا من ثبت له قدم را سخة في علم هذه الصناعة وليس كل الناس يصلح لا انتقاد الجوهري بل ولا لا انتقاد الذهب ولكل عمل رجال

(ابن ابی الحدید جلد اول ص ۲۱ طبع مصر) ہوتی ہے اور ہر کام کے لیے کچھ لوگ ہوتے ہیں،

ناوال علامہ محمد علی الدین عبد الحمید ازہری اور استاد فواد افرام بیرونی مشککین کے ثبوت کو رد کرتے ہیں

نسخ ابلاغہ کے کلام امیر المومنین ہونے میں کوئی شک نہیں ہے آخر کلام میں دو شواہد کو پیش کر کے اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں، جامع کے مشہور ادیب علامہ محمد علی الدین عبد الحمید جواز ہر یونیورسٹی مصر میں عربی ادبیات کے استاد ہیں اور جنہوں نے نسخ ابلاغہ کی تحقیر کی ہے وہ اپنی غرض کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:-

نعم ليس من شاك عند احد من ذلك وليس من شك عند احد في ان ما تصببه الكتاب جار على النهج المعروف عن امير المؤمنين موافق للاسلوب الذي يحفظه الادباء والخطباء من كلامه الموثوق بنسبته اليه ولكن بعض المعروفين من ادباء عصرنا يميلون الى ان بعض ما في الكتاب من خطب ورسائل لم يصك عن غير الشريفة الرضى جامعة الكتاب هو منشأه

اس کو بلند سمجھے گا اور جو بہت ہے اس کو بہت سمجھے گا، اس لیے طبقہ اول امری القیس وغیرہم کو طبقہ دوم ابونام وغیرہم پر ضرور تفصیل دے گا،

اب اسی معیار پر امیر المومنین کے کلام پر نظر ڈالو اور اس کا مقابلہ امری القیس وغیرہم کے سے طبقہ اول والوں سے کرو تم دیکھو گے کہ امری القیس اور ان کے اصحاب کے کلام میں غریب الفاظ کی کتنا شست بندشیں موجود ہیں اور علی کا کلام ان عیوب سے پاک صاف ہے اگر تم چاہتے ہو کہ میرے مطلب کو ادب صاف روشن طریقہ سے سمجھو تو قرآن پر نظر ڈالو۔

نام لوگوں کا اتفاق ہو کہ قرآن مجید فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ منازل پر ہے اور ہر قسم کے عیوب کلام سے وہ پاک صاف ہے اب قرآن کے بعد علی کے کلام پر نظر ڈالو تم کو صاف معلوم ہو جائیگا کہ حضرت کے الفاظ قرآن کے الفاظ سے شتیت ہیں اور اس کے معانی و مطالب قرآن ہی سے اخذ ہیں اور اس کا طرز و اسلوب کا انداز بیان قرآن ہی کے لگ بھگ ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور اصل یہ کہنا بالکل درست ہے کہ قرآن کے بعد کوئی کلام اس سے زیادہ فصیح نہیں ہے بلکہ کلام علی ہی سب سے بلند و ارفع ہے سوائے ان عربین حضرت علی کے کلام کے اور کوئی کلام اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اصل اس نتیجہ تک وہی لوگ پہنچ سکتے ہیں جو ادب و فصاحت و بلاغت میں کمال رکھتے ہیں، لکھنا ہر آدمی میں یہ سلیقہ کہاں کہ جو امرات اور محکمہ قیصر کر سکے یا نہ کر سکے، ہر امر کے سمجھنے کے لیے سلیقہ سہ کی ضرورت ہوتی ہے اور ہر کام کیلئے کچھ لوگ ہوتے ہیں۔

چنانچہ وہ لوگ جو ادب عربی اور فصاحت و بلاغت میں کمال رکھتے ہیں عام اس سے کہ وہ کسی مذہب و ملت کے کیوں نہ ہوں ان کا یہ قطعی فیصلہ ہے نسخ ابلاغہ کے کلام امیر المومنین ہونے میں کوئی شک نہیں ہے آخر کلام میں دو شواہد کو پیش کر کے اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں، جامع کے مشہور ادیب علامہ محمد علی الدین عبد الحمید جواز ہر یونیورسٹی مصر میں عربی ادبیات کے استاد ہیں اور جنہوں نے نسخ ابلاغہ کی تحقیر کی ہے وہ اپنی غرض کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:-

ہاں نسخ ابلاغہ کے کلام امیر المومنین ہونے میں کسی ایک کو بھی شک نہیں، اور نہ کوئی اس میں شک ہے کہ جو کچھ اس میں درج ہے وہ اُسی طریقہ پر ہے جو امیر المومنین کا عام طور سے معلوم ہے اور اس انداز بیان و اسلوب نگارش کے موافق ہے جو ادباء و علمائے محفوظ کیا ہے حضرت کے اس کلام سے جس کی نسبت آپ کی طرقت قابل وثوق طریقہ سے ثابت ہے لیکن ہمارے زمانہ کے بعض مشہور ادباء کا سیلان اس خیال کی طرف ہو کہ بعض خطبے اور خطبات جو اس کتاب میں درج ہیں وہ جامع نسخ ابلاغہ پر مبنی ہیں

امیر المومنین کا کلام ان میں سے ایک ہے جو قرآن و احادیث کے ادب و شعرا میں پائے جاتے ہیں

علی کا انداز بیان اور طرز و اسلوب قرآن کے لگ بھگ ہے

نسخ ابلاغہ

ابن کثیر

ابن کثیر

ابن کثیر



و هو مدعی نسبتہ الی الامام  
کی نسبت کا دعویٰ امام کی طرف کیا ہے

اس جماعت کے خیالات درج کرتے ہوئے موصوف فرماتے ہیں :-

واعلم ما یجدہ باحثوا الاداب العربیۃ فی هذا  
العصر من اسباب یدعمون بہا بان الكتاب  
من صنع جامعہ وتالیفہ ذلک الذی نوجزہ

ذلک فی الاسباب الاربعۃ الاتیۃ

(۱) یہ کہ اس کتاب میں اصحاب رسول اللہ کی نسبت ایسے تعریضات ہیں جن کا کسی طرح حضرت امیر المومنین سے صادر ہونا نہیں  
تسلیم کیا جاسکتا، جیسا کہ کتاب کے مطالعہ کے بعد تم کو معلوم ہوگا کہ اس میں معاویہ، طلحہ، زبیر، عمرو بن عاص اور ان کے  
متبعین کے بارے میں سب و شتم تک موجود ہے

(۲) اس میں کج اور عبارت میں صنعت آرائی و لفظی آرائش اس حد تک ہے جو حضرت علی کے زمانہ میں ناپہنچی ہو ہو چکی ہو  
اور صدر اسلام کے بہت بعد عباسی عہد کے خصوصیات اور بار میں سے ہے جن کے رنگ ڈھنگ پر یہ ضمی نے اس کتاب  
کو تالیف کیا

(۳) اس میں تشبیہات و استعارات اور واقعات و اوصاف کی صورت کئی اتنی مکمل ہے جس کا صدر اول اسلام میں بالکل پیر  
جیسا کہ خفائش، طاؤس، انار، اجڑا ہونے کے اوصاف کے بیان کرنے میں وقت نظر سے کام لیا گیا ہے نیز حکمت اور لفظ  
اصطلاحی لفظیں جیسے "دین"، "کیف"، وغیرہ اور مسائل کے بیان کرنے میں طریقہ عد و حساب کا برت  
جیسے حضرت کا ارشاد کہ "استغفار چھ معنوں میں ہے"، "ایمان چار ستون پر قائم ہے" صبر، یقین، عدل، جہاد اور صبر  
چار فروع ہیں، یہ تمام باتیں اس زمانہ میں رائج نہ تھیں

(۴) اس کتاب کی اکثر عبارتوں سے علم غیب کے ادعا کا پتہ چلتا ہے جو حضرت علیؑ ایسے بزرگ سے جس نے نور نبوت کو دیکھا  
اور عہد رسالت کو برتا ہوا اس کی شان سے بعید ہے، یہ ہیں وہ نبیہات جن کو علامہ محمد علی الدین عبد الحمید نے نقل کر کے  
ہر ایک کا جواب دیا ہے، علامہ موصوف مندرجہ بالا شبہات کو رد فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں

ولسنا علو اللہ - صحت بری فی ہذا الاسباب  
مجمعة او منفردة دلیلا أو شبهہ دلیل علی  
ما ذهب الیہ انصار ہذا الفکرہ وقد لغالی  
اذا نحن اعتبرناھا شبھا تعرض للبحث وبتکلف  
الباحث ردھا، ولکننا مع ہذا لا یخل ان  
لقول کلمة موجزة فی شان کل سبب من  
ہذا الاسباب حتی یتسیر لنا الوقت الذی  
نظہر فیہ بحثا متشعب الناحی فی ہذا المسألة  
انشاء اللہ

پہلے شبہ کا جواب

امام عن السبب الاول  
فقد یعلم کل من شدا  
مثبتا من التاریخ والادب ان الامام علیا رضی اللہ  
عندہ اصیب بموت النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
وہو ربیہ وامن عہد والیہ ووجہ وھو فی الثلاثین

خدا گواہ ہے کہ ہم ان اسباب و شبہات میں مجموعی طور پر ایک  
ایک میں انفرادی حیثیت سے کوئی تحقیقی دلیل یا شبہ نہیں دیکھیں  
اس دعویٰ کے ثبوت میں نظر نہیں آتی جسے ان لوگوں نے ثابت کرنا  
چاہا ہے بلکہ یہ بھی زیادتی ہوگی کہ ہم انھیں ایسے شبہات کا درجہ عطا  
کریں جو بحث و تحقیق میں سدا رہتے ہیں اور جن کے جواب کی ضرورت  
ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود ان شبہات کے جواب دینے میں  
بخل نہ کروں گا اس محل پر ہر شبہ کا مختصر جواب دوں گا اور انشاء اللہ  
اگر وقت مل گیا تو مفصل جواب شرح و بسط سے  
لکھوں گا

شبہ اول کے متعلق عرض ہے کہ تاریخ کا ہر طالب علم اس بات  
سے واقف ہے کہ حضرت علیؑ کو اپنے مربی و سرپرست بچا زاد  
بھائی اور خیر حضرت رسول کی موت کا صدمہ اٹھانا پڑا تو اس  
وقت عمر تیس برس یا اس سے کچھ زیادہ تھی وہ جو ان کا زمانہ تھا  
اور جو ان کی آنکھیں معلوم ہیں اس کے ساتھ آپ میں اصابت

تجربہ علمی، باریک نظری، اور حسن عمل کے تمام وہ خصوصیات موجود  
تھے جو دوسرے سن رسیدہ اور بزرگ صحابہ میں سمجھے جاتے تھے  
اور پھر نصرت دین میں آپ کی عظیم الشان پر خلوص قربانیاں اور  
روشن کارنامے جن کو آپ نے رسالت کا کب کی زندگی میں انجام دیے تھے  
ان پر آپ کو کبھی ورنہ تھا کہ ان کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا  
لیکن واقعات خلاف امید ظاہر ہوئے آپ علیہ السلام کی محزون اور  
مشکست خاطر تھی

کم از کم یہی ہوتا کہ مشایخ مسلمین آپ کو شریک مشورہ  
ہی کر لیتے، بظاہر فتنہ خلافت جس میں مسلمان مبتلا ہوئے اس حالت  
میں رونما ہوا کہ رسول کا جنازہ پڑا ہوا تھا اور علیؑ زخرو رسول کی  
تفزیل میں مشغول تھے موقع سے فائدہ اٹھا کر جلدی سے ابو بکر  
صدیق و عرف روق ..... نے اس کو اپنے سرائف  
طے کر لیا ان حالات میں باہمی رنجش کا پیدا ہونا قدرتی  
حیثیت سے ایک ضروری امر ہے، لیکن حضرت علیؑ نے ان  
سب حالات پر صبر فرمایا یہاں تک کہ گردش زمانہ نے  
خلافت کو آپ ہی کے سپرد کر دیا اس وقت آپ کے  
سامنے کوئی ایسا موجود نہ تھا کہ آپ اس کو اپنے نفس پر ترجیح  
دیتے لیکن معاویہ سے رہا نہ گیا اور انھوں نے کھلم کھلا آپ  
سے مقابلہ کیا اور جنگ کی، کبھی تو باہمی کلام سے ایک دوسرے  
پر حملہ کیا اور کبھی تلوار سے ایک دوسرے کا خون بہایا، ہمارے  
ادبا و جن اسباب کی بناء پر آپس میں لڑائی و خونریزی ہونے کا  
اعتراف کرتے ہیں بالکل وہی اسباب ہیں جن کی بنا پر احتجاج  
کے لیے ذوق مخالف کو سخت حسرت کہا گیا اسی موضوع پر  
کلام کرتے ہوئے ایک مرتبہ میں نے اپنے ایک دینی بھائی سے  
یہ کہا تھا کہ میری کچھ میں نہیں آتا کہ جب حضرت علیؑ کی شریعت  
کو ان لوگوں کے مقابلہ میں تسلیم کیا جاتا ہے تو ان کو اس سخت کلام  
سے جو ان لوگوں کی نسبت نظر آتی ہے تسلیم کرنے میں کیوں پڑی شریک ناہی  
اسی بنا پر آپ کے کلام میں جو اشارے موقف اہل یعنی  
خلفاء ائمہ کے متعلق ہیں وہ نسبتاً نرم و ملائم ہیں بہ نسبت اس  
کلام و تعریض کے جو موقف ثانی یعنی معاویہ و عمر و عاص و غیرہ کے  
متعلق ہیں کیونکہ وہ بہت درشت اور سخت ہیں

من عمرہ او یزید قلیلا فھو شباب لہ حدة  
الشباب وقوشہ ونشاطہ وطموحہ وقد کان  
لہ مع ذلک من حصافة الرأی وسعة العلم  
ونفاذ البصیرة وسائر وسائل الاجتهاد مثل  
ماکان لشیوخ الصحابة واکابرھم وھو ایضا  
مدل بمواقفہ الكثیرة فی الزیاد عن حوزوا لدین  
والمدافع عن حوزتہ مدل بتفحیلاتہ العظمی  
فی غیر من ولا استکثار لھا فھو اذن محزون،  
کسیر القلب، مرغب فی الترفیہ عن نفسه،  
محب للاعتراف بمواقفہ المعروفة ولم یکن یبلغ  
بہ طموحہ الی الانتقاض علی جماعۃ المسلمین  
بعد الذی بذل فی تألیفھا ولم شعثھا وکنیہ  
قد کان یکفیہ ان یتخذہ مشیخۃ المسلمین  
مشیخا یشارکھم فی الرأی ویمحضھما النصیر  
والظاہران فتنۃ الخلافۃ الی التلی بھا المسلم  
والرسول مسیحی علی سریرہ کانت تستوجب  
ھذا السرعة الی خاص غارھا رجلا الاسلام  
وشیخاھ ابو بکر الصدیق وعمر الفاروق رضی اللہ  
عنھما، والامام علی حین انک مشغول بتغریۃ  
من وجہ فاطمہ عما اصابھا فحدث من سوء  
التفاهم ما لا بد عنہ فی مثل ھذا الموقف  
وصبر علی رضی اللہ عنہ حتی دارت الايام  
دورھا وافضۃ الخلافۃ الیہ وحیث لم یجد  
امامہ من یصم ان یؤثر علی نفسه ووقف  
معاویۃ رضی اللہ عنہ من الامام موقفہ المشھور  
فکان بینهما مناخلات بالکلام مرۃ وبالحکم  
مرۃ اخرى وان السبب الذی یسیغ لادبا ثنا  
ان یعتبر فوا یقتالھم وصراھم وتجادلھم  
فی موافقت القتال ھو بعینہ السبب الذی  
نستسیر من اجلہ ان یتکلم لھم داعیا الی التلیم  
لہ تحتھا بساقتہ ورسوخ قدمہ ولقد کنا تکلم  
فی ھذا الموضوع مرۃ فقال احدا خواننا، انا لا  
افھم معنی لا نکار بعض الناس ان یقول علی  
فی معاویۃ وعمر وھم یؤمنون بانہ جار بھما  
ودعاھا الی مبارزۃ ۱۱۱ ومن اجل ذلک کان تعریضہ بالموقف الاول معز وحا بالرفق واللین والھوادة وکان  
تعریضہ بالموقف الثانی مشدیدا اعنیعا

و دعاھا الی مبارزۃ ۱۱۱ ومن اجل ذلک کان تعریضہ بالموقف الاول معز وحا بالرفق واللین والھوادة وکان  
تعریضہ بالموقف الثانی مشدیدا اعنیعا



**دوسرے شبہ کا جواب** | واما عن السبب الثاني فليس ما في الكتاب كله سجعاً، وما فيه من السجع فهو مما لمرتدع اليه الصنعة ولا اقتضاء الكلف بالحقائق اكثره مما ياتي عقلاً بلاكد خاطر ولا تجشم هول و مثله في عبارات عصر واقع ومن عرف ان ابن ابی طالب كان حامي عرين الفصاحة وابن بجدتها لم يعسر عليه التسليم

**تیسرے شبہ کا جواب** | واما عن السبب الثالث فاننا لا نقضي العجب من جعله سبباً لهذا الدعوى ومتى كانت دقة التخيل واجادة الوصف وقفا على قوم دون قوم، وليس الشعر العربي مملوءاً بآفة الوصف واستكمالها، ثم اليس لقوشي شهيد تنزيل القرآن، وصحب افصح العرب منذ نعومة اظفاره، وكتب له الوحى وسمع ما يفجوه الله تعالى على لسانه من ينابيع الحكمة، اليس لهذا القوشي ميزة عن سائر الناس

**چوتھے شبہ کا جواب** | واما عن السبب الرابع فاننا لا نعتبر ما في الكتاب من ادعاء علم الغيب وانما هو من استنباط القضايا الاجتماعية من مقدماتها واسبابها ومثل الامام على في دقة ذهنه وقوة عارضته خليف بالتمكن من هذا الاستنتاج

شبہ دوم کا جواب یہ ہے کہ نوح البلاغہ میں سجع کی پابندی اس حد تک نہیں ہے کہ معنوی محاسن کو نظر انداز کر دیا گیا ہو بلکہ اس کے سجع میں آمد کی صورت نظر آتی ہے، اور وہ کہیں سے نہیں ہے اور اس طرح کی سجع کا وجود اس عہد میں بھی پایا جاتا ہے اور جو شخص یہ جانتا ہو کہ سلی ابن ابی طالب کا فصاحت و بلاغت میں کیا درجہ تھا اسے اس کے تسلیم کرنے میں کوئی عسر نہیں ہو سکتا

شبہ سوم کے پیش کرنے پر تجھے حیرت ہے کیا باریک خیالی خوش بیانی، وصف و تشبیہ کا حسن، اور الفاظ کے زریعہ سے تصویر کشی کرنا یہ کسی قوم کا مخصوص حصہ ہے، کیا خود عربی اشعار میں وقت و وصف بدرجہ کمال موجود نہیں ہے، علاوہ ازیں ایک ایسا قسطنطینی جس کے سامنے قرآن مافضیح و بلع کلام نازل ہوا جو خیر خواہ کی ہی کے زمانے سے افصح العرب کے ساتھ رہا جس نے رسول کے لیے کتابت وحی کی اور ایسے حقائق کو اس نے مناجس کو سننے کے بعد حکمت کے چشمے زبان سے پھوٹ نکلیں

شبہ چہارم کا جواب یہ ہے کہ جسے علم غیب سے بغیر کیا جاتا ہے اسے ہم فرست اور زمانہ کی بعض شناسی کا نتیجہ سمجھتے ہیں یہ تقاضا، اجتماع عید کے مناسبات و اسباب سے نتائج کا اخذ کرنا ہی جو علی ایسے ہوش مند مفکر اور حکیم اسلام سے بعید نہیں ہے (نوح البلاغہ میں تشریحین الاتا عمر عبیدہ والا تاو

محمد بن الدین عبد الحمید، مقدمہ محمد بن الدین عبد الحمید صفحہ ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴



ان آخر ہاتھی خلات فی شعرا شہرہ و امری القیس و عنترہ و بشیر بن عوانہ من الجاہلیین و عمر بن ابی مربیعہ و اعثالہ من صدر الاسلام و کلہم یحارون علیہا زمانا و مکانا و نکاد نقول انقول نفسہ عن السجہ لولا الخطیۃ المعروفة بالشعشقیہ وہی من اسباب الشاک عند الکثیرین علی انہ یروی ابن ابی الحدید الشہر مشارحی نہج البلاغۃ عن بعض مشائخہ ان الشعشقیہ کانت معرفۃ قبل مولد الرضی شہرہ و امری القیس و عنترہ و بشیر بن عوانہ کے اشعار میں نظر آتی ہے جو زمانہ جاہلیت کے شعراء ہیں اور عمر بن ربیعہ کے اشعار میں بھی کہ جو صدر اسلام کا شاعر ہے اور یہ سب زبان و مکان کے اعتبار سے حضرت عائشہ سے قرب رکھتے ہیں اور یہی ہمارا فیصلہ ہے آخری و جب معنی صحیح و کافیہ عبارت آرائی کے متعلق بیشک سب سے بڑا سبب بہت سے لوگوں کے نزدیک خطیۃ شہرہ ہے حالانکہ ابن ابی الحدید جو معنی البلاغۃ کا سب سے شہور شارح ہے اس کا بیان ہے اپنے بعض اساتذہ کے زبانی کہ خطیۃ شہرہ یمنی کی ولادت کے قبل سے شہور و معروف تھا

شہور و معروف تھا

وہنا نختتم الکلام بحمد اللہ المالك المنعم لا نقاد وصلنا الی ما قصدناہ من جمع اہم ما يتعلق بالموضع علی سبیل الامجاز فی ہذا المقام وقد سمیناہ بمنہاج نہج البلاغۃ الذی ہوا سید الکلام جعلہ اللہ مرجعا للنواص والعوام والصلوۃ والسلام علی سید الانام محمد والہ البرۃ الکرام وقد فرغ من تالیفہ مؤلفہ العبد الفقیر المحتاج المستعطف الشجن الراجی رحمۃ باری الزمن السید سبط الحسن الہنسوی ابن السید الجلیل فیض الحسن الرضوی صانہ اللہ القوی فی یوم میلاد سیدنا الامام الحادی عشر ابی محمد الحسن العسکری علیہ الصلوۃ والسلام وهو عاشر شہر ربیع الاخر احدی و سبعین و ثلاثاۃ والفت ہجریدہ علی مهاجرھا الاف الثناء والتحبۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صفحہ	غلط	صحیح
۲۴	الہیبت	الہیبت
۲۵	المیل	المیل
۲۶	حزن	حزن
۷	تم	تم
۲۷	منصب و تبلیغ	منصب و تبلیغ
۲۸	یمنیہ	یمنیہ
۵	ابن درید	ابن درید
۱۱	النادی	النادی
۹	اسلام ویت وبلد	اسلام ویت وبلد
۲۸	دوران	دوران
۲۲	یث	یث
۹	آزیریل	آزیریل
۱۲	آب	آب
۲۹	خیرہ	خیرہ
۵	زیارت	زیارت
۶	مالا لسن	مالا لسن
۲۷	منشیقہ	منشیقہ
۵	چھٹیں پجری	چھٹیں پجری
۱	قبولیت	قبولیت
۱۸	فلسفہ عرب	فلسفہ عرب
۲	محمد الوبری	محمد الوبری
۵	عبد الحمید شہرہ	عبد الحمید شہرہ
۱۵	۶۰۱	۶۰۱
۲۷	ظننت	ظننت
۲۸	البتانی	البتانی
۸	ابن یمنیہ	ابن یمنیہ

## تصحیح اغلاط

صفحہ	غلط	صحیح
۲۱	مولیہ	مولیہ
۵۱	شیت	شیت
۵۱	کیا	کیا
۵۳	النساء	النساء
۵۳	لیستیشن	لیستیشن
۵۴	دولت مندوں کی کثرت	دولت مندوں کی کثرت
۵۶	غلاظۃ	غلاظۃ
۵۷	علی کے کلام	علی کے کلام
۵۸	کثیر کی تعداد	کثیر کی تعداد
۵۸	الغرازی	الغرازی
۵۸	العبدی	العبدی
۵۹	النثر الغنی والقروالیہ	النثر الغنی والقروالیہ
۵۹	النثر الغنی	النثر الغنی
۵۹	اجلہ و علما	اجلہ و علما
۶۱	کتاب المغازی	کتاب المغازی
۶۲	تغلب	تغلب
۶۲	تقیس	تقیس
۶۳	سجوق	سجوق
۶۳	علم و دوست	علم و دوست
۶۴	کتاب قدامت میں مندرجہ	کتاب قدامت میں مندرجہ
۶۵	المخبر	المخبر
۶۶	کسی ایک	کسی ایک
۶۶	مؤلفین اہل سنت نے	مؤلفین اہل سنت نے
۶۷	کتاب میں مرتب کیا	کتاب میں مرتب کیا
۶۷	تجسس	تجسس
۶۸	برم ان سب محاب	برم ان سب محاب
۶۸	عمر وقت برابر رہا	عمر وقت برابر رہا
۶۸	و شوار	و شوار
۶۸	صفہ بصفہ	صفہ بصفہ
۶۸	ہند الہنود	ہند الہنود
۶۸	نقشۃ	نقشۃ
۶۸	علی الخلاء و انت فی	علی الخلاء و انت فی
۶۸	کل ذلک لعل آپ کا	کل ذلک لعل آپ کا
۶۸	وہ میں جو خلفا کی بیعت کر کے	وہ میں جو خلفا کی بیعت کر کے
۶۸	سے تقاد کہا یقاد	سے تقاد کہا یقاد
۶۸	البعید المخبوش	البعید المخبوش
۶۸	حق تباہ و انت کا	حق تباہ و انت کا
۶۸	کمارہ کن رہے	کمارہ کن رہے
۶۸	المقادۃ	المقادۃ
۶۸	علم کلام	علم کلام
۶۸	فطری صلاحیت کی بنا پر	فطری صلاحیت کی بنا پر
۶۸	جو بالظن منطقی	جو بالظن منطقی
۶۸	مشلی	مشلی
۶۸	فرمود	فرمود
۶۸	تفسیر و تاویل قرآن	تفسیر و تاویل قرآن



## مؤلف کی دوسری مالیقات

- ۱۔ اثبات عباداری ..... مطبوع
- ۲۔ عباداری کی تاریخ
- ۳۔ سند و قوم و عباداری
- ۴۔ اہل علیہ علوم
- ۵۔ فلسفہ نماز
- ۶۔ اہل حقیقت و کتاب شہید انسانیت
- ۷۔ کشف الداجر
- ۸۔ ازاحۃ الرسوخ
- ۹۔ امام جعفر صادق علیہ السلام و اشاعت علوم
- ۱۰۔ عربی مرثیہ کی تاریخ

- ۱۱۔ الکتاب و المکتبات قبل الاسلام
- ۱۲۔ الکتاب و المکتبات فی اواخر الفتح
- ۱۳۔ شہاب ثاقب شرح دیوان حضرت ابوطالب
- ۱۴۔ الدرر المنظوم من کلام المصنوع
- ۱۵۔ لسان الصدق و تحقیق فارقلیط و الیما
- ۱۶۔ قول سدید ..... رتو البنت
- ۱۷۔ ابوذر الغفاری
- ۱۸۔ رسالۃ الحق لایم علی بن احمدین علیہما السلام با ترجمہ اردو و حواشی و توضیحات
- ۱۹۔ مسائل المشاہد و تقویم المقابر
- ۲۰۔ مجموعہ مضامین علمیہ